دلِ مضطر
ماہ وش چوہدری
SohniDigest.Com

ناول

ماہ وش چوہدری

دلِ مضطر

اسرار عشق ہے دل مضطر لیے ہوئے
قطرہ ہے بیقرار سمندر لیے ہوئے
آشوب دہر و فتنہ محشر لیے ہوئے
پہلو میں یعنی ہو دل مضطر لیے ہوئے
موجِ نشیمن صبح کہ قربان جائے
آئے ہائے بوئے زلف پیچاں لیے ہوئے

"ایک چھٹانک بھر کی لڑکی نہیں سنبھالی جا رہی تم سے۔تف ہے تم پر الحان ملک۔ملکوں کے نام پر دھبہ ثابت ہو رہے ہو تم۔" ملک سلطان نے کف اڑاتے ہوئے قریب کھڑے الحان ملک کو جھاڑ پلائی۔

"وہ چھٹانک بھر کی لڑکی فی الحال میری ملکیت میں نہیں ہے۔جب آئے گی تو سنبھال لوں گا لہذا اب آپ کو جو بھی شکایت ہے ہاشم انکل سے کریں ان کی ہی بیٹی ہے وہ۔" الحان نے بمشکل تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے باپ

کو جواب دیا۔

''بیوی ہے تمہاری، نکاح ہو چکا ہے جب چاہے اٹھا کر لا سکتے ہو اپنی ملکیت میں مگر تم میں مردوں والی کوئی بات ہو تو کر سکو کچھ۔''

الحان باپ کے طعنے پر سلگ اٹھا۔

''ملک صاحب! میں آپ کا اپنا بیٹا ہوں۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔

''بیٹے ہو اسی لیے زمین کے اوپر ہو ورنہ اب تک زمین کے اندر ہو چکے ہوتے۔'' انہوں نے مطمئن انداز میں دھمکی دی۔

''میں کیا کر سکتا ہوں اس سارے معاملے میں، آپ ہاشم انکل سے کیوں نہیں کہتے۔ سنبھالیں اپنی لاڈلی کو۔'' وہ زچ ہو کر بولا۔

''وہ تو خود تنگ آ چکا ہے اس سے۔ ایک دفعہ تم بات کر کے سمجھاؤ مان گئی تو ٹھیک ورنہ پھر میں اپنے طریقے سے سمجھاؤں گا اسے۔ ہاشم سے بات ہو چکی ہے میری اس سلسلے میں۔ کر لو گے بات اس سے۔'' ملک صاحب نے ملامتی انداز میں پوچھا جیسے انہیں امید نہ ہو کہ ان کا بیٹا کوئی بات کر سکے گا۔

عجیب متضاد طبیعت کے مالک تھے دونوں باپ بیٹا۔ باپ جتنا غصیلا اور بے مروت تھا بیٹا اتنا ہی دھیما اور لحاظ کرنے والا تھا۔

''جی کر لوں گا۔''

''کل تک کر لینا۔'' ملک صاحب ایک اچٹتی نظر بیٹے پر ڈال کر سگار منہ میں دبائے اسٹڈی سے نکل گئے۔
پیچھے الحان ملک بیٹھا سوچ رہا تھا وہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی سے کیسے بات کرے گا۔

❁......❁......❁

وہ بار بار گھڑی کو دیکھتی ہوئی سڑک کنارے کھڑی تھی۔ جب چڑ۔ ڑ۔ ڑ کی آواز سے بلیک ہونڈا اس کے عین سامنے آ کر رکی۔

عنیہ نے ایک نظر گاڑی میں موجود شخص کو دیکھا اور نظریں پھر سے گھڑی اور گھڑی سے سڑک پر چلتی پھرتی

گاڑیوں پر لگا دیں۔

''السلام علیکم۔'' الحان نے پاس آ کر آہستگی سے سلام کیا۔

''ہوں۔'' عنیبہ نے زبان کی بجائے سر استعمال کرتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔

''کیسی ہو؟''

''یہ پوچھنے کے لیے گاڑی روکی ہے؟'' وہ بھنویں اچکا کر اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں بولی۔

''نہیں، تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟ گاڑی کہاں ہے تمہاری؟''

''یہ سڑک ملک سلطان کی نہیں ہے جو تم مجھ سے پوچھنے آئے ہو کہ میں یہاں کیوں کھڑی ہوں۔ اور جہاں تک گاڑی کی بات ہے تو میری مرضی میں گاڑی سے جاؤں یا پبلک ٹرانسپورٹ سے۔'' وہ کندھے اچکا کر کہتی اپنے تھیلے نما بیگ سے موبائل تلاشنے لگی جس پر بجتی رنگ ٹون نے حشر برپا کر رکھا تھا۔

دو چار دفعہ ہاتھ مارنے کے بعد وہ بالآخر اپنے تھیلے سے سیل دریافت کرتی سیدھی ہوئی۔

''ہیلو۔ جی مرزا صاحب۔ السلام علیکم۔'' وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر دوسری طرف موجود شخص سے بات کرنے میں مصروف ہو چکی تھی جبکہ الحان وہیں کھڑا اسے دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔

بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے، بلیو جینز کیساتھ کھلا ڈولا بلیک کرتا پہنے۔ دوپٹے کو مفلر کے انداز میں گلے کے گرد لپیٹے، کندھے پر تھیلے نما بیگ ڈالے، سیل کان سے لگائے قینچی کی طرح تیز چلتی زبان سے فر فر بات کرتے ہوئے وہ واقعی جرنلسٹ ہی لگ رہی تھی۔

عنیبہ نے اسے اپنی طرف مسلسل تکتے پا کر مختصر بات کر کے کال بند کی اور الحان کی طرف بڑھی۔

''پبلک پلیس پر کھڑے ہو کر اس طرح سے گھور رہے ہو تمہیں شرم نہیں آتی؟''

الحان ہلکا سا مسکرا دیا۔

''مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے کیا ہم کسی پرسکون جگہ پر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔'' وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتا بولا۔

''نہیں۔'' لٹھ مار جواب آیا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں تم سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"تو مت کرنا مجھے کرنی ہے میں کرلوں گا تم چپ چاپ سن لینا بس۔"

عیبہ نے اس کی بات پر سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹکائیں یوں جیسے پوچھ رہی ہو، کیا تمہیں لگتا ہے میں چپ چاپ رہ کر بات سن سکتی ہوں؟

"پلیز صرف چند منٹ۔ میں جانتا ہوں اس شہر کی بہت مصروف جرنلسٹ ہو تم لیکن بس چند منٹ۔" وہ ملتجی ہوا۔

"کہو میں سن رہی ہوں۔" وہ احسان کرتی بولی۔

"یہاں۔" الحان نے حیرانگی سے اردگرد چلتی پھرتی گاڑیوں کو اور گزرتے لوگوں کو مشکوک نظروں سے خود کو گھورتے دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ پہلے تمہارے ساتھ کسی پرسکون جگہ پر جاؤں اور پھر خود بھی پرسکون ہو کر تمہاری بات سنوں اس لیے جو بھی کہنا ہے جلدی کہو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔" عیبہ نے پھر سے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے تیزی سے کہا۔

الحان نے ایک نظر اس کے بے زار چہرے کو دیکھا اور لمبی سی سانس لیتا گاگلز پہن کر واپس گاڑی کی طرف پلٹ گیا۔

عیبہ نے حیرت سے اسے واپس گاڑی میں بیٹھتے اور گاڑی کو نظروں سے دور ہوتے دیکھا۔ الحان ملک میں بھی اتنی اکڑ ہو سکتی ہے وہ حیران تھی۔

✿......✿......✿

"عیبہ بی بی!! آپ کو صاحب جی ڈرائنگ روم میں بلا رہے ہیں۔" وہ بیڈ پر چوکڑی مارے گود میں لیپ ٹاپ رکھے بزی تھی جب سلمیٰ نے آ کر پیغام دیا۔

"ہوں۔ کوئی آیا ہے کیا؟"

"جی۔"

"کون۔" اب کہ اس نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھا کر سلمیٰ کو دیکھا۔

"وہ ملک صاحب اور الحان صاحب آئے ہیں۔"

"ہوں۔ٹھیک ہے تم جاؤ میں آتی ہوں۔"

"جی۔" سلمیٰ سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔

نبیہہ جانتی تھی وہ لوگ کیوں آئے ہیں اس لیے بے فکری سے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹتی نصرت فتح علی خان کی آواز میں

"وہ ہٹا رہے ہیں پردہ
سرِبام چپکے چپکے۔
میں نظارہ کر رہا ہوں
سرِشام چپکے چپکے۔"

سننے لگی۔

وہ خود کو کول ڈاؤن کر کے ڈرائنگ روم میں جانا چاہتی تھی اور کول ڈاؤن ہونے کے لیے اسے نصرت فتح علی خان کی آواز میں کوئی بھی قوالی، گیت یا غزل سننا بہت ضروری تھا۔

✪.....✪.....✪

"السلام علیکم۔" اس نے تینوں نفوس پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے سلام کیا۔

سروں کی جنبش سے سلام کا جواب ملنے پر وہ ملک سلطان کے سامنے پڑے سنگل صوفے پر آ بیٹھی۔

"آپ نے بلایا تھا بابا؟" سوالیہ نظروں سے ہاشم عباسی کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"ہاں۔ملک تم سے بات کرنا چاہتا ہے اس لیے زبان بند کر کے اور کان کھول کر پوری بات سنو۔" ہاشم عباسی نے تیز نظروں سے بیٹی کو گھورتے ہوئے خاموش رہنے کی تنبیہہ کی۔

"جی ملک صاحب! بولیے، میں سن رہی ہوں۔" نبیہہ کے ملک سلطان کو انکل کی بجائے سیدھا ملک

صاحب کہنے پر جہاں ہاشم نے بیٹی کو ناگواری سے دیکھا وہیں ملک صاحب نے تیز نظروں سے کچھ فاصلے پر بیٹھے بیٹے کو گھورا جو وہاں لاتعلق سا یوں بیٹھا تھا جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو۔

"تم کرو جو بھی بات کرنی ہے۔اس کے دماغ کا فیوز اڑ چکا ہے اس لیے اس قدر بدتمیز اور خودسر ہوتی جا رہی ہے۔" ہاشم عباسی نے ملک سلطان کے چہرے کے تنے تاثرات دیکھ کر رسان سے کہا جبکہ عیبہ باپ کی طرف سے کی گئی اپنی تعریف ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتی ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر سیدھی ہوئی۔

"تم یہ جاب کب چھوڑ رہی ہو؟" ملک صاحب نے بمشکل خود کو پرسکون کرتے ہوئے تحمل سے اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میری جاب سے آپ کو کیا پرابلم ہے ڈیئر ملک صاحب۔" عیبہ نے لٹ انگلی پر لپیٹتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔وہ جانتی تھی ملک صاحب کو کیسے ہائپر کرنا ہے اور وہ کر بھی چکی تھی اور ایسا کرنے میں اسے بڑا مزا آتا تھا پر کیوں؟ یہ تو وہی جانتی تھی کہ کیوں؟

"دیکھ رہے ہو اپنی بیٹی کو، کس قدر بدتمیز ہو گئی ہے۔نہ بڑوں کا لحاظ ہے اور نہ ہی رشتوں کا پاس۔" ملک صاحب نے خشمگیں نظروں سے سگار کے کش لیتے ہاشم عباسی سے کہا۔

"تمہارے سامنے بیٹھی ہے کہہ لو جو بھی کہنا ہے۔میں خود تنگ آ چکا ہوں اس سے۔" ہاشم عباسی کندھے اچکا کر بولے۔

"بہتر ہو گا تم خود یہ جاب چھوڑ دو ورنہ جاب چھڑوانا میرے لیے ہرگز مشکل نہیں۔" ملک سلطان بمشکل ضبط سے عیبہ کو دیکھتے بولے۔

"میری جاب کے پیچھے کیوں پڑے ہیں آپ ملک صاحب۔اپنا قبلہ درست کر لیں گے تو مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے کوئی پرابلم نہیں رہے گا۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"تمہیں کیچڑ اچھالنے کو میں ہی ملا ہوں اس پورے شہر میں۔"

"نہیں، اور بھی بہت سے لوگ ہیں میری نظر میں۔مگر میں نیک کام کی شروعات گھر سے کرنا چاہ رہی تھی اسی لیے پہلی نظر آپ پر رکھی۔" وہ مزے سے پاؤں جھلاتی بولی۔

”اپنے گھر کی عزت کو سرعام نیلام کرتی پھر رہی ہو چند پیسوں کے عوض۔“

”یہ میری جاب ہے محترم اور میں اپنے کام کے عوض پیسے لیتی ہوں۔“

”تمہیں جتنے پیسوں کی ضرورت ہے مجھ سے لے سکتی ہو مگر اس جاب سے نکل آؤ باہر۔“

ملک صاحب بہت مشکل سے تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

”میں عبیرہ عباسی ہوں ملک صاحب اور عبیرہ عباسی آپ کے ان ٹکوں سے بکنے والی نہیں لہٰذا ایسی آفرزان کو دیں جو آپ کے پیسے پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ میرے پاس جتنا ہے اتنا کافی ہے میری اپنی ذات کے لیے۔“

”ہوں۔ مطلب تم نہیں مانوں گی بات۔“

”نہیں۔ میں یہ جاب کروں گی اور وہ سب لکھوں گی جو لکھ رہی ہوں۔ ویسے بھی آپ جتنے پیسے مجھے دیں گے بہتر ہے ان سے وہ واجبات ادا کر دیں جنہیں لے کر آپ مجھے پر غصہ ہو رہے ہیں۔“ وہ تیزی سے بات مکمل کر کے ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

”میں مان چکا ہوں وہ تمہاری ہی بیٹی ہے ضدی اور خودسر۔ اور ایک میرا لاڈلا ہے جس کے منہ میں زبان ہی نہیں۔ بیٹا کم اور اللہ میاں کی گائے زیادہ معلوم ہوتا ہے مجھے۔“ ملک صاحب الحان کو دیکھتے چڑ کر بولے۔

”ہاہاہا۔“ ہاشم عباسی نے ان کی بات پر کھل کر قہقہہ لگایا۔

”شکر کرو اللہ میاں کی گائے ہے ورنہ میری بیٹی کی طرح دن میں تارے دکھا دیتا۔“ وہ ہنسی روک کر بولے۔

”ان صاحبہ کا غصہ مجھ پر کیوں نکال رہے ہیں آپ دونوں؟“ بالآخر الحان ملک کی چپ ٹوٹ ہی گئی اپنی بے عزتی پر۔

”میں کہاں یہ تمہارا باپ ہی ہے جو ہر وقت تمہاری عزت افزائی کرتا رہتا ہے۔“ ہاشم عباسی نے شرارت سے اسے دیکھ کر کہا۔

”میں چلتا ہوں، آپ لوگ کھل کر اپنی اپنی اولاد کی برائیاں کر لیں۔“ وہ خفگی سے کہتا کیز اٹھا کر ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

ہاشم عباسی نے ہنستے ہوئے ایک نظر الحان کی پشت پر ڈالی اور پلٹ کر ملک سلطان کو دیکھنے لگے جو ابھی بھی

غصے سے بھرے بیٹھے تھے۔

ملک سلطان اور ہاشم عباسی بچپن کے گہرے دوست تھے۔ یہ دوستی ان کے والدین سے ان میں منتقل ہوئی تھی۔ والدین تو اب سلامت نہ تھے پر وہ دونوں دوست اس دوستی کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔

ملک سلطان اسلام آباد کے بہت بڑے انڈسٹریلسٹ تھے۔ جو اپنے بزنس کو بڑھانے اور اونچائی تک لے جانے میں اکثر تھوڑے بہت غیر قانونی کام کر لیتے تھے جن میں ٹیکس کی عدم ادائیگی اور اپنی industrial products کی بیرون ملک غیر قانونی ترسیل تھی۔ ایسی چھوٹی موٹی ہیرا پھیریاں جنہیں کرپشن کہا جاتا ہے اب عیبہ عباسی کی نظروں میں آچکی تھیں اور وہ اپنے جرنلسٹ ہونے کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے آئے روز اپنے میگزین اور اخبار میں چند لائنیں ان قانونی بے ضابطگیوں پر لکھ لیتی تھی کہ شاید کسی حکمران یا قانون دان کی آنکھیں کھل سکیں جو سال ہا سال سے بیچی ہوئی تھیں۔

ملک سلطان کا ایک ہی بیٹا الحان ملک تھا جبکہ دو بیٹیاں بھی تھیں جن کی وہ شادیاں کر چکے تھے۔ کلثوم سلطان کچھ عرصہ قبل ہی ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھیں لہٰذا اب ملک ہاؤس میں وہ خود اور الحان ملک کے علاوہ ملازموں کی ایک فوج رہتی تھی۔

دوسری طرف ہاشم عباسی کا شمار شہر کے نامور ہارٹ سرجنز میں ہوتا تھا اور وہ بہت کامیابی سے اپنا قائم کردہ کلینک چلا رہے تھے۔ انہوں نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی عیبہ کی مدر سنبل عباسی سے کی مگر سنبل انہیں اور عیبہ کو کئی سال پہلے داغ مفارقت دے کر جا چکی تھیں۔

اس وقت عیبہ اولیولز کی اسٹوڈنٹ تھی۔ سنبل عباسی کی موت کے تین سال بعد ہاشم عباسی نے دوسری شادی اپنی کزن راعنہ عباسی سے کی جو ان سے عمر میں دس، پندرہ سال چھوٹی تھی۔

عیبہ کو اس شادی پر نہ تو خوشی تھی اور نہ ہی غم۔ وہ ماں کے بعد خود کو خود تک محدود کر چکی تھی اس لیے باپ دوسری شادی کس سے اور کیوں کرتا اسے کوئی سروکار نہ تھا۔

راعنہ کو وہ باپ سے شادی سے پہلے بھی آنٹی کہہ کر پکارتی تھی اور اب بھی وہ اسے آنٹی ہی کہتی جس پر کسی کو

کوئی اعتراض نہ تھا۔

راعنہ اور عیمہ دونوں کا انداز ایک دوسرے سے لیا دیا ہی تھا اور نہ ہی کچھ خاص understanding دونوں کے بیچ تھی اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی کو ایسی کوئی خاص انڈر اسٹینڈنگ ڈویلپ کرنے کی خواہش تھی۔

راعنہ عباسی اور ہاشم عباسی کے دو بیٹے تھے لہٰذا وہ ہاشم عباسی اور اپنے دونوں بیٹوں ہارون اور موسیٰ عباسی کی ذات کے علاوہ اپنے سوشل ورک میں مصروف رہتی تھیں۔

عیمہ کی تعلیمی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے ہاشم کی خواہش تھی کہ عیمہ بھی ان کی طرح ڈاکٹری کی فیلڈ میں آئے مگر عیمہ کو اس فیلڈ سے کوئی اٹیچمنٹ نہ تھی اس لیے اس نے اپنی مرضی کے مطابق جرنلزم میں ماسٹرز کیا اور اب اپنی مرضی ہی سے اسلام آباد کے مشہور میگزین اور اخبار کے آفس میں بطور جرنلسٹ اور کالم نگار کے طور پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی تھی۔

جبکہ الحان ملک نے Administration Business کی ڈگری لی تھی اور اب باپ کیساتھ بزنس میں بزی تھا۔ چند ماہ پہلے ہی اس کا عیمہ عباسی سے نکاح ہوا تھا جو کہ کافی unexpected سا واقع معلوم ہوتا تھا۔

عیمہ روٹین کے مطابق اپنے رف سے حلیے میں ریڈی ہو کر دفتر پہنچی تھی۔ ابھی وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی ہی تھی جب ذیشان اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''مرزا صاحب نے بلایا ہے تمہیں۔''

''مجھے؟'' عیمہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ہاں تمہیں۔''

''اتنی صبح صبح، کیا ہوا کوئی خاص بات؟''

''لگ تو رہی ہے اب بات کیا ہے یہ تم خود جا کر پوچھ لو۔'' وہ پیغام دیتا واپس اپنی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

''ہوں، جاتی ہوں۔'' عیمہ نے سر ہلا کر جلدی سے ٹیبل پر پڑے کاغذات پن کیے اور اٹھ کر مرزا صاحب

کے آفس کی طرف بڑھ گئی جو وہاں کے اونر تھے۔وہ دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔مرزا صاحب کاغذات کا ڈھیر لگائے بیٹھے تھے۔

''آپ نے بلایا؟'' سلام کے بعد عیشہ نے بلانے کی وجہ پوچھی۔

''ہوں۔بیٹھو'' وہ عینک اتار کر آنکھیں رگڑتے سیدھے ہوئے۔

''یہ تمہارا ٹرمینیشن لیٹر۔'' انہوں نے بنا کسی تمہید کے خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھایا جو منہ کھولے حیران سی بیٹھی تھی۔

''ٹرمینیشن لیٹر؟ پر کیوں؟''

''مجھ سے بہتر تم خود جانتی ہوگی۔'' مرزا صاحب نے لفافہ اس کے سامنے رکھا۔

''لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی مرزا صاحب۔کوئی بھی کچھ بھی کہے گا تو آپ مان لیں گے۔''

عیشہ جانتی تھی یہ کس کی حرکت ہے۔

''میں تمہیں پہلے بھی بہت دفعہ باز کر چکا تھا تم نے میری بات نہیں مانی۔اب میں یہ ہی کر سکتا ہوں کیونکہ تمہاری وجہ سے بیٹھے بٹھائے میں اپنا کاروبار بند نہیں کروانا چاہتا۔''

''آپ اپنے کاروبار کی وجہ سے سچ کو چھپا کر جھوٹ کو بالا رکھنا چاہتے ہیں مرزا صاحب۔''

''میں ایسا کچھ نہیں چاہتا عیشہ۔'' وہ تحمل سے بولے۔

''تو پھر مجھے کیوں نکال رہے ہیں؟''

''میری مجبوری ہے۔'' وہ بڑبڑائے۔

''اونہہ۔مجبوری۔یوں کہیں بک چکے ہیں آپ۔''

''ایسا نہیں ہے۔''

''ایسا ہی ہے اور مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے مرزا صاحب آپ جانتے ہیں۔'' وہ ٹیبل پر ہاتھ مارتی کھڑی ہوئی۔

So Goodbyefor ever

وہ لیٹر اٹھا کر مرزا صاحب کی آواز کو ان سنی کرتی باہر نکل آئی۔اب وہ اپنی چیزیں سمیٹتی ملک انڈسٹریز جانے کا سوچ رہی تھی۔

٭......٭......٭

''میڈم! آپ اندر نہیں جا سکتیں۔سر میٹنگ میں بزی ہیں۔فارن ڈیلیگیشنز آئے ہیں۔پلیز آپ رک جائیں تھوڑی دیر۔'' وہاں کی سیکرٹری عیبہ کو کانفرنس روم میں جانے سے روک رہی تھی مگر وہ عیبہ ہی کیا جو کسی کی سن کر مان بھی لے۔

''ہٹو میرے راستے سے۔'' عیبہ نے گھورتے ہوئے اسے کہا جو اس کا راستہ روکے کھڑی تھی۔

''میڈم پلیز۔'' وہ منمنائی۔

''ہٹ جاؤ ورنہ ابھی کے ابھی جاب سے جاؤ گی تم۔تم مجھے جانتی نہیں ہو میں بروں کیساتھ بہت بری طرح سے پیش آتی ہوں اس لیے اپنی سلامتی چاہتی ہو تو ہٹو سامنے سے۔''

''میڈم! سر نے سختی سے منع کیا تھا۔آپ تھوڑی دیر ویٹ کر لیں پلیز میں سر کو انفارم کر دیتی ہوں۔''

''تو تم نہیں ہٹو گی سامنے سے۔'' عیبہ نے گھوری دی۔

''میڈم! میری ڈیوٹی ہے یہ اور میں اپنے کام سے۔''

''بھاڑ میں گئی تم اور تمہاری ڈیوٹی۔ہٹو۔و۔و۔'' عیبہ نے پوری طاقت سے اس کا بازو پکڑ کر سائیڈ پر کیا اور خود تیزی سے دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی۔

کانفرنس روم میں موجود تمام نفوس اتنی افتاد سے دروازہ کھلنے پر اس طرف متوجہ ہو چکے تھے۔الحان جو کسی پوائنٹ کو ڈسکس کر رہا تھا رک کر دروازے کی جانب مڑا اور دروازے میں کھڑی شیرنی بنی عیبہ کو دیکھتے وہ سمجھ چکا تھا کچھ نہ کچھ غلط ہونے والا ہے آج۔

٭......٭......٭

''کہاں ہے تمہارا باپ؟'' وہ بھوکی شیرنی بنے الحان کا گریبان دبوچ چکی تھی۔

''کول ڈاؤن عیبہ۔اٹس آفس ناٹ ہوم۔تم میرے آفس میں جا کر بیٹھو، میں آتا ہوں ابھی۔'' الحان نے

اپنے گریبان پر موجود اس کے ہاتھ تھام کر آہستگی سے کہا۔

صد شکر کے وہ سب گورے اردو سے بے خبر تھے اسی لیے آنکھوں میں حیرت اور تجسس لیے بس ان دونوں کو دیکھ کر ہی انجوائے کر رہے تھے۔

''مجھے تم سے نہیں تمہارے والد محترم سے ملنا ہے۔ کہاں ہیں وہ؟'' وہ پھنکاری۔

''ڈیڈ صبح ہی دبئی کے لیے فلائی کر گئے ہیں۔ تم آفس میں چلو میں آ رہا ہوں۔ پلیز عیبہ ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ یار۔'' الحان نے ایک مسکراتی نظر ان سب پر ڈال کر عیبہ کی منت کی۔

''اوکے۔ جلدی آنا۔ میں صرف دس منٹ تک ویٹ کروں گی اس کے بعد۔'' وہ دھمکی ادھوری چھوڑتی وہاں موجود پانچ، چھ گوروں کو مسکرا کر ہاتھ ہلاتی کانفرنس روم سے نکل گئی۔

الحان بلا کے ٹل جانے پر شکر ادا کرتا واپس پلٹا اور ان سب سے معذرت کرتا لیپ ٹاپ پر جھک گیا۔ اسے اپنے پوائنٹ کو دس منٹ میں وائنڈ اپ کر کے اپنے آفس جانا تھا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

وہ جب آفس میں داخل ہوا تو عیبہ میگزین گود میں رکھے صوفے پر براجمان تھی۔ الحان کو آتے دیکھ کر اس نے میگزین بند کیا اور کھڑی ہوئی۔

''اپنے والد صاحب کو سمجھا دو میرے راستے میں مت آیا کریں۔''

''وہ کہتے ہیں میں تمہیں سمجھاؤں۔ تم کہتی ہو میں انہیں سمجھاؤں پر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ میں کس کو کس طرح سمجھاؤں۔'' وہ بیچاری سی شکل بنا کر کہتا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''انہوں نے مجھے جاب سے نکلوا دیا ہے اور یہ میری دوسری جاب ہے جہاں سے انہوں نے نکلوایا ہے مجھے۔'' وہ چیخی۔

''تو مجھے بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں تمہارے لیے۔'' الحان سر خم کرتا جھکا۔

''اونہہ۔ میں بھی کس سے کہہ رہی ہوں جو......''

''جو......'' الحان نے اسے پوری بات کرنے پر اکسایا۔

''جوتم جیسا فضول سا شخص ہے۔'' وہ ناک چڑھا کر بیزاری سے بولی۔

الحان اس کی بات پر مسکرا دیا۔

''اب یہ فضول سا شخص ساری زندگی برداشت کرنا پڑے گا تمہیں۔'' وہ دل پر ہاتھ رکھتا فدویانہ گویا ہوا۔

''بی سیریس مسٹر ملک۔ میں یہاں تم سے رومینس کرنے نہیں آئی۔''

''ہاہاہا۔ رومینس اور وہ بھی تم سے۔'' الحان قہقہہ لگاتا ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

عیبہ نے ناگواری سے اسے ہنستے دیکھا۔

''ویسے سچ میں تم سے رومینس کرنا اس دنیا کا مشکل ترین کام ہو گا مگر میں پھر بھی اس مشکل کام کو کرنے کو تیار ہوں۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر کہتا انٹرکام پر چائے کا آرڈر دینے لگا۔

''اونہہ۔ فلرٹی۔ جیسے میں تو جانتی نہیں اسے۔'' وہ دانت رگڑے بڑبڑائی۔

''ایسے کیوں گھور رہی ہو؟'' الحان نے اسے خود کو گھورتے پا کر پوچھا۔

''میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کس قدر کمینے انسان ہو۔ شرم تو چھو کر بھی نہیں گزری تمہیں۔''

''ہاہاہا۔'' اس کی بات پر الحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ چند منٹ بعد وہ اپنی ہنسی روک کر اس کے لال بھبوکا چہرے کو دیکھتا بولا۔

''اس میں شرم کیسی۔ بیویوں سے تو سب ہی رومینس کرتے ہیں۔ کیا نہیں کرتے؟'' وہ معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتا پوچھ رہا تھا۔

''کاش کہ تمہارے باپ کو پتہ چل جائے کہ ان کا بیٹا اتنا بھی سیدھا نہیں جتنا وہ سمجھتے ہیں۔'' وہ چبھتے ہوئے بولی۔

''پر انہیں بتائے گا کون اور فرض کرو اگر تم ہی بتاتی ہو تو کیا وہ تمہارا یقین کر لیں گے؟'' وہ بھنویں اچکاتا شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں کریں گے میرا یقین کیونکہ وہ تمہیں اللہ میاں کی گائے سمجھتے ہیں اور نہ ہی مجھے شوق ہے انہیں کچھ بتانے کا۔ میں جانتی ہوں وہ تمہارے باپ ہیں اور تم سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ فی الوقت میں جا رہی ہوں پر بتا

دینا ملک صاحب کو، میں ان کو بھی چین نہیں لینے دوں گی۔انہوں نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ اس بار بھی۔"

"پر میرے چین کا کیا جو تم لوٹ چکی ہو۔" وہ آنکھ دباتا بولا۔

"ذلیل انسان۔" عیبہ نے پاس پڑا گلاس پوری طاقت سے الحان کو مارا مگر اس کے بروقت نیچے بیٹھنے کے نتیجے میں وہ دیوار سے لگ کر کرچی کرچی ہو چکا تھا۔

"دیکھ لوں گی میں تمہیں چیپ انسان۔" وہ دھمکی دیتی اپنا تھیلا اٹھا کر آفس سے باہر نکل گئی۔

"اونہہ کمینہ۔ میں سیریس ہو کر بات کر رہی ہوں اور محترم ایویں فری ہوئے جا رہا تھا۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی لفٹ میں داخل ہو گئی۔

حال

"سر۔سر۔" صاعقہ کے بار بار بلانے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"ہوں۔کیا ہوا؟"

"سر۔دس بج چکے ہیں آپ کو گھر نہیں جانا۔کیا آپ کے گھر سے دو بار کال آ چکی ہے۔"

"دس بج گئے۔" وہ غائب دماغی سے بولا۔

"جی سر۔سارا اسٹاف جا چکا ہے میں بھی ابھی جانے لگی ہوں۔"

"ہوں۔ٹھیک ہے تم جاؤ۔" وہ لمبی سی سانس لیتا کھڑا ہوا۔

"جی۔" صاعقہ سر ہلاتی آفس سے نکل گئی۔

الحان نے چیئر کی بیک سے کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالا، سیل اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر آفس سے نکل آیا۔آج پھر ایک اور دن اس نے عیبہ کی ذات اور اپنے ماضی میں گم ہو کر گزار دیا تھا۔

تیری یادیں کمال کرتی ہیں
میرا جینا محال کرتی ہیں

http://sohnidigest.com

وہ جب لاؤنج میں داخل ہوا تو ابیرہ ٹہلتی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ الحان کو اندر آتے دیکھ کر وہ جلدی سے اس کی طرف آئی۔

"اتنی دیر کر دی آپ نے۔ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ سیل بھی آف تھا آپ کا۔" وہ بے چینی سے اسے دیکھتی بولی۔

"بزی تھا آفس میں۔ تم بھی سو جایا کرو۔ میرا انتظار مت کیا کرو۔" وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں جب تک آپ گھر نہیں آتے مجھے نیند نہیں آتی ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

ابیرہ کی بات پر الحان ٹائی کھینچتا اس کی طرف مڑا۔

"کیوں نہیں آتی ہے تمہیں نیند؟"

"مجھے فکر رہتی ہے آپ کی۔" وہ منمنائی۔

"مت کیا کرو میری فکر۔ اب سو جاؤ جا کر میں گھر آ چکا ہوں۔" وہ اکھڑے لہجے میں کہتا کمرے کی بجائے اپنی اسٹڈی میں چلا گیا۔

ابیرہ نے افسردگی سے اس کی پشت کو دیکھا اور سر جھٹکتی کمرے کی طرف چلی گئی۔ یہ سب تو روز کی روٹین تھا جسے وہ پچھلے پانچ سال سے انتہائی تحمل سے برداشت کرتی آ رہی تھی۔

"چائے لاؤں؟" نمیرہ نے محتشم سے پوچھا جو کنپٹی دباتے لیپ ٹاپ کی سکرین کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہوں۔ تم سوئی نہیں ابھی۔" وہ چونک کر بولا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"نیند نہیں آ رہی تھی۔"

"نیند کیوں نہیں آ رہی تھی۔" محتشم نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھایا۔

”پتہ نہیں۔“

”کسے پتہ ہے؟“

”پتہ نہیں۔“ وہ خفگی سے کہتی اس کی طرف مڑی۔

”ڈھائی بج گئے ہیں۔“

”تو......؟“

”سونا نہیں ہے کیا آپ کو؟“

”تم بھی تو جاگ رہی ہو۔“

”میں جاگ رہی ہوں پر آپ کی طرح دماغ نہیں لڑا رہی اس لیے بند کریں یہ اور چل کر آرام کریں۔ صبح پھر انہی کاموں میں بزی ہو جائیں گے۔“ وہ فکرمندی سے بولی۔

”ابھی تو چائے کا پوچھ رہی تھی تم اور اب جا کر سونے کا کہہ رہی ہو۔“ محتشم مسکرایا۔

”اب چائے پئیں گے تو پھر بالکل بھی نیند نہیں آئے گی اس لیے اٹھیں اور چل کر سوئیں اب۔“ نمیرہ نے کہتے ہوئے اس کا لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کیا اور کھڑی ہو گئی۔

”تم چلو میں آ رہا ہوں۔“ وہ مسکرا کر کہتا لیپ ٹاپ اٹھا کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”ہوں، جلدی آئیے گا۔“ نمیرہ سر ہلاتی کمرے کی طرف چلی گئی۔

الحان اس وقت آفس میں بزی تھا جب اس کا سیل وائبریٹ ہوا۔ ڈیڈ کالنگ لکھا دیکھ کر اس نے نا چاہتے ہوئے بھی کال اوکے کی۔

”ال۔ حان۔ بیٹا۔ کہاں ہو۔ کیسے ہو؟“ دوسری طرف ملک سلطان اٹک اٹک کر بمشکل بولے۔

”کیوں فون کیا؟“ وہ اکھڑا سا بولا۔

”ال۔ حان۔ بیٹا۔“

”پلیز ڈیڈ۔ میں بزی ہوں جو بھی کہنا ہے جلدی کہیں۔“

''گھر۔گھر کب۔کب چکر۔لگاؤ گے۔'' وہ آہستگی سے بولے۔

''کون سے گھر؟''

''ال۔حان۔''

''ابھی کچھ دن تک نہیں آسکتا بزی ہوں۔'' الحان نے تیزی سے کہہ کر کھٹاک سے کال بند کی اور سر چیئر کی بیک سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔

''کب ختم ہوگی یہ اذیت؟'' وہ دل گرفتگی سے آنکھیں بند کیے سوچ رہا تھا۔

''فاصلے تو تقدیر میں لکھے ہیں

ورنہ۔

ہم تو مرنا بھی اس کی بانہوں میں چاہتے تھے۔''

ماضی

ہاشم عباسی جب گھر میں داخل ہوئے تو عیبہ کو بے چینی سے ٹہلتے پایا۔

''کیا ہوا؟ تم سوئی نہیں اب تک؟'' وہ حیرانگی سے وال کلاک پر نظر ڈالتے اس سے مخاطب ہوئے۔

''آپ کا انتظار کر رہی تھی۔''

''کیا ہوا خیریت؟''

''مجھے دفتر سے ٹرمینیٹ کر دیا گیا ہے بابا اور یہ سب آپ کے بیسٹ فرینڈ ملک سلطان صاحب کا کیا دھرا ہے۔'' وہ خفگی سے بولی۔

''میرا بیسٹ فرینڈ تمہارا ابھی کچھ لگتا ہے۔''

''فی الحال تو وہ مجھے اپنے سب سے بڑے دشمن ہی لگتے ہیں۔'' وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

ہاشم اس کی شکل دیکھ کر مسکرا دیئے۔

''اچھا ہوا ملک نے یہ کر دیا ورنہ مجھے کرنا پڑتا یہ سب۔''

"بابا! آخر آپ لوگوں کو مسئلہ کیا ہے میری جاب سے۔" وہ اکتائی۔

"مسئلہ جاب سے نہیں۔ جاب میں جو فرائض تم انجام دے رہی ہو اس سے ہے۔"

"کیا میں غلط کر رہی ہوں؟"

"غلط نہیں تو ٹھیک بھی نہیں یہ سب۔" ہاشم بیٹی کی اتری شکل دیکھ کر دھیمے پڑے۔

"آپ جانتے ہیں ملک صاحب پر کروڑوں، اربوں کے لحاظ سے ٹیکس عدم ادائیگی کے ثبوت ہیں میرے پاس۔ اس کے علاوہ وہ بہت سی اِل لیگل لین دین میں بھی ملوث ہیں۔ بلکہ عام الفاظ میں وہ ایک مکمل کرپٹ انسان ہیں۔" وہ دانت رگڑ کر بڑبڑائی۔

"بہتر ہے تم ان ثبوتوں کو آگ لگا دو کیونکہ تم ان ثبوتوں کے ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتی ہو۔ اس ملک میں ہر دوسرا بزنس مین یہی سب کر رہا ہے۔ تم کس کس کو روکو گی؟"

"جس جس کو روک سکی، روکوں گی؟" وہ پرعزم تھی۔

"تم دیکھ چکی ہو عیبہ، تم کچھ نہیں کر سکتی۔ پچھلے چھ ماہ میں وہ تمہیں دو جگہوں سے ٹرمینیٹ کروا چکا ہے۔ اب تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوگا بہتر ہے تم اس ملک کا لوٹا خزانہ لوٹانے کی بجائے اپنے فیوچر کا سوچو۔ میں چاہتا ہوں تمہاری شادی کر دوں۔ نکاح تو ہو چکا ہے اب باقاعدہ طور پر تمہیں احان کیساتھ رخصت کر کے اس فرض سے فارغ ہو جاؤں۔" وہ سمجھانے کے انداز میں اس کا کندھا تھپک کر بولے۔

عیبہ نے پرشکوہ نظروں سے باپ کو دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟"

"آپ اور آپ کے دوست دو لوگ ہی تو ہیں اس پورے شہر میں جو صحیح کہتے اور کرتے ہیں باقی تو سب فیک ہیں۔" وہ خفگی سے کہہ کر پاؤں پٹختی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ ہاشم نے بے بسی سے بیٹی کو دیکھا۔ وہ چاہ کر بھی اس معاملے میں اسے سپورٹ نہیں کر سکتے تھے۔

دونوں رشتے ہی عزیز تھے۔ ایک طرف بیٹی تھی تو دوسری طرف جگری یار تھا۔ وہ کسے سپورٹ کرتے؟

عیبہ اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

''بابا نے ٹھیک کہا تھا وہ تیسری جگہ سے بھی مجھے یونہی نکلوا دیں گے۔ پھر اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ چھوڑوں گی تو نہیں میں آپ کو ملک صاحب اور نہ ہی آپ کے اس چمچے احمد سیال کو۔'' وہ غصے سے بڑبڑاتی ٹہلتی جا رہی تھی۔

''مگر اس دفعہ مجھے جو بھی کرنا ہے خاموشی سے کرنا ہے۔ ثبوت تو ہیں ہی میرے پاس بس کسی پاورفل بندے کی سپورٹ مل جائے مجھے۔ پر یہ پاورفل بندہ ملے گا کہاں سے۔'' وہ سوچتی ہوئی جلے پیر کی بلی بنی چکر پے چکر کاٹتی جا رہی تھی۔

''کون۔ کون۔ کون؟''

''اوہ یس۔'' وہ نعرہ لگاتی اچھل کر کاؤچ پر بیٹھی۔

اس کے چہرے پر امڈتی روشنی پتہ دے رہی تھی کہ اسے پاورفل بندہ مل چکا ہے۔

❀......❀......❀

ہارون لاؤنج میں بیٹھا راعنہ کے سیل پر گیم کھیل رہا تھا جب عیبہ لاؤنج میں آئی۔

''کیا کر رہے ہو؟'' وہ نارمل انداز میں پوچھتی قریبی صوفے پر بیٹھی۔

''گیم کھیل رہا ہوں آپ کو کم نظر آنے لگا ہے کیا؟'' وہ پٹاخ سے جواب دے کر پھر سے گیم کھیلنے لگا۔

''اونہہ۔ بدتمیز۔'' عیبہ نے دل میں سوچا مگر ہارون کو صرف مسکرا کر ہی دیکھا۔

''تمہارے لیے پاستا بناؤں؟''

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔'' وہ جلدی سے سیدھا ہو بیٹھا۔

''مطلب پرست لالچی انسان۔'' عیبہ مسکرا کر سر ہلاتی اور دل میں بڑبڑاتی کچن کی طرف چلی گئی۔

اس کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ اب بس آگے بھی ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ اس نے سوچا تھا تو کیا ہی بات ہوتی۔

❀......❀......❀

”کیا بات ہے یار! آجکل تمہاری طرف سے کافی خاموشی سی ہوگئی ہے۔“ ہاشم عباسی نے مسکراتے ہوئے ملک سلطان کو چھیڑا جو کپ منہ سے لگائے چائے کا گھونٹ لے رہے تھے۔

”خاموشی تو تمہاری طرف سے بھی ہے مگر مجھے یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی ہے۔“ وہ مشکوک سے بولے۔

”ہاہاہاہا۔نہیں ایسی کوئی بات نہیں وہ گھر پر ہی ہوتی ہے آجکل۔“ ہاشم عباسی اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے بولے۔

”حیرت ہے۔عیبہ بی بی چین سے کیسے بیٹھی ہیں۔مجھ سے بھی کوئی باز پرس کرنے نہیں آئی۔“ ملک صاحب نے کپ ٹیبل پر رکھتے حیرانگی ظاہر کی۔

”میں نے کہا ہے اب اپنے فیوچر کا سوچے اور تم سے بھی یہی بات کرنے آیا ہوں ملک۔اب ہمیں باقاعدہ طور پر شادی کر دینی چاہیے دونوں کی۔“

”بالکل۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بھئی جب تم کہو۔“ ملک سلطان کندھے اچکا کر بولے۔

”تو پھر الحان سے بات کر کے کوئی ڈیٹ فائنل کر لیتے ہیں۔“

”اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔وہ کون سا منع کرے گا۔تم بھابھی اور عیبہ سے مشورہ کر کے کوئی سی بھی ڈیٹ فائنل کر کے بتا دینا۔ہم باپ بیٹا تیار ہیں۔“ وہ مسکرا کر کہتے سگار کا کش لینے لگے۔

”ہوں۔تو پھر ٹھیک ہے، میں راعنہ اور عیبہ سے بات کرتا ہوں اگلے ماہ تک کی کوئی ڈیٹ فائنل کر لیتے ہیں۔“ ہاشم عباسی بھی ریلیکس ہوتے سگار کے کش لینے لگے۔

✿......✿......✿

عیبہ نے پاستا بنا کر وہیں کچن میں کھڑے ہی ہارون کو آواز لگائی۔ہارون اس کی آواز پر راعنہ کا سیل ٹیبل پر رکھ کر کچن کی طرف بھاگا۔

”بیٹھو۔“ عیبہ نے چیئر گھسیٹ کر ہارون کو بٹھایا اور پاستے کا باؤل اس کے سامنے رکھا۔

”کھا کر بتاؤ کیسا بنا ہے؟“

"آپ کے ہاتھ کا پاستا ہے اویئسلی لذیذ ہی ہوگا۔"

"ہوں۔تم انجوائے کرو میں ابھی آتی ہوں۔" عنیبہ مسکرا کر کہتی کچن سے باہر نکل آئی۔اب وہ تیز قدموں سے لاؤنج کی طرف جا رہی تھی تا کہ راعنہ کے سیل تک رسائی حاصل کر سکے۔

حال

"محتشم! آپ کتنے بجے تک آئیں گے آج؟" عنیبہ نے آئینے کے سامنے اسے کوٹ پہننے میں مدد دیتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں آج کچھ خاص ہے کیا؟" محتشم نے کف لنکس بند کرتے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"نہیں کچھ خاص نہیں ہے بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

"ہوں۔عنیبہ۔"

"جی۔" وہ پرفیوم کی شیشی محتشم کو پکڑاتے بولی۔

"آج میں جلدی آؤں گا ڈنر باہر کریں گے تمہاری کوئی اور پلاننگ ہے تو بتا دو؟" وہ پرفیوم اسپرے کرتا بولا۔

"نہیں میری کوئی پلاننگ نہیں ہے۔"

"فائن۔پھر ریڈی رہنا میں سات بجے تک آجاؤں گا۔"

"جی۔" عنیبہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں چلتا ہوں اب ٹیک کیئر آف یور سیلف۔" محتشم نے ہر روز کی طرح یہ فقرہ دہرایا اور اسے ساتھ لگا کر ماتھے پر بوسہ دیتا باہر نکل گیا۔

عنیبہ نے بند دروازے کو دیکھا جہاں سے ابھی محتشم نکل کر گیا تھا اور اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو افسردگی سے دیکھتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"مجھے معاف کر دیں محتشم۔میں نے آپ کیساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔میری ذات سے آپکو دکھوں کے

سوا کچھ بھی نہیں ملا۔" وہ بیڈ پر اوندھے منہ گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ہماری ذات ادھوری رہ گئی

کسی کا کھیل پورا ہو گیا

"کیا ہوا ہے، اتنی چپ چپ سی کیوں ہو؟ محتشم نے عیبہ کو خاموشی سے ونڈو پین سے باہر جھانکتے دیکھ کر پوچھا۔

وہ دونوں اس وقت ڈنر کرنے ریسٹورانٹ آئے تھے۔

"نہیں، کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" وہ اداسی سے مسکرا دی۔

"کیا اتنے سال کافی نہیں سب کچھ بھلانے میں؟"

"آپ بھول چکے ہیں کیا؟" عیبہ نے الٹا اس سے سوال پوچھا۔

"بھولا نہیں تو یاد بھی نہیں کرتا تمہاری طرح۔"

"میں بھول چکی ہوں سب کچھ۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"آر یو سیریس؟" محتشم نے چبھتے ہوئے طنز کیا۔

"آپ خفا ہو رہے ہیں۔"

"تو اور کیا کروں؟" اس نے ابرو اچکائے۔

"آئی ایم سوری۔" عیبہ آہستگی سے منمنائی۔

"مجھے تمہارے excuses کی ضرورت نہیں ہے عیبہ۔ تم سمجھتی کیوں نہیں ہو آخر کہ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے۔"

"میں آپ کیساتھ ہوں۔" وہ مسلسل ٹیبل پر انگلی سے لکیریں کھینچ رہی تھی۔

"نہیں، ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے نہیں ہیں۔ اینڈ یو نو ڈیٹ ویری ویل۔" وہ تھوڑا لاؤڈ ہوا جو اس کے مزاج کے برخلاف تھا۔ عیبہ نے اردگرد دیکھتے ہوئے محتشم کے

ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

”ہم پبلک پلیس پر ہیں محتشم۔“

محتشم ایک خفا نظر اس کے اداس چہرے پر ڈال کر باہر دیکھنے لگا۔

”آئی ایم سوری اینڈ آئی لو یو محتشم۔“ عنیبہ نے اسے سنجیدہ اور تکلیف دہ تاثرات سے باہر دیکھتے پا کر آہستگی سے کہا۔اس کی بات پر محتشم نے گردن گھما کر شکایتی نظروں سے اسے دیکھا یوں جیسے پوچھ رہا ہو۔

”ریئلی یو لو می؟“

عنیبہ نے اس کی آنکھوں میں نظر آتے سوال کو پڑھ کر نظریں چرا لیں۔

۞......۞......۞

”الحان۔“

”الحان۔“ ابیرہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پکارا۔

”ہوں۔کیا ہوا۔کچھ کہا تم نے۔“ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

”آپ۔آپ اس طرح سے کیوں بیٹھے ہیں طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔“ وہ فکرمندی سے پوچھتی الحان کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھی۔

کیا تھی وہ انسان یا کوئی اور مخلوق جس پر کوئی رویہ کوئی لہجہ اثر نہیں کرتا تھا۔الحان کی بے رخی کے باوجود وہ ہر گھڑی اس کے لیے فکرمند رہتی تھی۔وہ ابیرہ کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

”کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔“ وہ کنفیوز ہوئی۔

”کچھ نہیں۔“ الحان سر جھٹکتا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

”اذان کہاں ہے؟“

”ڈرائنگ روم میں۔اس کا ٹیوٹر آ گیا ہے۔“

”ہوں۔“ الحان نے اثبات میں سر ہلایا۔

”چائے لاؤں آپ کے لیے۔“ ابیرہ نے اس کے تھکے تھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ چائے نہیں ایک کپ کافی بھجوا دو اسٹڈی میں۔“ وہ آہستگی سے کہتا اٹھ کر اندر کی جانب چلا گیا۔
”نجانے کب تک یہ سب سہنا ہے مجھے۔“ ایرہ تلخی سے سوچتی اٹھ کر الحان کے لیے کافی بنانے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

ماضی

عیہمہ نے لاؤنج میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور آہستگی سے ٹیبل پر پڑا راعنہ کا سیل اٹھایا۔
صد شکر کہ سیل ان لاکڈ تھا۔ اس نے جلدی جلدی کانٹیکٹ لسٹ اوپن کی اور اپنا مطلوبہ نمبر ڈھونڈنے لگی۔
نمبر ملتے ہی اس نے جلدی سے جینز کی پاکٹ سے اپنا سیل نکال کر ان لاک کیا اور ڈائکر میں راعنہ کے سیل کے پندرھویں نمبر پر لکھا سیل نمبر اپنے موبائل کی لسٹ میں فیڈ کر کے احتیاط سے سیل واپس ٹیبل پر رکھا اور آہستگی سے مڑتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔
اپنی پلاننگ کے مطابق وہ اس پاورفل بندے کا نمبر حاصل کر چکی تھی۔

محتشم لیپ ٹاپ سامنے رکھے اس کی سکرین کو گھور رہا تھا جب اس کا سیل وائبریٹ ہوا۔ منہ میں آئی گالی کو منہ میں ہی دبا کر اس نے بیزاری سے سیل کو دیکھا جس پر کوئی **unknown** نمبر جگمگا رہا تھا۔
ایک نظر پھر سے سکرین کو دیکھ کر اس نے کال اوکے کی اور سیل کان کو لگایا۔
”ہیلو۔ محتشم ابراہیم اسپیکنگ!“
”السلام علیکم۔“
انجانی نسوانی آواز میں سلام کو سن کر اس نے سیل کان سے ہٹا کر غور سے سیل دیکھا یوں جیسے سیل سے پوچھ رہا ہو کیا واقعی تم سے ہی نسوانی آواز ابھری ہے۔
”ہیلو۔ ہیلو۔“ دوسری طرف عیہمہ پریشانی سے ہیلو ہیلو بول رہی تھی کہ کہیں کال تو ڈراپ نہیں ہو گئی۔
”جی فرمائیں، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

''اوہ۔ کیا یہ مجھے پہچان گیا ہے؟ مگر کیسے میں تو بس ایک، دو دفعہ ہی اس سے ملی ہوں۔''

''محترمہ کیا آپ نے میری سانسوں کی آواز سننے اور اپنی سنانے کے لیے فون کیا تھا۔'' وہ دوسری طرف کی خاموشی پر چڑ کر بولا۔

''نن۔ نہیں۔ آپ محتشم ابراہیم بات کر رہے ہیں؟''

اس کی بات پر محتشم کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ کال کے شروع میں ہی تو وہ بتا چکا تھا اور وہ ابھی بھی پوچھ رہی تھی۔۔۔

''جی بالکل میں محتشم ابراہیم ہی بات کر رہا ہوں۔ آپ کو کوئی شک ہے کیا؟'' وہ دانت رگڑتا طنزیہ بولا۔

''جی۔ وہ۔ وہ میں عیبہ بات کر رہی ہوں۔'' وہ زبان تر کر کے بولی۔ وہ کنفیوز ہو رہی تھی پر کیوں وہ اپنی حالت پر خود حیران تھی۔

''کون عیبہ؟'' دوسری طرف سے حیرانگی سے پوچھا گیا۔

''عیبہ عباسی۔ ہاشم عباسی کی سگی اور راعنہ عباسی کی سوتیلی بیٹی۔'' وہ جلدی جلدی تعارف کروانے لگی۔

''اوہ۔ ہ۔ ہ۔ تو یوں کہیں کہ آپ میری سوتیلی بھانجی اور سگی بھتیجی بات کر رہی ہیں۔'' محتشم اس کے تعارف پر مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''آپ میرے بابا کے کزن ہیں اور راعنہ آنٹی کے بھائی ہیں۔ یہی رشتے کافی ہیں فی الحال۔'' وہ جان گئی تھی وہ ڈفر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''چلیں یوں ہی سہی، پر کیا اب آپ بتانا پسند کریں گی کہ مجھے یعنی اپنے دور۔ ر۔ رر۔ کے رشتے دار کو کیوں یاد کیا۔'' محتشم شرارت سے بولا۔

''مجھے آپ کو مبارکباد دینی تھی۔'' وہ فٹ سے بولی۔

''مبارکباد۔ مگر کس چیز کی؟'' وہ حیران سے زیادہ پریشان ہوا۔

''آپ کے سول سروسز جوائن کرنے کی۔''

''اوہ۔ ہ۔ ہ۔'' محتشم نے لمبا سا اوہ کیا۔ ''اتنی جلدی کیسے یاد آ گیا کچھ سال اور رک جاتیں تا کہ ریٹائرمنٹ

کا افسوس بھی ساتھ ہی ہو جاتا۔" وہ اپنی گردن کو ورزش کے انداز میں ادھر ادھر کرتا بولا۔

"اوف۔ف۔ف۔کس قدر ڈفر بندہ ہے یہ بالکل بھی سیریس نہیں۔" نجیبہ نے سوچا۔

"کیا ہوا نجیبہ عباسی۔آپ چپ کیوں ہو گئیں؟"

"اصل میں میری آپ سے ملاقات نہیں ہوئی ورنہ پہلے دے دیتی۔" وہ وضاحت دینے لگی۔

"اٹس اوکے۔کوئی بات نہیں مجھے بھی جوائننگ دیئے ابھی صرف ڈیڑھ سال ہی ہوا ہے بس۔" وہ بمشکل اپنی ہنسی دبا رہا تھا۔

"اونہہ۔ایڈیٹ۔اسٹوپڈ۔ڈفر۔" نجیبہ اسے دل میں جی بھر کر کوس کر بولی۔

"آئی ایم سوری فار لیٹ۔"

محتشم سمجھ نہیں پا رہا تھا آخر اس نک چڑی نے فون کیوں کیا ہے۔

اصل میں راعنہ کے گھر والے نجیبہ کو نک چڑھی کہتے تھے ایک تو وہ ہر کسی سے گھلتی ملتی نہیں تھی اور اگر کوئی غلطی سے اسے مخاطب کر لیتا تو یوں جواب دیتی جیسے اگلے بندے پر احسان کر رہی ہو۔اس لیے وہ سب اسے نک چڑھی کہتے تھے۔

"تو نیڈ یور ایکسکیوز،اٹس اوکے اینڈ ناؤ لیٹ می ٹیل وائے ڈیو کال می دس ٹائم۔" وہ وال کلاک پر بجتے بارہ کو دیکھتا بولا۔

"واقعی یہ سول سروسز والے بہت چالاک ہوتے ہیں۔" وہ سوچتی گلا کھنکار کر بولی۔

"ایکچوئیلی مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے محتشم ابراہیم۔"

"جی کریں،میں سن رہا ہوں۔"

"وہ اصل میں مجھے آپ کی ہیلپ چاہیے۔"

"نجیبہ!آپ جو بھی کہنا چاہتی ہیں کھل کر کہیں پلیز۔"

"آئی ہوپ کہ یہ بات ہم دونوں کے بیچ ہی رہے۔" وہ پھر سے آدھی بات کر کے خاموش ہوئی۔

"آپ کوئی بات کریں گی تو ہی میں آپ کو یقین دہانی کروا سکوں گا اس بارے میں۔" اب کہ وہ بیزاری

سے بولا۔

''وہ مجھے آپ سے ملک سلطان کے بارے میں بات کرنی ہے۔'' عیبہ نے آہستگی سے کہتے ہوئے اسے اے ٹو زی ساری بات بتادی۔ملک صاحب کی کرپشن سے لے کر اپنی جاب کی اور اپنے پاس موجود ثبوتوں کی بھی۔

''مگر میں اس کرپشن کیس میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟''

''آپ خود نہیں کر سکتے تو اپنے کسی کا نٹیکٹس کے تھرو کروا تو سکتے ہیں۔''

''عیبہ۔ایکچو لی۔'' وہ منع کرنے ہی والا تھا کہ عیبہ بول پڑی۔

''پلیز محتشم ابراہیم آئی نیڈ یور ہیلپ۔'' وہ ملتجی ہوئی۔

''ہوں۔ں۔ں۔اوکے میں کچھ کرتا ہوں۔'' چند منٹ کی خاموشی کے بعد محتشم نے رضامندی دی۔

''تھینکس۔میرا نام بیچ میں مت آئے محتشم ابراہیم۔آئی تھنک سو نیکسٹ منتھ تک میری رخصتی متوقع ہے الحان ملک سے۔''

''ہوں۔ڈونٹ یو وری آپ کا نام کہیں بھی نہیں آئے گا بس آپ مجھے وہ ڈاکومینٹس میل کر دیں باقی میں خود ہینڈل کر لوں گا۔''

''تھینک یو سو مچ محتشم ابراہیم۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''یو ویلکم عیبہ عباسی۔'' وہ بھی مسکرایا۔

''میں فون بند کرتی ہوں پھر بات ہوگی۔''

''جی ضرور۔'' وہ زور زور سے گردن ہلا کر بولا۔

''خدا حافظ۔ ذ ذ

''خدا حافظ۔'' محتشم نے آہستگی سے کہہ کر سیل کان سے ہٹایا اور مسکراتا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

محتشم ابراہیم راعنہ ابراہیم جو اَب راعنہ عباسی ہو چکی تھی کا تیسرے نمبر کا بھائی تھا۔بڑے دو بھائی شادی

شدہ تھے اور جوائنٹ بزنس کو سنبھالے ہوئے تھے جبکہ محتشم نے اپنے مرحوم والد صفدر ابراہیم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سول سروسز جوائن کی تھی۔اپنے شوق کے پیش نظر اور اپنی محنت کے بل بوتے پر ہی وہ یہاں تک پہنچ پایا تھا کیونکہ صفدر ابراہیم تو اس کی اسٹڈی کے دوران ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے تھے اس لیے کسی سفارش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔وہ واقعی ایک قابل اور ہونہار اسٹوڈنٹ تھا۔اس نے اپنی تعلیمی کارکردگی سے ثابت کر دکھایا تھا اور اب اپنی ذہانت کے بل بوتے پر ہی وہ سی ایس ایس کلیئر کر کے بیوروکریسی کے فیلڈ میں اپنی صلاحیتیں دکھا کر اپنے ساتھی آفیسرز کو امپریس کر رہا تھا۔

محتشم اپنی جاب کی وجہ سے لاہور میں رہائش پذیر تھا جبکہ باقی فیملی اسلام آباد میں تھی یوں وہ ماہ ڈیڑھ ماہ بعد اسلام آباد کا چکر لگا لیتا تھا۔

سارے بہن بھائی شادی شدہ اور اپنی فیملی لائف میں سیٹلڈ تھے سوائے محتشم کے۔جسے کوئی لڑکی ہی پسند نہیں آتی تھی۔جب کبھی وہ سب گھیر گھار کر اسے اس کی پسند پوچھتے تو وہ اپنی من پسند لڑکی میں وہ وہ خوبیاں گنواتا جو کم از کم آجکل کے زمانے میں چراغ اور دیوں کی مدد سے بھی نہیں ڈھونڈی جا سکتی تھی جس پر وہ سب چڑ کر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر خاموش ہو جاتے اور محتشم اپنی جان بخشی پر دل سے شکر بجا لاتا بیچلرز لائف انجوائے کر رہا تھا۔

حال

عیبہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی گیلے بال پشت پر بکھرے تھے وہ ٹاول اسٹینڈ پر لٹکا کر آئینے کے سامنے آئی اور برش اٹھا کر بال سلجھانے لگی جب آہستگی سے دروازہ کھول کر محتشم اندر آیا۔

وہ محتشم کو دیکھتی برش ٹیبل پر رکھتی پلٹ کر اس تک آئی۔

"السلام علیکم۔آج آپ جلدی آ گئے۔"

"ہوں۔" محتشم نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا اور شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول کر ٹائی ڈھیلی کی۔

"کیوں میں جلدی نہیں آ سکتا کیا؟"

''آسکتے ہیں میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا پچھلے پورے ویک سے آپ لیٹ آرہے ہیں۔'' وہ خفگی سے بولتی واپس آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

محتشم اس کی خفگی پر مسکراتا ہوا روم فریج کی طرف بڑھا۔ پانی کی بوتل نکال کر منہ کو لگائی اور پی کر بوتل واپس فریج میں رکھتا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

''محترمہ عیبہ عباسی صاحبہ۔ میری دور۔ر۔رکی رشتے دار مجھ سے خفا ہو چکی ہیں کیا؟'' وہ بازو سینے پر باندھ کر مصنوعی سنجیدگی سے بولا۔ اس کی بات پر عیبہ بے اختیار مسکرا دی۔

وہ اکثر عیبہ کو دور کی رشتے دار کہہ کر چھیڑتا تھا۔

''ہنستی رہا کرو اچھی لگتی ہو۔'' وہ آئینے میں نظر آتے عیبہ کے عکس کو دیکھتے بولا۔

''آپ بھی ہنس لیا کریں کوئی پابندی نہیں ہے آپ پر۔'' وہ مسکراہٹ روکتی بولی۔

''میں مسکرا کر کیا کروں گا۔ میری مسکراہٹ کون سا تمہیں اچھی لگتی ہے۔'' وہ صوفے کی طرف جاتا بولا۔

''ہر بار کہنا ضروری تو نہیں ہوتا محتشم۔ میں کئی بار تو آپ سے کہہ چکی ہوں مجھے آپ کی مسکراہٹ بہت اچھی لگتی ہے۔''

''لیکن میں چاہتا ہوں تم بار بار مجھ سے یہ سب کہتی رہا کرو۔''

''آپ کی مسکراہٹ مجھے بہت اچھی لگتی ہے محتشم ابراہیم پلیز مسکرا دیں۔'' وہ محتشم کے سامنے جا کر شرارت سے بولی۔

اس کی شرارت پر وہ کھل کر مسکرا دیا۔

''اور تم جانتی ہو تم مجھ سے یہ سب کہتی ہوئی مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہو۔'' وہ مسکراہٹ دباتا اس کی طرف بڑھا۔

محتشم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر عیبہ کھلکھلاتی ہوئی جلدی سے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

''آپ چینج کر لیں میں چائے لاتی ہوں ابھی۔'' وہ مسکرا کر کہتی کمرے سے نکل گئی۔

محتشم چند منٹ اس کی کھلکھلاہٹ میں ڈوبا رہا۔ عیبہ بہت کم اس طرح کھلکھلا کر ہنستی تھی اور جب ہنستی تھی تو

محتشم کو لگتا تھا وہ واقعی دل سے زندہ ہے۔

''الحان! کل اذان کے سکول میں رزلٹ ڈے ہے آپ کل جائیں گے ناں ساتھ۔'' وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا جب ایبرہ نے پوچھا۔

''میں بزی ہوں کل، تم چلی جانا۔'' وہ اپنی چیزیں بریف کیس میں رکھتا مصروف سا بولا۔

''اذان کا پہلا رزلٹ ہے الحان! تھوڑا سا وقت نکال لیجیے گا پلیز۔''

''وعدہ نہیں کرتا کوشش کروں گا تم ڈرائیور کیساتھ چلی جانا میں وہیں آنے کی کوشش کروں گا۔''

''جی ٹھیک ہے۔'' ایبرہ کے لیے اس کی رضامندی ہی کافی تھی۔

وہ سر ہلاتی ناشتہ لگوانے کمرے سے نکل گئی۔

الحان جب ڈائننگ ٹیبل پر آیا تو ایبرہ اذان کو دودھ پلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر گلاس پیچھے کر دیتا۔

''گڈ مارننگ ایوری ون۔'' الحان نے بیٹے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''گڈ مارننگ پاپا۔''

''کیا ہوا بھئی۔ دودھ کیوں نہیں پی رہے؟''

''پاپا مجھے نہیں پینا یہ ماما روز ہی پلاتی ہیں مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' وہ منہ بنا کر بولا۔

''ایسے نہیں کہتے میری جان۔ اٹس ویری امپورٹنٹ فار یور ہیلتھ۔ سو ماما کو تنگ مت کرو اور جلدی سے پورا گلاس فنش کرو۔''

''فائن۔ ماما کو کہیں اس کے بعد وہ مجھے آئس کریم دیں گی۔''

''آج آئس کریم نہیں ملے گی اذان۔ گلا خراب ہے آپ کا۔'' ایبرہ نے تنبیہ کی۔

''پاپا۔'' وہ بے سرا منہ بناتا الحان کو دیکھ رہا تھا۔

''پہلے جلدی سے دودھ فنش کرو پھر آئس کریم ملے گی۔''

"اوکے۔" وہ باپ کی بات پر خوشی سے سرہلاتا ابیرہ کے ہاتھ سے گلاس لے کر پینے لگا۔ابیرہ اسے دودھ پیتے دیکھ کر مطمئن سی الحان کے لیے چائے بنانے لگی۔

الحان ناشتہ کر کے اذان کے سر پر بوسہ دیتا اور ابیرہ کو اسے تھوڑی سی آئس کریم دینے کی سفارش کرتا آفس کے لیے نکل گیا۔

٭......٭......٭

ماضی

عیبہ محتشم سے بات کرنے کے بعد کافی ریلیکسڈ تھی۔وہ جانتی تھی کام بھی ہو جائے گا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوگی۔

مگر وہ غلط تھی۔

اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ پڑی میگزین پڑھنے کیساتھ نصرت فتح علی خان کی آواز میں "آفریں آفریں" انجوائے کر رہی تھی جب اس کے سیل کی ٹون نے بے ہنگم شور برپا کر دیا۔

انتہائی فضول اور شور مچانے والی ٹون سیٹ کر رکھی تھی اس نے اپنے سیل پر، یہی ٹون اگر کسی اور کے سیل پر لگی ہوتی تو وہ اس بندے کو سو باتیں سناتی مگر یہ تو اپنا سیل اور اپنی ٹون تھی سو ریلیکس اینڈ چِل!

اس نے سیل کی سکرین پر بلنک کرتے نام کو دیکھ کر کال کاٹ دی۔

ایک بار، دو بار، تین بار مگر وہ بندہ اس سے بھی زیادہ ڈھیٹ تھا۔وہ جانتی تھی اس لیے ریموٹ اٹھا کر میوزک کا والیم کم کیا اور کال اوکے کر کے سیل کان سے لگایا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" وہ بے زاری سے بولی۔

"مسئلہ میرے ساتھ نہیں تمہارے ساتھ ہے مس عیبہ عباسی جو بار بار کال کاٹ رہی ہو۔" دوسری طرف الحان ملک غصے سے بولا۔

"مجھ پر رعب مت ڈالا کرو کتنی دفعہ کہا ہے۔میں تمہاری رعایا نہیں ہوں سمجھے۔"

"رعایا نہیں ہو پر بیوی تو ہو ناں اور رعب بیوی پر بھی ڈالا جا سکتا ہے مسز عیبہ ملک۔"

''عیبہ عباسی۔ سمجھے عیبہ عباسی کہو مجھے۔'' وہ تیزی سے بات کاٹ کر چیخی۔

''بھول گئی ہیں تو یاد کروا دیتا ہوں میڈم۔ پورے چھ ماہ قبل آپ اپنے جملہ حقوق میرے نام منتقل کر چکی ہیں سو اس لیے اب آپ عیبہ عباسی نہیں بلکہ مسز عیبہ الحان ملک ہو چکی ہیں۔'' وہ شرارتی انداز میں بولا۔

''فضول میں میرا وقت ضائع مت کرو جس بات کے لیے فون کیا ہے وہ بتاؤ۔''

''آئی لو یو سو مچ۔ میں نے یہی کہنے کے لیے کال کی تھی۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''تم۔ تم الحان ملک کتنیوں کو بیوقوف بناؤ گے؟''

''ابھی تو ایک ہی نہیں بن پا رہی بیوقوف۔ کتنیوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ ہنسی ضبط کر کے بولا۔

''ہاں تم جتنے شریف ہو میں اچھے سے جانتی ہوں۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''پھر شک کیوں کرتی ہو سویٹ ہارٹ۔''

''مسٹر ملک اٹس انف ذرا سی بات کیا کر لو تم تو فری ہی ہو جاتے ہو۔''

''تم فری ہونے ہی کب دیتی ہو۔ قسم سے میں ترس گیا ہوں تم سے رومینٹک باتیں کرنے کو۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بیچارگی سے بولا۔

''مرو تم اپنی رومینٹک باتوں سمیت، دوبارہ مجھے فون کیا تو اچھا نہیں ہو گا سمجھے۔'' وہ غصے سے چیختی کال ڈراپ کر گئی۔

''اچھا تو ہونے والا ہے سویٹ ہارٹ آپ عنقریب بنفس نفیس ہماری ملکیت میں آنے والی ہیں اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے۔''

الحان نے مسکراتے ہوئے سیل کو ٹیبل پر رکھا اور گنگناتا ہوا واش روم چلا گیا۔ اس کا موڈ فریش ہو چکا تھا عیبہ کی پھٹکار سن کر۔

ملک سلطان نے کچھ دیر پہلے ہی الحان کو بتایا تھا کہ ہاشم عباسی جلد از جلد عیبہ کی رخصتی کرنا چاہ رہے ہیں۔ جب سے یہ خبر سنی تھی الحان کی تو مسکراہٹ ہی نہیں رک رہی تھی وہ عیبہ عباسی کی محبت میں دل و جان سے ڈوبا ہوا تھا اس کے چہرے پر یہ تحریر واضح نظر آ رہی تھی۔

آج تک نہیں دیکھا میں نے کہیں ایسا شباب
تیرے ہونٹوں کی شبنم سے ہے شرمندہ گلاب

ماضی

"آپ کا کہنا سچ تھا ملک صاحب وہ لڑکی جاب سے نکالے جانے پر واقعی پرسکون ہو کر نہیں بیٹھی ہے۔"

"مطلب؟" ملک سلطان نے بھنویں اچکاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے ٹیبل کی دوسری جانب کھڑے احمد سیال کو دیکھا۔

"مطلب، وہ اس بار بہت لمبی اڑان بھرنے کی سوچ رہی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو سیال، صاف اور سیدھی بات کرو۔" ملک صاحب احمد سیال کی پہیلیوں سے تنگ آ کر ناگواری سے بولے۔

"محتشم ابراہیم کو جانتے ہیں ناں آپ؟"

"محتشم ابراہیم۔" وہ پرسوچ انداز میں بولے۔

"جی محتشم ابراہیم۔"

"وہ جو ہاشم عباسی کا کزن اور سالا ہے وہ؟" ملک سلطان یاد آنے پر استفہامیہ بولے۔

"جی بالکل مگر وہ ہاشم عباسی کے کزن اور سالے کے علاوہ سابق کمشنر مرحوم صفدر ابراہیم کا بیٹا ہے جو باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ڈیڑھ سال سے سول سروسز میں جوائننگ دے چکا ہے۔"

"ہاں تو؟"

"تو یہ کہ حبیبہ عباسی اسی سول سرونٹ محتشم ابراہیم سے کانٹیکٹ میں ہے اور......!"

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" ملک صاحب نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

"ملک صاحب! آپ مجھے جتنی سیلری دیتے ہیں اس کے بدلے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں آپ کے لیے یہ تو بہت معمولی سا کام تھا۔" وہ فخریہ بولا۔

''ہوں۔گڈ۔کس قسم کے کانٹیکٹ میں ہے؟''

''وہ آپ کے سلسلے میں محتشم ابراہیم کی مدد لے رہی ہے۔یعنی کہ سانپ بھی مارنا چاہتی ہے اور لاٹھی بھی سلامت رکھنا چاہتی ہے۔''

''لیکن وہ کیا کر سکے گا اس کیس میں؟''

''وہ خود کوئی ایکشن نہیں لے سکتا مگر اپنے کانٹیکٹس تو یوز کر سکتا ہے ناں۔'' احمد سیال نے پتے کی بات کی۔

''لیکن کیسے کر رہی ہے وہ یہ سب۔میں نے فاروق کو عباسی ہاؤس کے گھر کے آس پاس رہنے کو اور عبیہہ کے گھر سے نکلنے پر اسے مکمل فالو کو نے کو کہا ہے مگر فاروق نے مجھے ایسی کسی ملاقات کی انفارمیشن نہیں دی ہے۔''

''جی ملک صاحب!ایسی کوئی ملاقات ہوئی نہیں پائی کہ فاروق آپ کو خبر دیتا۔''

''تو پھر؟'' وہ حیران ہوئے۔

''پھر یہ کہ محترمہ ٹیلی فونک رابطے میں ہیں۔''

''تم نے ٹریکر لگوایا ہے کیا اس کے سیل پر؟''

''نہیں ملک صاحب۔سیل پر ٹریکر نہیں لگوایا بلکہ اس کا ای میل اکاؤنٹ ہیک کر رکھا ہے۔ابھی دو دن پہلے اس نے اپنے ای میل آئی ڈی سے کچھ ڈاکومینٹس محتشم ابراہیم کی آئی ڈی پر سینڈ کیے ہیں چونکہ وہ ڈاکومینٹس لاکڈ تھے اس لیے میں دو دن کی کوشش سے بھی اوپن نہیں کر پایا لیکن اتنا جانتا ہوں وہ ڈاکومینٹس یقیناً وہی ثبوت ہی ہیں جن کو وہ بڑے دھڑلے سے آپ کے خلاف استعمال کرنے کی دھمکی دیتی تھی۔''

''تو تمہارا اس کے اکاؤنٹ کو ہیک کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔وہ ڈاکومینٹس تو محتشم ابراہیم کو مل بھی چکے ہوں گے اب تک۔'' ملک صاحب سخت بے چین نظر آ رہے تھے۔

وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اس قدر شارپ مائنڈڈ ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اب تک وہ سب پورے دھڑلے سے سامنا کرتی آئی تھی اور اب ایک دم سے پیٹھ پیچھے وار کو سن کر ملک صاحب واقعی پریشان ہو چکے تھے۔

''آپ پریشان مت ہوں ملک صاحب!میں محتشم ابراہیم کے اکاؤنٹ کو بھی ہیک کرنے کی کوشش کر رہا

ہوں۔جیسے ہی میں اس میں successful ہوا فوراً ساری ڈاکومینٹس ڈلیٹ کر دوں گا۔"

"کتنے۔کتنے دن میں کرو گے یہ سب۔" وہ بیقراری سے بولے۔

"کچھ دن لگ جائیں گے ملک صاحب۔وہ جس فیلڈ میں ہے اس فیلڈ میں بندہ اگر ایک ایماندار آفیسر ہو تو وہ کسی گھاگ شکاری کتے سے کم ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیئے مجھے ہیکینگ میں کافی محنت کرنا پڑ رہی ہے۔"

"جب تک تم اس کے اکاؤنٹ پر رسائی حاصل کرو گے تب تک وہ ان ڈاکومینٹس کو دیکھ، پڑھ اور ان پر ایکشن لینے والوں تک پہنچا بھی چکا ہو گا۔"

"آپ کے تعلقات کس دن کام آئیں گے ملک صاحب۔اس ساری سچویشن کا بہترین حل یہی ہے کہ آپ اس محتشم ابراہیم کا کی بازی اسی پر الٹ دیں۔"

"مطلب؟"

"مطلب۔ملک صاحب پیسہ لگے گا پر کچھ عرصہ وہ اپنے ہی کیس میں مصروف رہے گا۔"

"کہنا کیا چاہ رہو سیال سیدھے سے کہو۔"

"ملک صاحب! آپ اپنے کانٹیکٹس یوز کر کے محتشم ابراہیم پر کرپشن کا جھوٹا کیس بنوا دیں، زیادہ سے زیادہ بھی دو تین ماہ تو مصروف رہے گا پھر کی پھر دیکھی جائے گی۔"

"ہوں۔آئیڈیا برا نہیں ہے۔اس آئیڈیے پر میرا بہت سا پیسہ برباد ہو گا جو اس لڑکی کی وجہ سے پہلے بھی بہت ہو چکا ہے مگر میں یہ سب سود سمیت وصول بھی کروں گا تم سے عیبہ عباسی۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائے۔

"ہاشم عباسی کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اب تک کی چھوٹ کافی تھی مگر اب نہیں۔اب اور نہیں!" ملک سلطان نے دل میں عیبہ عباسی سے ہم کلامی کرتے ہوئے بہت گہری پلاننگ کا منصوبہ بنانے کا سوچا تھا۔ان کے سپاٹ چہرے پر بہت خطرناک عزائم نظر آ رہے تھے۔

✿......✿......✿

عیبہ اپنی کبرڈ میں گھسی کھڑی تھی جب نورین (ملازمہ) نے اسے ہاشم عباسی کے بلاوے کی خبر دی۔وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر دس پندرہ منٹ بعد ہاشم عباسی کی بات سننے ان کے کمرے میں چلی آئی۔

راعنہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے ہاتھوں پر لوشن کا مساج کر رہی تھی اور ہاشم عباسی گلاسز لگائے بیڈ پر ٹیک لگا کر بیٹھے کوئی کتاب پڑھنے میں مگن تھے۔

"بابا! آپ نے بلایا؟" وہ پاس آ کر بولی۔

"ہوں بیٹھو۔" ہاشم عباسی نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور گلاسز اتارتے ہوئے عیبہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔

"جی۔" وہ بیٹھ کر سوالیہ نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی۔

"عیبہ بیٹا! میں چاہتا ہوں جلد از جلد تمہاری رخصتی کر دوں اس سلسلے میں ملک سے بھی میری بات ہو چکی ہے۔ اسے اور الحان کو کوئی اعتراض نہیں وہ لوگ خود بھی یہی چاہتے ہیں۔ اس لیے میں اگلے ماہ تک سوچ رہا تھا مگر راعنہ سے بات کی تو یہ کہہ رہی ہیں کہ نیکسٹ منتھ سے ہارون اور موسیٰ کے ایگزیمز اسٹارٹ ہو رہے ہیں اس لیے اگر اسی ماہ کے اینڈ کی کوئی ڈیٹ فائنل کر لی جائے تو مناسب رہے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بابا! اتنی جلدی کیا ہے۔" وہ خفگی سے باپ کو دیکھتی بولی۔

"جلدی نہیں ہے یہ بیٹا۔ چھ ماہ پہلے تمہارا نکاح ہو چکا ہے اور کسی بھی ریلیشن کی انڈراسٹینڈنگ کے لیے اتنا عرصہ کافی ہوتا ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ میں خیریت سے جلد از جلد اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ بیٹی ایک ہو یا زیادہ ماں باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے وہ اپنی زندگی میں اسے محفوظ ہاتھوں میں سونپ جائیں اور جب سے مجھے یہ ہارٹ پرابلم ہوا ہے میں تمہاری طرف سے فکر مند ہو گیا ہوں۔ ہارون اور موسیٰ تو لڑکے ہیں وہ خود کو ہر طرح کے حالات میں ایڈجسٹ کر لیں گے مگر تم۔"

"بابا! پلیز آپ اس طرح سے مت کہیں۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"یہ تو قانون قدرت ہے میری جان ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے ایک نہ ایک دن۔" ہاشم عباسی نے بیٹی کے افسردہ چہرے کو دیکھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"تم جانتی ہو میں نے کسی بھی معاملے میں تم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کی اب بھی نہیں کرنا چاہتا۔ میری بیٹی کی خوشی اور مرضی میرے لیے زیادہ امپورٹنٹ ہے۔ تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔"

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بابا۔ جیسے آپ کی مرضی۔'' عیبہ نے خود کو آہستگی سے کہتے سنا۔

''ڈیٹس گریٹ مائی لٹل ڈول۔'' ہاشم عباسی نے مسکراتے ہوئے بیٹی کو ساتھ لگا کر سر پر بوسہ دیا۔ عیبہ نے بھی خود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے باپ کے ہاتھ چومے اور اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔ آج کافی عرصے بعد باپ بیٹی میں یہ محبت دیکھنے کو ملی تھی ورنہ سنبل عباسی کے بعد عیبہ کافی ریزروڈ ہو گئی تھی۔

✿......✿......✿

عیبہ کی رضامندی کے بعد اسی مہینے کی پچیس تاریخ رکھی گئی تھی رخصتی کی چونکہ نکاح پہلے ہو چکا تھا اس لیے کمبائن فنکشن میں ہی مہندی اور اگلے دن رخصتی اور ولیمہ ایک ساتھ ارینج کیا گیا تھا۔

ملک ہاؤس میں ملک سلطان کی دونوں بیٹیاں اپنے بچوں سمیت آ چکی تھیں اور خوب ہلے گلے میں ملک ہاؤس کے اکلوتے فرزند کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

دوسری طرف عیبہ کی عدم دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ہاشم عباسی کے کہنے پر راعنہ نے شادی کی ساری تیاری کا ذمہ اپنے سر لے لیا تھا۔

یوں دونوں گھرانوں میں شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔

اس سارے پروسیس میں الحان ملک کی بتیسی تھی کہ اندر نہیں جا رہی تھی جبکہ دوسری طرف عیبہ عباسی ہنسنے والی بات پر بھی ہنس نہیں پا رہی تھی۔

ایک عجیب سی بے چینی اور کنفیوزن اسے گھیرے میں لیے ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ کنفیوز ہونے والوں میں سے نہیں بلکہ کنفیوز کرنے والوں میں سے تھی پھر بھی پریشان سی تھی۔

شادی کے دن قریب سے قریب آتے جا رہے تھے اور وہ اپنی اس پریشانی کو کوئی نام بھی نہیں دے پا رہی تھی۔

''میری بے چین دھڑکنیں
میری سمجھ سے بالا ہیں۔''

✿......✿......✿

''ملک صاحب! آپ سب جانتے ہوئے بھی یہ شادی ہونے دے رہے ہیں۔'' احمد سیال نے سگار کے کش لگاتے ہوئے ملک سلطان کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ملک انڈسٹریز میں ملک سلطان کے آفس میں موجود تھے۔

''نکاح ہو چکا ہے سیال۔'' وہ آہستگی سے بولے۔

''نکاح ختم بھی ہو سکتا ہے ملک صاحب۔''

''شادی بھی تو ختم ہو سکتی ہے احمد سیال۔'' انہوں نے منہ سے دھواں نکالتے ہوئے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''جب سب ختم ہی کرنا ہے تو پھر اس کھڑاک کا مقصد؟'' احمد سیال خفگی سے بولا۔

''مقصد ہے سیال۔ بہت خاص مقصد ہے۔'' احمد سیال کی سوالیہ نظروں پر وہ جوس کا گھونٹ بھر کر ہلکا سا ہنس دیے۔

''تم جانتے ہو میں سب کچھ بہترین پلاننگ کے تحت کرتا ہوں جس سے کم از کم میرے اپنوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔''

''جی۔'' احمد سیال نے اثبات میں سر ہلایا۔

''وہ لڑکی میرے اکلوتے بیٹے کی خوشی ہے سیال اور میں چاہتا ہوں وہ اپنی خوشی کو اچھے سے سیلیبریٹ کر لے اس کے بعد ہی میں کچھ کروں گا۔''

''آپ جانتے ہیں ملک صاحب۔ الحان صاحب عجیبہ عباسی کو صرف پسند نہیں کرتے بلکہ محبت کرتے ہیں اور اسی محبت کی طاقت سے انہوں نے آپ سے اس لڑکی سے نکاح کی ضد منوالی جسے آپ سخت ناپسند کرتے تھے۔ پھر جب ان کی محبت منکوحہ سے بیوی بن جائے گی تو وہ کیونکر اسے چھوڑیں گے۔'' وہ ابھی بھی انجان و پریشان تھا۔

''یہ پیار، محبت، عشق یہ سب افسانوی باتیں ہیں سیال، اصل زندگی میں ان سب خرافات کے لیے کسی کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ دور کے ڈھول سبھی کو سہانے معلوم ہوتے ہیں سیال۔'' وہ ہنسے۔

''ابھی وہ لڑکی صرف منکوحہ ہے اس لیے اٹریکٹو ہے جب بیوی بن جائے گی تو ساری اٹریکشن چند راتوں کے نشے میں اتر جائے گی۔ سمجھا کرو۔'' وہ آنکھ دبا کر بولے۔

''اوہ۔ہ۔ہ۔'' ملک سلطان کی بات کی گہرائی کو سمجھتے ہوئے احمد سیال نے پرسکون سانس خارج کی۔

''اور پھر میں وہ کروں گا جو میں چاہتا ہوں۔'' وہ فخر و غرور سے بولے تھے۔

''مجھے کوئی شک نہیں ملک صاحب آپ کی قابلیت پر۔'' ملک سلطان کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ دیکھ کر احمد سیال خود بھی مکروہ ہنسی ہنس دیا۔

⚙......⚙......⚙

حال

الحان آفس سے تھکا ہارا گھر آیا تھا اور لاؤنج میں وہیل چیئر پر بیٹھے ملک سلطان پر نظر پڑتے ہی اس کی تھکن کئی گنا بڑھ چکی تھی۔۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان تک آیا اور آہستگی سے سلام کیا۔ جسے ملک سلطان بمشکل سن پائے۔

''کیسے......ہو؟'' سلام کا جواب دے کر انہوں نے بیٹے کے تھکے چہرے کو دیکھتے ہوئے اٹک کر پوچھا۔

ان کے اٹکنے کی وجہ لقوہ تھا جو ان کے منہ کا زاویہ بگاڑ چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اٹک اٹک کر بمشکل بات مکمل کر پاتے تھے۔

''کیسا ہو سکتا ہوں؟'' وہ شکستگی سے کہتا الٹا انہی سے سوال پوچھتا صوفے پر بیٹھ گیا۔

''میں چائے لاتی ہوں۔''

اپیرہ جانتی تھی اب وہ باپ بیٹا بیٹھ کر ماضی کی غلطیوں کو یاد کریں گے اسی لیے وہ وہاں سے اٹھ آئی تھی کیونکہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ وہاں بیٹھ کر اپنے محبوب شوہر کو کسی اور عورت کے لیے پچھتاتے اور تڑپتے دیکھے۔ وہ عورت جو اس کے شوہر کی پہلی اور شاید آخری محبت تھی۔ وہ عورت جو اس کی منکوحہ اور منکوحہ سے بیوی بنی اور وہ عورت جسے وہ اپنے ہاتھوں ہی گنوا بیٹھا تھا۔

⚙......⚙......⚙

وہ ہمسفر تھا مگر اس سے ہم نوائی نہ تھی
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں، تغافل تھا، رنجشیں تھیں بہت
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی
وہ ہمسفر تھا مگر اس سے ہم نوائی نہ تھی
بچھڑتے وقت ان آنکھوں میں تھی ہماری غزل
غزل بھی وہ جو کسی کو ابھی سنائی نہ تھی
وہ ہمسفر تھا مگر اس سے ہم نوائی نہ تھی
کہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی

وہ راکنگ چیئر پر جھولتی نجانے کن سوچوں میں ڈوبی یہ گیت سن رہی تھی جب کسی نے کلک کی آواز سے گانا بند کیا۔ ہر طرف خاموشی چھا جانے پر عیبہ ہوش میں آتی سیدھی ہوئی اور کچھ فاصلے پر کھڑے محتشم کو اپنی طرف دیکھتے پایا۔

شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول کر ٹائی کو ڈھیلا کیا گیا تھا اور شرٹ کے بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کر رکھا تھا۔ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ تھکا سا کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عیبہ اس کی آنکھوں میں نظر آتی خفگی کو نظرانداز کرتی اس تک آئی۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟" خود کو نارمل کرتی وہ مسکرا کر روٹینی لہجے میں بولی۔

محتشم اس کی بات کا جواب دیے بغیر دائیں جانب لگے صوفے پر بیٹھ کر شوز اتارنے لگا۔

"گھر میں سب کیسے تھے؟ چائے لاؤں آپ کے لیے؟" وہ پھر سے پاس آ کر بولی۔

محتشم نے خاموشی سے شوز اور جرابیں اتارنے کے بعد دونوں چیزیں اٹھائیں اور ڈریسنگ روم چلا گیا۔

پیچھے عیبہ اس کی پشت کو دیکھتی خود کو کوس رہی تھی۔ جب جی بھر کر خود کو ملامت کر لی تو محتشم کے لیے چائے لینے کمرے سے نکل گئی۔

محتشم نہا کر باہر نکلا تو عیبہ کمرے میں نہیں تھی وہ بالوں کو ٹاول سے رگڑتا بیڈ کی اس سائیڈ کی طرف آیا جس طرف عیبہ سوتی تھی۔

اس نے جھک کر سائیڈ ٹیبل پر اوندھی پڑی ڈائری اٹھائی اور کھلے صفحے پر عیبہ کی ہینڈ رائٹنگ میں لکھی گئی تحریر پڑھنے لگا۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے
یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے
کہیں اک حسین خواب ہے
کہیں رتجگوں کے عذاب ہے
کبھی پالیا کبھی کھولیا
کبھی گالیا کبھی رولیا
کہیں رحمتوں کی ہیں بارشیں
کہیں تشنگی بے حساب ہے
کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے
کہیں اور ہی کوئی روپ ہے
کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی
کہیں مہرباں بے حساب ہے
یہ جو زندگی کی کتاب ہے
یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے۔

عیبہ جب چائے لیے واپس کمرے میں داخل ہوئی تو محتشم کو بیڈ کے پاس اپنی پرسنل ڈائری کو ہاتھ میں لیے پڑھتے پایا۔ اسے نہ تو حیرت ہوئی اور نہ ہی غصہ آیا۔ وہ جانتی تھی اس شخص کے سامنے اس کا کچھ بھی پرسنل نہیں تھا وہ ایک کھلی کتاب کی مانند تھی جس کے ہر صفحے کو وہ پڑھ چکا تھا۔

اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھ کر آہستگی سے محتشم کو پکارا۔

''محتشم! آپ کی چائے۔''

''ہوں۔'' محتشم اس کی آواز پر چونکتا ڈائری واپس رکھ کر پلٹا اور آئینے کے سامنے جا کر بال بنانے لگا۔

''چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' عیبہ نے وہیں کھڑے محتشم کے آئینے میں نظر آتے عکس کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا جو پچھلے تین منٹ سے ایک ہی جگہ برش کیے جا رہا تھا۔

''میں نے کہیں پڑھا تھا کہ مرد خوشی کا کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈ ہی لیتا ہے یہ عورت ہی ہوتی ہے جو ایک ہی مرد کے پیچھے رو رو کر ساری زندگی گزار دیتی ہے۔'' محتشم کی سنجیدگی سے کہی گئی بات عیبہ کو بالکل بھی بری نہیں لگی تھی بلکہ وہ مسکراتی ہوئی اس تک آئی۔

''اور میں نے کہیں پڑھا تھا کہ مرد چھوڑنے میں جلدی کرتا ہے اور ساری زندگی پچھتاتا ہے پر عورت نہیں چھوڑتی لیکن جب چھوڑ دیتی ہے تو کبھی پچھتاتی نہیں ہے۔''

محتشم اس کی بات پر ایک اچٹتی نظر اس کے مسکراتے چہرے پر ڈال کر صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

''گھر میں سب کیسے تھے؟'' وہ مسکراہٹ ضبط کرتی صوفے پر بیٹھے محتشم کے سامنے آکر ٹیبل پر بیٹھی۔ محتشم نے کوئی بھی جواب دیے بنا کپ اٹھا کر منہ کو لگایا اور چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔ عیبہ مسکراہٹ دبائے مسلسل اسے تکے جا رہی تھی۔

چار، پانچ سپ لینے کے بعد محتشم نے کپ واپس ٹرے میں رکھا اور عیبہ کے مسکراہٹ چھپاتے گلابی چہرے کو دیکھا۔

''کسے نظر لگانا چاہتی ہو مجھے یا چائے کے کپ کو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ اس کی بات پر عیبہ کی ضبط کی گئی مسکراہٹ کھل کر چہرے پر بکھر گئی۔

''چائے مجھے پسند نہیں اس لیے نظر لگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آپ......'' وہ شرارتی انداز میں رکی اور محتشم کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ ''اور آپ مجھے پسند ہیں مگر نظر پھر بھی نہیں لگے گی۔''

''کیوں؟'' سنجیدگی سے پوچھا گیا۔

”کیونکہ محبت سے دیکھنے والی نظر کبھی نہیں لگتی۔“

”اور اگر لگ جائے تو؟“

”نہیں لگتی ناں محتشم۔“ وہ معصومیت آمیز بیزاری سے بولی۔

”لیکن میری تو لگ گئی تھی؟“ وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔

”کسے؟“

”تمہیں۔“

”نہیں لگتی ناں اور نہ ہی لگی تھی۔“

”لگ گئی تھی بیا۔“ وہ ٹرانس میں بولا یوں جیسے ہوش میں نہ ہو۔

”کہیں بھنگ تو نہیں پی کر آئے آج۔“ عنیبہ نے آنکھوں کو سکیڑ کر مشکوک انداز سے گھورا۔

اس کے گھورنے پر محتشم کی سنجیدگی مسکراہٹ میں ڈھل گئی۔

”تمہارے ہوتے ہوئے مجھے بھنگ کی کیا ضرورت۔تم تو بنا بھنگ کے ہی مجھے مدہو......“

”سینسر۔“ عنیبہ نے باآواز بلند کہہ کر محتشم کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا اور باقی کی بات اس کے منہ میں ہی روک دی۔اس کی حرکت پر محتشم نے مسکراتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر موجود اس کا ہاتھ تھاما اور آہستگی سے آئی لو یو کہتے ہوئے لب اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔

”آئی لو یو ٹو۔“ عنیبہ نے بھی محبت سے جواب دے کر اپنا سر محتشم کے جھکے سر سے ٹکا دیا۔

تم چلو تو سہی دو قدم ہاتھ میرا تھام کر

مختصر سفر کو منزل نہ بنا دوں تو کہنا

ماضی

عنیبہ نے خود کے پاس موجود ساری ڈاکومینٹس محتشم ابراہیم کو میل کر دی تھیں مگر آج پورے بیس دن ہو چکے تھے اور محتشم نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ ان ڈاکومینٹس کو دیکھ چکا ہے کہ نہیں یا پھر کیا سوچا ہے اس نے؟ وہ

کیا کرے گا اس معاملے میں؟

شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے اور عیشہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ ملک ہاؤس جا کر محتشم سے رابطہ نہیں کر پائے گی اس لیے یہیں سے اس کام کو کسے کنارے لگا کر ہی وہاں جانا چاہتی تھی۔

خوب سوچ بچار کے بعد عیشہ نے سیل اٹھایا اور کنٹیکٹ لسٹ میں جا کر محتشم ابراہیم کے سیو کیے نمبر پر کال ملائی۔

محتشم ڈرائیونگ کر رہا تھا جب ڈیش بورڈ پر پڑا اس کا سیل وائبریٹ ہوا۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر جما کر دوسرے ہاتھ سے سیل اٹھایا اور سکرین پر "نک چڑی" کے الفاظ جگمگاتے دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے کال اوکے کی۔

"السلام علیکم۔ محتشم ابراہیم اسپیکنگ۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام۔ میں عیشہ عباسی بات کر رہی ہوں۔"

"جی مس عیشہ کیسی ہیں آپ اور مجھے یعنی کہ اپنے دور۔ رر۔ ر کے رشتے دار کو کیسے یاد کیا؟"

"کیا ہم سنجیدگی سے بات کر سکتے ہیں۔" عیشہ نے اس کی غیر سنجیدگی پر غصہ دباتے ہوئے تحمل سے کہا۔

"بالکل۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"لیکن کچھ نہیں۔ آپ کہیں میں سن رہا ہوں۔" وہ چہرے پر سنجیدگی طاری کرتا سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے آپ کو کچھ ڈاکومینٹس سینڈ کیے تھے۔"

"جی۔"

"آپ نے دیکھے وہ؟"

"دیکھ چکا ہوں۔" پھر سے مختصر جواب آیا۔

"تو اب آگے کیا کرنے کا سوچا ہے آپ نے؟"

"مس عیشہ آپ نے جو ڈاکومینٹس بھیجے تھے میں انہیں اچھی طرح سے دیکھ چکا ہوں اور......"

''اور؟'' وہ بے چینی سے بولی۔
''اور یہ کہ وہ ڈاکومینٹس وہ ثبوت کسی بھی پاورفل انڈسٹریلسٹ یا بزنس مین پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ناکافی ہیں۔ان ثبوتوں کی مدد سے آپ اخبار میں تو چند لائنیں لکھ سکتی ہیں لیکن کسی بھی سورس کو یوز کرتے ہوئے ملک سلطان پر کوئی کیس نہیں چلا سکتی کیونکہ ان ثبوتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیا جائے گا۔''
''میں نے وہ ثبوت بہت مشکل سے اکٹھے کیے تھے محتشم ابراہیم۔'' وہ روہانسی ہوئی۔
''میں جانتا ہوں۔میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ بے کار ہیں وہ ہیلپ فل ہیں مگر اس طرح سے نہیں کہ ان کی بیس پر ہم کسی مجرم کو اس کے کیے کی سزا دلوا سکیں۔''
''تو پھر اب۔'' محتشم کی بات سن کر وہ افسردگی سے بولی۔
''پھر اب کچھ نہیں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولا۔
''آپ بھی کچھ نہیں کر سکتے اس معاملے میں۔'' وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔
''آپ کی کوئی ذاتی دشمنی ہے ملک سلطان سے؟ جہاں تک میرے سننے میں آیا ہے دس پندرہ دن تک وہ آپ کے آفیشل فادر ان لاء ڈکلیئر ہونے والے ہیں۔''
''وہ ایک مجرم ہیں۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔
''مجرم تو اور بھی بہت سے ہیں ہمارے اردگرد۔کیا آپ سب کو سزا دلوانا چاہتی ہیں؟''
''ہوں گے لیکن میرا پہلا ٹارگٹ ملک سلطان ہی تھا کیونکہ وہ میرے سامنے بارہا اپنے جرموں کی تردید کی بجائے تصدیق کر چکے ہیں۔''
''میری مانیں تو چھوڑیں یہ سب اور اپنی آنے والی لائف پر توجہ دیں۔یہ ہیر پھیریاں یہ بے ضابطگیاں، غیر قانونی دھندے اٹس آل کرپشن اور ہمارے ملک میں ہر دوسرا بندہ کرپٹ ہے چاہے وہ کوئی چھوٹا بزنس مین ہو یا بڑا۔
یہ سب جرم ہمارے ہاں سرعام کیے جاتے ہیں کیونکہ ان کو کرنے والے کوئی چھوٹے موٹے دکان دار نہیں ہوتے جنہیں میں اور آپ دو، چار دن میں سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں۔ایسے مجرموں کو پکڑوانے کے لیے ٹیم

ورک اور مکمل فوکس کی ضرورت ہوتی ہے پھر کہیں جا کر کئی مہینوں اور سالوں کی محنت کے بعد ہم اس قابل ہو پاتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو سزا دلوانے کے لیے ان کے گریبان تک جاسکیں۔" محتشم کی اس لمبی سی تقریر نے عیبہ کو مزید مایوس کر دیا۔

"ٹھیک ہے میں فون رکھتی ہوں۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"آپ خفا ہو گئی ہیں؟"

"نہیں۔"

"عیبہ! میں پرامس نہیں کرتا لیکن جو مجھ سے ہو سکا میں ضرور کروں گا۔ اس معاملے میں مجھے بہت سے لوگوں کی مدد درکار ہو گی اور ان سب لوگوں سے ملاقات کے لیے وقت چاہیے جو فی الحال میرے پاس بالکل بھی نہیں۔

ایکچوئیلی مجھے کچھ پروجیکٹس کے unexpected آرڈرز آ چکے ہیں اور میں ان آرڈرز کی بھاگ دوڑ میں لگا ہوں۔ جیسے ہی فرصت ملتی ہے میں اس کیس کو لے کر مزید ثبوت اکٹھے کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"جی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"مجھے اپنی شادی کا انویٹیشن نہیں دیں گی کیا؟" وہ پھر سے غیر سنجیدہ ہوا۔

"جی آپ ضرور آئے گا مجھے خوشی ہو گی آپ کے آنے سے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"اگر میرے آنے سے آپ کو واقعی خوشی ہو گی تو پھر میں ضرور آؤں گا۔"

"جی بالکل آپ ضرور آیئے گا۔ میں فون رکھتی ہوں پھر بات ہو گی۔" وہ آہستگی سے کہتی کال ڈراپ کر گئی۔

"لگتا ہے اب تو جانا ہی پڑے گا آخر کو نک چڑی نے بذات خود انویٹیشن دیا ہے۔" وہ مسکرا کر کہتا گاڑی کو اسٹارٹ کرنے لگا جو وہ بات کے دوران سائیڈ پر پارک کر چکا تھا۔

✿......✿......✿

"عیبہ! آج تمہارا برائیڈل ڈریس لینے جانا ہے الحان سے بات ہوئی تھی میری تم اس کے ساتھ جا کر اپنی اور اس کی پسند سے لے آنا۔" راعنہ نے عیبہ کو کہا جو بکس ریکس کے سامنے کھڑی کتابیں آگے پیچھے کر رہی تھی۔

”میری اور اس کی چوائس کبھی بھی ایک نہیں رہی ہے اس لیے آپ خود ہی لے آئیں جا کر۔“

”عیبہ ! شادی تمہاری ہو رہی ہے اور تم ہو کہ بالکل بھی انٹرسٹ شو نہیں کر رہی۔ لڑکیاں تو اپنی شادی کو لے کر بہت ایکسایٹڈ ہوتی ہیں۔“

”مجھے اس قسم کی شاپنگ سے سخت الرجی ہے آپ جانتی تو ہیں۔ جہاں ساری شاپنگ آپ نے کی ہے تو یہ بھی خود ہی کر لیں۔“ وہ بے زاری سے بولی۔

”شادی زندگی میں ایک ہی بار ہوتی ہے عیبہ !“ راعنہ نے سمجھانا چاہا۔

”ضروری تو نہیں۔ کچھ لوگوں کی دوبار بھی تو ہو جاتی ہے۔“ وہ عام سے انداز میں بولی۔

کاش کہ عیبہ کو اندازہ ہوتا کہ اس کی عام انداز میں کہی گئی بات اس کے ہی سامنے آنے والی ہے تو وہ کبھی ایسی بات نہ کہتی۔ مگر انسان کو معلوم ہی کب ہوتا ہے قبولیت کی گھڑی کا۔

عیبہ کی بات پر راعنہ نے ایک ملامتی نظر اس پر ڈالی اور سر جھٹکتی اس کے کمرے سے باہر نکل آئی۔ وہ جانتی تھی عیبہ منع کر چکی ہے تو اب کم از کم کوئی بھی انسانی طاقت اسے برائیڈل ڈریس لانے کے لیے ساتھ نہیں لے جا سکتی تھی۔

✿.......✿.......✿

پلک جھپکتے ہی دن گزر گئے تھے اور آج مہندی اور مایوں کا فنکشن تھا۔

ساری ارینجمنٹ عباسی ہاؤس کے لان میں کی گئی تھی جہاں الحان ملک کی فیملی نے مہندی لے کر آنا تھا اور پھر سارا فنکشن یہیں کیا جانا تھا۔

عیبہ اپنے کمرے میں ہی تھی جب ہاشم عباسی اس کے پاس آئے تھے۔

”میری بیٹی کل رخصت ہو رہی ہے میں نے سوچا کچھ دیر ہم باپ بیٹی مل کر باتیں ہی کر لیں۔“ وہ افسردگی سے کہتے بیڈ پر عیبہ کے سامنے ہی بیٹھے۔ باپ کی بات پر عیبہ انہیں دیکھتی اداسی سے مسکرا دی۔

”بابا! میں آپ کو بہت مس کروں گی۔“

”بابا کی جان بابا سے زیادہ دور نہیں ہو گی اس لیے جب دل چاہے تو وہ ملنے آجایا کرے گی۔“ ہاشم عباسی

نے مسکراتے ہوئے عنیبہ کے ہاتھ تھامے۔باپ کے لمس پر وہ روتے ہوئے ان کے سینے سے لگ گئی۔چند منٹ بعد ہاشم عباسی نے اس کی پشت سہلاتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا اور محبت سے اس کے آنسو پونچھ ڈالے۔

''بابا! آئی ویل ریئلی مسڈ یو اتنی مچ ڈیفیکلٹ فار می۔''

''نو اٹس ناٹ ڈیفیکلٹ مائی ڈول۔چند دن لطف لگے گا پھر سب سیٹ ہو جائے گا۔الحان بہت اچھا لڑکا ہے اور مجھے پورا یقین ہے وہ میری بیٹی کو بہت خوش رکھنے والا ہے اور ملک کی تم ٹینشن ہی مت لو وہ اوپری تم پر غصہ کرتا ہے ورنہ تم اسے بھی بہت عزیز ہو۔'' وہ تسلی دیتے مسکرائے۔''اور میں اپنی بیٹی کو تو جانتا ہی ہوں کہ میری بیٹی بہت سمجھدار ہے جو مجھے کسی بھی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔جو بھی جھگڑے ہیں جو بھی شکائتیں ہیں وہ سب تم یہیں چھوڑ کر جاؤ گی اور وہاں ایک اچھی بیوی اور اچھی بہو ثابت ہو گی۔ہوں۔'' وہ پیار سے سمجھاتے بالکل ایک ماں ہی لگ رہے تھے۔

''جی۔'' عنیبہ نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

''اور ایک بات۔''

''کونسی؟'' عنیبہ نے سوالیہ نظروں سے باپ کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

''میری بیٹی کو مجھ سے شادی کا کون سا گفٹ چاہیے؟''

''آپکی دعائیں۔'' وہ فوراً سے بولی۔

''وہ تو ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔''

''بس پھر مجھے بھی ہر لمحہ آپ کی دعاؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ محبت سے کہتی ان کے کندھے سے لگ گئی۔

''میری بیٹی اتنی صابر کب ہوئی مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔'' وہ شرارت سے بولے۔

''با۔با۔'' وہ خفگی سے ان کے بازو پر ہاتھ مار کر بولی۔

''ہمیشہ خوش رہو میری جان۔'' ہاشم عباسی نے مسکراتے ہوئے اس کے گرد بازو پھیلا کر سر پر بوسہ دیا۔

عیبہ مغرب کی نماز کیساتھ نوافل پڑھ کر فارغ ہوئی تھی جب ناک کر کے راعنہ عباسی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''عیبہ یہ تمہارا آج کا ڈریس ہے جلدی سے پہن کر ریڈی ہو جاؤ بیوٹیشن آ رہی ہے کچھ دیر میں۔''

''جی۔'' عیبہ نے سر ہلاتے ہوئے شاپنگ بیگ سے ڈریس نکالا پیلے رنگ کا خوبصورت سا ڈریس تھا جس پر گولڈن کلر کا نفیس کام ہوا تھا۔

''میں یہ پہنوں گی؟'' وہ شرٹ ہاتھ میں پکڑے سوالیہ نظروں سے راعنہ کو دیکھتی بولی۔

''ہاں یہ تمہارا مہندی کا ڈریس ہے تم یہ پہنو گی از دیئر اینی ایشو؟''

''پر میں تو ایسے ڈریسز نہیں پہنتی ہوں آپ جانتی تو ہیں۔''

''عیبہ! جو تم اب تک پہنتی آئی ہو وہ تمہاری بیچلرز ڈریسنگ تھی جینز اور کرتا اب تمہاری شادی ہو رہی ہے لہٰذا تمہیں اب ایسی ہی ڈریسنگ کرنی ہے اس لیے اس بات پر مزید بحث نہیں ہو گی۔ یہ اٹھاؤ جلدی سے اور چینج کرو میں تب تک باقی کے انتظامات دیکھ لوں۔''

''ہوں۔'' عیبہ نے ناک پھلا کر ہوں کہا اور کپڑے اٹھا کر ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

''پتہ نہیں کب لڑکیوں والے شوق پیدا ہوں گے اس میں۔'' راعنہ اس کے ناک پھلانے پر مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

عیبہ چینج کر کے واپس کمرے میں آئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر خود کو خالص لڑکیوں کی ڈریسنگ میں دیکھنے لگی۔

''ہوں۔لگ تو اچھی رہی ہوں ویسے۔'' وہ مسکرا کر دوپٹے کو سر پر سیٹ کر رہی تھی جب ناک کر کے ایک الٹرا ماڈ گرل روم میں اینٹر ہوئی۔

''ہائے عیبہ۔آئی ایم نازنین۔''

''اوہ۔ہ۔آئیں پلیز۔'' عیبہ نے مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا۔

''آپ ریڈی ہیں تو پھر میں میک اپ اسٹارٹ کرتی ہوں۔''

"جی۔" عیبہ سر ہلا کر خاموشی سے آئینے کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھ گئی۔

نازنین نے اپنی مہارت کو استعمال کرتے ہوئے چند ہی منٹوں میں اسے خوبصورت سی مہندی کی برائیڈ بنا کر دوپٹہ سیٹ کیا اور چند لفظوں میں عیبہ کی تعریف کر کے اپنا سامان سمیٹتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد عیبہ نے خود کو آئینے میں دیکھا اتنی ہلکی پھلکی تیاری سے بھی وہ اس قدر بدل چکی تھی عیبہ کو خود ہی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی خود ہی ہے۔

وہ خود کو دیکھتی مبہوت سی کھڑی تھی جب راعنہ اندر آئی۔

"واؤ لوکنگ سو پریٹی۔" راعنہ کی تعریف پر عیبہ نے شرما کر سر جھکا دیا۔

"سو سویٹ عیبہ۔" وہ عیبہ کی شرمیلی مسکان پر کھل کر مسکرائی۔ عیبہ کا شرمانا راعنہ کے لیے یقیناً نیا تجربہ ہی تھا۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں بہت سی خوشیوں سے نوازے۔ سدا خوش رہو۔" اس نے عیبہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

"تھینکس۔"

"اوں ہوں۔ رونا نہیں بالکل بھی۔" راعنہ نے اس کی آنکھوں میں جھلملاتے پانی کو دیکھ کر کہا۔ عیبہ نے آنسو اندر ہی اندر پیتے ہوئے سر جھکا دیا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ ابھی تم کمرے میں ہی رہو کچھ دیر تک الحان کی فیملی آ جائے گی تو پھر تمہیں باہر لے کر جائیں گے۔ تب تک تم کچھ کھا پی لو میں کھانا بھجواتی ہوں۔"

"نہیں آنٹی مجھے بھوک نہیں ہے ابھی۔"

"شیور؟"

"ہوں۔" عیبہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"چلو پھر میں چلتی ہوں۔ تم ریلیکس ہو جاؤ۔" وہ عیبہ کے کندھے کو پیار سے تھپکتی باہر چلی گئی۔ عیبہ نے ٹشو سے آنکھوں میں آئی نمی کو رگڑا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی زندگی اسے نجانے کس

رخ لے جانے والی تھی وہ بیٹھ کر اس بارے میں سوچنے لگی۔

عیبہ کو کمرے میں بیٹھے ایک گھنٹہ ہونے والا تھا مگر اسے باہر لے جانے کو کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ وہ اکتا کر اٹھتی ونڈو چین کے سامنے آ کھڑی ہوئی جہاں سے لان کا مکمل نظارہ اس کے سامنے تھا۔

الحان کی فیملی آ چکی تھی شاید ابھی ابھی آئی تھی اسی لیے سب ابھی مل ملا ہی رہے تھے۔ مہندی کے گانے کے بول عیبہ کے کانوں میں بھی سنائی دے رہے تھے۔

وہ افسردگی سے کھڑی وہاں موجود لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی جو سفید کپڑوں کیساتھ گلے میں پیلے پٹے ڈالے کسی گانے پر ڈانس کرنے کو تیار کھڑے تھے۔

وہ پلٹ کر واپس بیڈ تک آئی۔ دل میں عجیب سی سنسانی چھائی ہوئی تھی۔ آج وہ یہاں ہے اپنے گھر۔ کل وہ وہاں ہوگی الحان ملک کے گھر۔

کتنا عجیب ہوتا ہے ناں ہم لڑکیوں کیساتھ کہ جن کا کوئی اپنا گھر نہیں ہوتا۔ پہلے گھر ماں باپ کا ہوتا ہے اور پھر شوہر کا گھر۔

اپنا گھر؟ اپنا گھر؟ وہ ہتھیلی پر انگلی سے یہی الفاظ درج کیے جا رہی تھی۔ جب بے چینی اور گھٹن بڑھ گئی تو وہ اٹھ کر پانی پینے کے لیے روم فریج کی طرف بڑھی مگر فریج میں پڑی بوتل خالی تھی۔ وہ بوتل واپس رکھتی خود ہی کچن سے پانی لینے کمرے سے باہر نکل آئی۔ آنکھوں میں آئی نمی بار بار راستے میں نظر آتی چیزوں کو دھندلا رہی تھی۔

سیڑھیوں کے پاس جا کر اس نے ہتھیلی سے آنکھوں کو زور سے رگڑ ڈالا اور جھکے سر سے زینے پر پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ پاؤں لڑکھڑا گیا۔ اس پہلے کہ وہ گرتی دو مضبوط ہاتھوں نے اسے واپس اوپر کی جانب کھینچ لیا۔

عیبہ اس ساری سچویشن میں خوفزدہ اور ساکت سی تھامنے والے کی شرٹ کو مضبوطی سے پکڑے اس کے سینے سے لگی اپنی دھڑکنوں کو اعتدال پر لا رہی تھی اور کچھ فاصلے پر پیلر کی اوٹ میں کھڑے احمد سیال نے یہ سین بخوبی اپنے سیل فون میں کیپچر کر لیا تھا۔

چند منٹ بعد عیبہ خود کو کمپوز کرتی پیچھے ہوئی اور نظریں اٹھا کر اس مسیحا کو دیکھا جس نے اسے اتنے برے

طریقے سے گرنے سے بچایا تھا۔

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا مبہوت سا، بنا پلک جھپکائے، ایک ٹرانس کی کیفیت میں۔ایسی کیفیت جو جکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور شاید وہ اسی کیفیت میں جکڑا ارد گرد سے بیگانہ عیبہ کے گلابی چہرے، سرخ ناک اور آنکھوں میں خوف اور نمی کو دیکھے جا رہا تھا۔

''آپ!'' عیبہ کی سرگوشی پر محتشم ہوش میں آتا چونکا۔

''ہوں۔ہاں جی۔'' وہ بوکھلاتا جلدی سے نظریں جھکا گیا۔

''آپ کب آئے۔کیسے ہیں آپ؟'' عیبہ خود کو مکمل طور پر کمپوز کر چکی تھی۔دل کی دھک اور گرنے کا خوف بھی کافی حد تک زائل ہو چکا تھا۔

''راعنہ آنٹی بتا رہی تھیں شاید آپ نہ آپائیں شادی میں آپ اپنے پروجیکٹس میں بہت مصروف ہیں اس لیے۔''

کاش کہ میں واقعی نہ آپاتا۔وہ سر جھکائے عیبہ کے پیروں کو تکے جا رہا تھا جو گولڈن اور وائٹ کمبینیشن کے سینڈلز میں بہت اچھے اور بھلے لگ رہے تھے۔

''کیا ہوا؟'' عیبہ نے محتشم کی خاموشی پر اس کی جھکی نظروں کو دیکھ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ایم فائن۔جی آنا تو مشکل ہی تھا پر مجھے اسلام آباد میں ایک دو کام تھے اس لیے چکر لگ گیا تو سوچا آپ کو بھی شادی کی مبارکباد دیتا جاؤں۔'' وہ ابھی بھی نظریں جھکائے ہی بات کر رہا تھا۔دل میں خوف تھا کہ ایک بار اگر نظر اٹھ گئی تو قیدی بننے میں دیر نہیں لگے گی اور وہ قیدی ہی تو نہیں بننا چاہتا تھا۔

''تھینکس۔'' عیبہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کیساتھ مبارکباد پر شکریہ ادا کیا۔

''میں چلتا ہوں اب۔بیسٹ آف لک فار یور فیوچر۔'' وہ جلدی سے کہہ کر بنا عیبہ کا جواب سنے جلدی سے سیڑھیاں پھلانگ گیا۔عیبہ نے پلٹ کر اس کی پشت کو دیکھا کیا یہ واقعی وہی محتشم ابراہیم تھا جو کال پر شرارت سے اس کی باتوں کو مذاق بناتا تھا۔

کیا ہوا اسے عجیب سا کیوں ری ایکٹ کر رہا تھا اور باتیں بھی ساری نظریں جھکا کر کیں۔حیرت ہے اتنے

کانفیڈینٹ بندے کا یہ ری ایکشن۔ وہ وہیں کھڑی سوچوں کے گھوڑے دوڑا رہی تھی جب الحان کی بہنیں اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

"اس طرح سے اسٹیچو بنے کیوں کھڑی ہو الحان تو باہر ہے لان میں اور تم یہاں اس کی سوچوں میں مگن کھڑی ہو" ثمن نے شرارت سے چھیڑا۔

"ایسی کوئی بات نہیں آپا۔ میں تو بس پانی لینے نکلی تھی۔"

"مان لیا بھئی ویسے بہت پیاری لگ رہی ہو الحان تو پہلے ہی تمہارا دیوانہ ہے کہیں تمہیں دیکھ کر آج ہی رخصتی کا نہ کہہ دے۔ کیوں ثمر؟"

"بالکل آپا۔" ثمر نے مسکرا کر بڑی بہن کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"آپ لوگ یہیں کھڑی ہیں ابھی چلیں عیبہ کو لان میں لے کر سب انتظار کر رہے ہیں۔"

"جی آ رہی ہیں۔" راعنہ کی نیچے سے آئی پکار پر ثمن بلند آواز میں کہتی عیبہ کو تھام کر سیڑھیاں اترنے لگی۔

عیبہ پیاس سے گلے میں اگتے کانٹوں کو نظر انداز کرتی سر جھکا کر اپنی دونوں نندوں کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔

سنسان سی سڑک پر گاڑی سائیڈ پر پارک کیے وہ سر اسٹیئرنگ پر گرائے بیٹھا تھا۔

یہ کیا ہوا تھا اس کے ساتھ اچانک۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا خود کو اتنے محتاط طریقے سے لے کر چلنے پر بھی وہ یوں اس طرح ایک چھوٹے سے لمحے کی قید میں آجائے گا۔

وہ۔ وہ تو اس نک چڑی کو پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا پھر اب کی بار ایسا کیا خاص تھا اس میں جو وہ۔

"نہیں۔ مجھے خود کو اس لمحے کا قیدی نہیں بننے دینا۔ وہ کسی اور کی ہونے جا رہی ہے محتشم ابراہیم۔ سنبھالو خود کو۔" وہ عجب بے چینی سے سینے پر ہاتھ پھیرتا خود کو دلاسا دے رہا تھا مگر دل تھا کہ قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا چند منٹ بعد خود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے محتشم نے لمبے لمبے سانس لیے یوں جیسے آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی ہو۔ پھر اسٹیئرنگ سے سر اٹھا کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر سڑک پر آ گیا۔

کچھ دیر غائب دماغی سے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ مڑا اور گاڑی سے پانی کی بوتل نکال لایا۔ پانی کے چند قطرے ہتھیلی پر گرا کر منہ پر مارے اور چند گھونٹ پانی حلق میں انڈیلنے پر اسے کچھ سکون کا احساس ہوا۔ چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر کر اس نے پانی سے بھری پوری بوتل خالی کی اور بوتل سائیڈ پر اچھال دی۔

خود روبوٹ کے سے انداز میں فٹ پاتھ پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ نجانے کتنی دیر تک وہ اسی زاویے سے بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر اس نے گردن کو ورزش کے انداز میں دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں گھمایا، گاڑی میں بیٹھا اور زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات پتہ دے رہے تھے کہ وہ خود کو کمپوز کر چکا تھا۔

"میں جو یوں مرمٹا تم پے
اس لیے نہیں کہ
تم حسن کی مورت ہو
اس لیے کہ
تم سادگی میں قیامت ہو۔"

حال

"میں لگنڈا وقت وچھوڑیاں دا
بن یار گزارا کون کرے
دنیا توں کنارا ہو سکدا
یاراں توں کنارا کون کرے
اک دن ہووے تے لنگ جاوے
ساری عمر گزارا کون کرے۔"

وہ سر ٹیبل پر گرائے مردہ سا بیٹھا تھا۔ باہر بارش زور و شور سے جاری تھی۔

عیبہ کو بارش بہت پسند تھی۔ ہر بار جب بھی بارش ہوتی تو وہ اپنے ساتھ الحان کو بھی بارش میں بھگاتی تھی۔ یہ واحد لڑکیوں والا شوق تھا جو عیبہ میں بچپن سے تھا ورنہ اس کی ڈریسنگ اور بات کرنے کے لٹھ مار انداز سے وہ لڑکی کم اور ماہی منڈا زیادہ لگتی تھی۔ الحان اکثر اسے ماہی منڈا کہہ کر تنگ کرتا تھا جس کے جواب میں وہ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر پوری طاقت سے کھینچتی اور چھوڑتی تب تھی جب الحان کان پکڑ کر دس بار اٹھک بیٹھک کرنے پر مان جاتا تھا۔

الحان نے بے چینی سے سر ٹیبل سے اٹھایا اور ونڈو پین کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ وہیں کھڑا انہماک سے باہر برستی بارش کو دیکھنے لگا۔

عیبہ بھی اس بارش کو انجوائے کر رہی ہو گی۔ اس نے ہمکلامی کرتے ہوئے ونڈو پین پرے دھکیلا اور ہاتھ بڑھا کر چند قطروں کو ہتھیلی پر لیا یوں جیسے بارش کے ان قطروں میں عیبہ کا لمس چھپا ہو۔

چند منٹ اپنی ہتھیلی پر پڑے پانی کو غور سے دیکھ کر اس نے ہاتھ واپس باہر نکالا اور پانی باہر اچھال دیا۔

''کیوں اذیت دیتی ہو مجھے۔ اذیت تو زندوں کو دی جاتی ہے عیبہ، میں تو مر چکا ہوں تمہارے بغیر۔ مر چکا ہوں میں تم سے جدا ہو کر۔'' الحان نے سر شیشے سے ٹکا دیا۔

''مت آیا کرو مجھے یاد۔ بھول کیوں نہیں جاتی ہو۔ کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ ایسا۔ معاف کیوں نہیں کر دیتی ہو۔ میری سزا کو کب ختم کرو گی عیبہ۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے مت آیا کرو اتنا یاد۔ تمہاری یاد میرے زخموں پر آئے کھرنڈ کو اکھیڑ دیتی ہے۔ اور ان تکلیف دہ زخموں سے پھر خون رسنے لگتا ہے عیبہ۔ میں کیا کروں۔ مجھے بھول کیوں نہیں جاتی ہو تم۔ وہ شیشے سے سر ٹکراتا بلند آواز سے عیبہ کو پکارتا بالکل بھی ہوش میں نہیں لگ رہا تھا۔

''بارشوں کے موسم میں
تم کو یاد کرنے کی
عادتیں پرانی ہیں
اب کی بار سوچا ہے
عادتیں بدل ڈالیں

پھر خیال آیا کہ

عادتیں بدلنے سے

بارشیں نہیں رکتی

زندگی نہیں کٹتی۔"

عیبہ نے ایک نظر باہر برستی بارش کو دیکھا اور آہستگی سے چلتی ہوئی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے اپنے سیل کو اٹھا لیا۔ نمبر ملانے کے بعد وہ سیل کان سے لگا کر دوسری طرف بجتی گھنٹی کو بے چینی سے سننے لگی مگر مسلسل گھنٹی بجنے پر بھی کسی نے کال ریسو نہیں کی تھک کر اس نے سیل واپس رکھا اور پھر سے کھڑکی کے پاس آ کر برستی بارش کو دیکھنے لگی۔

"کتنی پسند تھی ناں مجھے یہ بارش اور اس برستی بارش میں بھیگنا۔" اس نے افسردگی سے سوچا۔

"میری ساری خوشیوں ساری خواہشوں کو تم نے برباد کر دیا الحان ملک تم تڑپو گے ساری زندگی اور شاید تڑپ بھی رہے ہو گے اس اذیت میں جو تم نے میرے پاک وجود پر کیچڑ اچھال کر دی تھی۔"

گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو اس نے بیدردی سے رگڑ ڈالا۔

کتنا عجیب ہوتا ہے ناں ہمارے معاشرے میں مرد ایک غسل سے پاک ہو جاتا ہے اور عورت۔ وہ تلخی سے ہنسی۔

عورت اپنی پا کی ثابت کرنے کے لیے ساری زندگی لٹا دیتی ہے مگر میرے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا الحان ملک۔ مجھے اپنی پا کی ثابت کرنے کے لیے ساری زندگی نہیں لٹانی پڑی۔ کیونکہ جس شخص کی ذات سے منتھی کر کے تم نے مجھ پر کیچڑ اچھالا تھا ناں اسی شخص نے مجھے وہ عزت دی، وہ مقام لوٹایا جو تم نے چھین لیا تھا مجھ سے۔ کتنی بے یقینی سے کہا تھا ناں تم نے کہ عیبہ تم محتشم ابراہیم سے شادی کر کے خود پر لگے تمام الزامات سچ ثابت کر رہی ہو تو الحان ملک تم اور تمہاری گندی سوچ نے ہی مجھے ان الزامات کو سچ ثابت کرنے پر اکسایا تھا۔

تم جانتے ہو؟ میں۔ میں خود گئی تھی محتشم ابراہیم کے پاس کہ وہ مجھ سے شادی کر لے۔ اور دیکھو اس نے مجھ

جیسی بدکردار عورت سے شادی کرلی۔

اس لیے نہیں کہ وہ مجھ سے شادی کر کے تم سے یا تمہارے باپ سے بدلہ لینا چاہتا تھا بلکہ اس لیے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں کسی مرد کے ساتھ اس کی بیوی بن کر پورے چھ ماہ گزار چکی ہوں۔اسے اس بات سے بھی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں طلاق یافتہ ہوں جس پر اس کے شوہر نے بدکرداری کا دھبہ لگا کر طلاق دی ہے کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا الحان ملک محتشم ابراہیم مجھ سے عیبہ عباسی سے ایک بدکردار لڑکی سے محبت کرتا تھا۔وہ سرونڈو پین سے ٹکائے دل میں ہمکلام باہر دیکھ رہی تھی۔

ویسی محبت نہیں جو تم نے کی تھی مجھ سے۔لفظی محبت۔اونہہ۔وہ استہزائیہ ہنسی۔

لفظی محبت بھی کوئی محبت ہوتی ہے کیا الحان ملک نہیں وہ محبت نہیں تھی دل لگی تھی جو تم نے مجھ سے کی۔

محبت تو وہ ہے جو محتشم ابراہیم مجھ سے کرتا ہے بنا کسی طلب کے بے ریا خالص اور مخلص محبت۔اور سچ کہوں تو محبت تو میں نے بھی تم سے کبھی نہیں کی۔کبھی نہیں۔عیبہ نے نفی میں سر ہلایا۔

تم اس قابل تھے ہی نہیں کہ عیبہ عباسی اپنی محبت تم پر ضائع کرتی۔

عیبہ عباسی بہت خاص ہے اور اپنی محبت بھی خاص لوگوں پر ہی نچھاور کرتی ہے اور وہ خاص شخص مجھے مل چکا ہے الحان ملک۔مجھے وہ خاص شخص مل چکا ہے۔

اب میں اپنی ہر خوشی،ہر خواہش جس کو تم نے آگ میں جھونک کر راکھ کردیا تھا پھر سے چنگاری بناؤں گی اور دیکھتی ہوں اس بار کس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ مجھ سے کچھ بھی چھین کر اسے آگ لگا پائے۔عیبہ نے دوپٹے سے آنکھیں رگڑیں اور گھٹنوں پر زور دے کر زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں پھر سے وہی عیبہ عباسی بنوں گی جسے تم مار چکے تھے۔میں زندہ تھی۔زندہ ہوں اور زندہ رہنا چاہتی ہوں۔محتشم ابراہیم کیساتھ ہاں مجھے اپنی باقی زندگی محتشم ابراہیم کی سنگت میں گزارنی ہے کیونکہ محتشم ابراہیم ہی وہ خاص شخص ہے جس پر عیبہ عباسی بے دھڑک اپنی محبت لٹائے گی۔اس نے ہمکلامی کرتے ہوئے سیل اٹھایا اور

I m waiting anxiously mohtaisham

کے الفاظ ٹائپ کر کے محتشم کے نمبر پر سینڈ کیے اور باہر ٹیرس پر آ گئی پرانی عیبہ عباسی بن کر بارش میں بھیگنے۔

پورے پانچ سال بعد اسے احساس ہو ہی گیا تھا کہ وہ یادوں کے سراب کے پیچھے اپنی موجودہ زندگی ضائع کر رہی ہے۔

غلطی زندگی کا ایک ورق ہے اور رشتہ، دوستی یا تعلق ایک کتاب ہے۔ صرف ایک ورق کی وجہ سے کتاب ضائع نہیں کرنی چاہیے۔ میری غلطی تم تھے الحان ملک اور میری کتاب محتشم ابراہیم ہے۔ تمہاری وجہ سے میں اپنی جیتی جاگتی زندگی کی کتاب ضائع نہیں کروں گی اس لیے آج میں اپنی غلطی کا وہ ورق اپنی زندگی کی کتاب سے ہمیشہ کے لیے پھاڑ رہی ہوں۔ الحان ملک، میں عیبہ عباسی تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے دل اپنے دماغ اور اپنی یادوں سے آزاد کر رہی ہوں۔ میں تمہیں آزاد کرتی ہوں الحان ملک۔ عیبہ نے ٹیرس کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں۔ بارش کے قطرے اسے بھگو رہے تھے اور وہ بھیگتی جا رہی تھی۔

سب کچھ بھلا کر۔ ساری تلخیاں، ساری رنجشیں، ساری اذیتیں، سارے دکھ، سارے غم بھلا کر!

ماضی

ڈیپ ریڈ کلر کے لہنگے میں اپنے تمام تر حسن و خوبصورتی سمیت دلہن بن کر وہ الحان ملک کے بیڈ روم میں اس کی سیج سجائے بیٹھی تھی۔

ایک ہی زاویے پر بیٹھنے کی وجہ سے تھک کر عیبہ نے پشت بیڈ کی بیک سے ٹکا دی۔ چند منٹ ہی گزرے تھے جب کمرے کا دروازہ کھلنے اور لاک کرنے کی آواز اس پرفسوں ماحول میں گونجی۔

عیبہ نے گردن موڑ کر دروازے کی جانب دیکھا اور الحان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

الحان بیڈ کے پاس آ کر رکا اور گلا کھنکار کر سلام کیا۔ عیبہ نے جواب میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

''ویلکم ٹو مائی لائف مسز عیبہ ملک۔'' وہ پھولوں کی پتیاں ہاتھ سے سائیڈ پر کرتا بیڈ پر عیبہ کے عین سامنے بیٹھا۔

''اب تو مسز ملک کہہ سکتا ہوں ناں میں۔'' الحان نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کہہ سکتے ہو مگر عیبہ عباسی کہو گے تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔ایک بات اور میں اب بھی ہر جگہ اپنا نام عیبہ عباسی ہی لکھوں گی حتیٰ کہ آئی کارڈ پر بھی میرا نام عیبہ عباسی ہی رہے گا البتہ والد یا شوہر کے نام کی جگہ اب ہاشم عباسی کی بجائے الحان ملک لکھنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' عیبہ نے اسے دیکھتے ہوئے اگلی پلاننگ بھی بتا دی۔

''میں نے تو سنا تھا شادی کی رات بولڈ سے بولڈ لڑکی بھی تھوڑا ہچکچاتی ہے شرماتی ہے مگر تمہارے کیس میں مجھے بالکل بھی نہیں لگ رہا کہ میں تمہاری ایسی کوئی ادا دیکھ پاؤں گا۔'' وہ بیچارگی سے بولا۔اس کی بات پر عیبہ نے بلش کرتے ہوئے اس کے بازو پر زور سے مکا مارا۔

''تھینک گاڈ تم لڑکی ہو۔'' الحان نے ہنستے ہوئے اس کے بلش کرتے سرخ گالوں پر چوٹ کی۔

''اچھا بس اب زیادہ پھیلو مت۔''

''آج پھیلنا تو میرا حق بنتا ہے میڈم اور آج میں جی بھر کے پھیل کر تم سے رومینٹک چٹ چیٹ کرنے والا ہوں۔'' الحان نے ایک آنکھ دبا کر دوسری آنکھ اسے ماری۔

''ذلیل انسان۔'' عیبہ نے دانت رگڑتے ہوئے پشت سے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا جو عیبہ کی سرخ رنگت دیکھ کر مسلسل ہنسے جا رہا تھا۔

''مجھے مجبور مت کرو مسٹر ملک کہ میں اس کمرے سے چلی جاؤں۔''

''تمہیں اس کمرے سے جانے کون دے گا مسز ملک اس لیے دھیرج کرو۔'' الحان نے عیبہ کے دھمکی آمیز تاثرات دیکھ کر بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

''اوکے آئی ایم سیریس ناؤ۔'' اس نے منہ پر ہاتھ پھیرا اور چہرے پر مکمل سنجیدگی طاری کی۔

''اب اگر اجازت ہے تو آگے کچھ بول سکتا ہوں۔'' وہ عاجزانہ گویا ہوا۔

''ہوں بولو۔'' عیبہ نے سر ہلا کر رضامندی دی۔

''آئی لو یو سو مچ۔تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو عیبہ۔''

''اور آخری کون ہو گی؟'' عیبہ نے آنکھیں سکیڑ کر مشکوک انداز سے پوچھا۔

''آخری بھی تم ہی ہوگی ڈفینیٹلی۔''

''تو پھر تمہیں اس طرح سے کہنا چاہیے تھا کہ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو عیبہ۔''

''غلطی سے اس طرح سے کہہ دیا اب کیا شوٹ کروگی اس بات پر۔'' وہ چڑ کر بولا۔

اس کے چڑنے پر عیبہ مسکرادی۔

''اچھا آگے بولو۔''

''یہ کی ناں دل خوش کرنے والی بات۔اب تم چپ رہ کر صرف مجھے سننا۔''

''ہوں۔''عیبہ نے سرہلایا۔

''گڈ تم بہت اچھی بیوی ثابت ہونے والی ہو بس میری ہر بات پر یونہی ہاں میں سرہلاتی رہنا۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

اب کے عیبہ نے خاموشی سے گھوری دی۔اس کی گھوری پر ہنستے ہوئے الحان نے اسے قید میں لے کر لیمپ آف کردیا۔

میرے سپنوں کو سدا یونہی مہکتے رکھنا
میں نے تھاما ہے تیرا ہاتھ بڑے مان کیساتھ

زندگی واقعی اتنی حسین تھی کہ عیبہ کو ہی لگ رہی تھی۔وہ الحان ملک کی سنگت میں ہر گزرتے دن کیساتھ پہلے سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہوتی جارہی تھی۔ یہ سب الحان کی طرف سے ملنے والی توجہ اور محبت کا نتیجہ تھا۔الحان عیبہ کی سوچ سے بھی زیادہ اچھا اور خیال رکھنے والا شوہر ثابت ہوا تھا۔وہ خود کو اس دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھنے لگی تھی جسے الحان ملک جیسا شوہر ملا تھا جو اس کی ہر بات پر بنا اعتراض کیے لبیک کہتا تھا۔ ہر خواہش، ہر فرمائش چٹکی بجاتے ہی پوری کردیتا تھا۔غرض ہر معاملے میں وہ بہت لونگ اور کیئرنگ ثابت ہوا تھا۔

دو مہینے الحان کی سنگت میں یوں پر لگا کر گزرے تھے کہ عیبہ کو بھی حیرت ہوتی تھی کہ اتنی جلدی اتنے زیادہ دن گزر گئے۔

وہ دونوں اپنے ہنی مون سے واپس آ چکے تھے۔روٹین لائف شروع کرتے ہوئے الحان نے آفس جانا شروع کر دیا تھا اور عیبہ ایک اچھی بیوی کے طور پر اس کے آفس جانے کے بعد بن سنور کر بے چینی سے اس کی واپسی کی منتظر رہتی۔

شادی کے بعد وہ خود کو بہت زیادہ بدل چکی تھی۔اپنی تمام تر توجہ الحان سمیت اس کے گھر کو دے چکی تھی جس گھر کو وہ اپنا گھر سمجھ بیٹھی تھی اس بات سے بے خبر کہ عورت کا شاید کوئی گھر ''اپنا گھر'' نہیں ہوتا۔

❁......❁......❁

''کتنی دیر لگے گی مزید۔'' الحان نے ریسٹ واچ دیکھتے ہوئے بیزاری سے یہ فقرہ تیسری بار دہرایا۔

''کیا ہے۔نظر تو آ رہا ہے تیار ہو رہی ہوں پھر بار بار ڈسٹرب کرنا ضروری ہے کیا؟'' عیبہ نے ائیر رنگ پہنتے ہوئے مصروف سا کہا۔

''پہلے تو تم تیار ہوتی نہیں تھی اور اب تم تیاری کی جان چھوڑتی نہیں ہو۔'' الحان بیزار سا بولا۔

''تو تمہیں کیا مسئلہ ہے میرے تیار ہونے سے؟''

''مجھے مسئلہ تمہارے تیار ہونے سے نہیں بلکہ تیاری میں اتنی دیر لگانے سے ہے۔'' وہ خفگی آمیز بیزاری سا بولا۔

''ہو تو رہی ہوں تیار اب اور کتنی جلدی کروں ہر تین منٹ بعد تم اپنا الارم بجانا شروع کر دیتے ہو۔''

''ہم لیٹ ہو رہے ہیں عیبہ۔'' الحان نے پھر سے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔

''میں نہیں جا رہی تم اکیلے ہی چلے جاؤ۔'' وہ منہ پھلا کر خفگی سے کہتی بریسلٹ واپس رکھ کر قریبی چیئر پر جا بیٹھی۔

''کم آن عیبہ۔اٹھو یار پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہیں اور تم جانتی ہو یہ پارٹی ہمارے ہی اعزاز میں ارینج کی گئی ہے۔اگر ہم ہی مہمانوں کی طرح جائیں گے تو ارحم کیا سوچے گا۔''

''میری طرف سے معذرت کر لیجیے گا۔میں نہیں جا رہی۔''

''حد کرتی ہو یار۔چلو اٹھو شاباش۔ہری اپ جلدی کرو جو رہ گیا ہے اسے مکمل کر دو ویسے مجھے تو کوئی کمی نہیں

لگ رہی۔" الحان نے پاس آتے ہوئے سج سنور کر بیٹھی عیبہ کو گہری نظروں کے حصار میں لے کر کہا۔

"میں نہیں۔"

"کم آن یار اٹھو۔" الحان نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا اور آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"جلدی سے ریڈی ہو کر آجاؤ، میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔" وہ کہہ کر اپنی گال عیبہ کی گال سے رگڑتا کیز اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ عیبہ نے سر جھٹک کر باقی کی رہتی تیاری مکمل کی اور اپنا سیل اور پاؤچ اٹھاتی باہر نکل آئی۔

ارحم ابصار نے یہ پارٹی اپنے بیسٹ فرینڈ الحان ملک کی شادی کی خوشی میں ارینج کی تھی۔

پارٹی میں ارحم ابصار نے اپنے دوستوں کو ان کی فیملیز سمیت انوائٹ کیا تھا۔ اس کے علاوہ ارحم کے فادر ابصار علی نے بھی اپنے بہت سے جان پہچان کے لوگوں کو انوائٹ کیا تھا جن میں محتشم ابراہیم بھی شامل تھا۔ محتشم نہیں جانتا تھا کہ یہ پارٹی کس کپل کی شادی کی خوشی میں ارینج کی گئی تھی۔ وہ دو دن پہلے ہی لاہور سے اسلام آباد آیا تھا اور کل ہی ابصار علی نے اسے فون کر کے اس پارٹی میں انوائٹ کیا تھا کہ سب کولیگز کی گیٹ ٹو گیدر ہو جائے گی۔

ابصار علی سینئر بیوروکریٹ تھے اور صفدر ابراہیم کے دوست اور کولیگ بھی تھے۔ محتشم کے سول سروسز جوائن کرنے میں ابصار علی نے اسے کافی گائیڈ کیا تھا اور محتشم ان کی اپنے فادر کے دوست اور اپنے سینئر آفیسر کے طور پر بہت عزت کرتا تھا اس لیے ان کے فون پر منع نہیں کر پایا تھا اور اب وہ اپنے جاننے والے گیسٹس کیساتھ کھڑا گپ شپ لگا رہا تھا جب سامنے سے وہ پری زاد آتی دکھائی دی۔

بلیک ساڑھی میں بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں قید کیے بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس اپنے شوہر الحان ملک کے قدم سے قدم ملا کر چلتی وہ قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی۔ انہیں آتے دیکھ کر محتشم جان چکا تھا کہ یہ پارٹی کس کپل کے لیے ارینج کی گئی ہے اس لیے وہ چپ چاپ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اس نے ایک نظر اس پری وش کو دیکھنے کے بعد دوسری نظر نہیں ڈالی تھی اس ڈر کیساتھ کہ کہیں اس

خوبصورت اور آئیڈیل کپل کو اس کی نظر نہ لگ جائے۔ پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نظر تو لگ چکی ہے اس آئیڈیل کپل کو مگر اس کی نہیں بلکہ ابیرہ جبران کی۔

ابیرہ جبران۔

ابیرہ جبران نے الحان ملک کو پہلی دفعہ اپنے بھائی کی شادی میں دیکھا تھا۔ اس کے بھائی شہروز کی شادی ملک سلطان کی چھوٹی بیٹی ثمر سلطان سے طے ہوئی تھی۔ جن دنوں رشتہ طے ہوا تھا ان دنوں الحان ملک اپنی اسٹڈی کے سلسلے میں ابروڈ تھا مگر بہن کی شادی کے فنکشن میں وہ ضرور شریک ہوا تھا اور انہی فنکشنز میں ابیرہ جبران پہلی نظر کی محبت کا شکار ہو کر الحان ملک پر دل ہار بیٹھی تھی۔

پہلی پہلی محبت کے نشے میں چور وہ الحان کی سنگت میں دیکھے گئے خوابوں میں بہت آگے سے آگے بڑھتی گئی تھی۔ اس کی سوچ، اس کے دن رات اس کی زندگی کا محور اب الحان ملک کی ذات بن چکی تھی جس کو حاصل کرنے کی دعا اس کے لبوں پر ہمہ وقت کسی ورد کی طرح جاری رہتی۔

لیکن کاش کہ وہ اسے حاصل کرنے کی بجائے پانے کی دعا کرتی تو شاید آج پچھتا نہ رہی ہوتی کیونکہ حاصل کرنے اور پانے میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اسی فرق سے اب ابیرہ جبران ابیرہ الحان بن کر بخوبی آگاہ ہو چکی تھی۔

ابیرہ کے دل سمیت اس کے خواب اس وقت چکنا چور ہوئے جب ثمر کی زبانی اسے الحان ملک کے نکاح سیرمنی کا پتہ چلا۔ اتنا اچانک یہ سب ہو جائے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ پچھلے دو سال سے مسلسل اس شخص کو اپنے دل میں چھپائے پوجتی آئی تھی اور اب ایکدم سے وہ کسی اور کا کیسے ہو سکتا تھا؟

اس خبر کو سن کر وہ پاگل سی ہو گئی تھی اور اسی پاگل پن میں ابیرہ نے بہت سی دعائیں مانگی تھیں اس لڑکی کے مرنے کی جو الحان ملک کی زندگی کا حصہ بننے جا رہی تھی مگر اس کی ساری دعائیں رائیگاں گئی تھیں اور عیبہ عباسی باخیر و خیریت الحان ملک کی زندگی کا حصہ بن گئی تھی۔

نکاح کے ٹھیک چھ ماہ بعد ان کی شادی کا فنکشن ارینج کیا گیا تھا اور ان چھے ماہ میں ابیرہ جبران خود کو بہت حد تک سنبھال چکی تھی اور اسی لیے وہ عیبہ اور الحان کے ریسیپشن کے فنکشن میں شامل ہوئی تھی اور وہیں اس نے

اسٹیج سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر آنکھوں میں حسد اور نفرت لیے اس خوبصورت سے آئیڈیل کپل کو کبھی نہ خوش رہنے کی بددعا دی تھی۔ ان دونوں کو ہمیشہ کی جدائی کی بددعا دی تھی اور شاید یہی قبولیت کی گھڑی تھی جب امیرہ جبران کے ٹوٹے دل سے نکلی آہ عرش الٰہی پر سنی گئی تھی۔

جس کے نتائج محض چند ماہ بعد ہی اس آئیڈیل کپل کی خوشیوں کو کھا کر انہیں ہمیشہ کی جدائی دے گئے تھے۔

کیا خوب کہاوت ہے کہ شک رشتوں کو اور حسد خوشیوں کو اس طرح سے کھا جاتا ہے جس طرح سے دیمک لکڑی کو۔ اور یہی ہوا تھا امیرہ کا حسد اور الحان کا شک مل کر عیبہ عباسی کی خوشیوں کو کھا گیا تھا۔ دوسروں کی خوشیوں کو کھا کر انہیں دکھوں کے بھنور میں اکیلے کر دینے والے کیسے خوش رہ سکتے ہیں۔ یہ دنیا مکافات عمل ہے جہاں ہر انسان اپنے کیے کا بدلہ ضرور پا لیتا ہے جیسے الحان ملک اور امیرہ الحان ملک اپنے اپنے اعمال کے پچھتاوؤں میں جکڑے گئے تھے۔

⁂

محتشم پارٹی سے جانے سے پہلے ابصار علی سے مل کر جانا چاہتا تھا اور اسی لیے وہ کھڑا ادھر ادھر دیکھتا انہیں ڈھونڈ رہا تھا جب عیبہ کی نظر اس پر پڑی۔

"محتشم ابراہیم۔" اس کے ہونٹ آہستگی سے پھڑپھڑائے۔

عیبہ نے مڑ کر الحان کو دیکھا جو اپنے دوستوں کے جھنگل میں گھرا کھڑا تھا۔ اس نے پھر سے محتشم کو دیکھا اور چھوٹے چھوٹے محتاط قدم اٹھاتی اس کی طرف بڑھنے لگی۔ ملک سلطان دبئی میں تھے اس لیے وہ اس پارٹی کا حصہ نہ تھے اور عیبہ اسی لیے محتشم کے پاس جا رہی تھی تاکہ پوچھ سکے کہ اس نے اس کیس میں کچھ کیا ہے یا نہیں۔

محتشم کی نظر ابصار علی تک پہنچ چکی تھی مگر دوسری طرف وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ عیبہ عباسی اس کی طرف بڑھ رہی ہے لہٰذا ابصار علی سے خدا حافظ کہنے کی بجائے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایگزٹ کی جانب بڑھ گیا۔

"یہ۔ یہ مجھے دیکھ کر واپس کیوں جا رہا ہے۔" عیبہ نے بڑبڑاتے ہوئے اپنی سپیڈ تیز کی۔

"محتشم۔ محتشم ابراہیم۔" وہ پارکنگ میں اپنی گاڑی کا لاک کھولتے محتشم کو دیکھ کر چلائی۔

محتشم جو سوچ چکا تھا کہ وہ اس کی آواز پر بھی کبھی نہیں رکے گا بے بس سا ہو کر کھڑا رہ گیا تھا۔

''محتشم ابراہیم! آپ مجھے دیکھ کر بھاگ رہے تھے۔'' وہ پھولے سانسوں سے پاس آ کر بولی۔

''نہیں۔'' محتشم اس کے پاس آنے پر اس کی طرف پلٹ چکا تھا مگر نظریں عیبہ کی بجائے وہاں کھڑی گاڑیوں پر تھیں۔

''تو پھر کہاں جا رہے تھے پارٹی چھوڑ کر؟''

''مجھے ضروری کال آ گئی تھی اسی لیے جانا پڑ گیا۔ آپ سنائیں کیسی ہیں؟''

''کیسی لگ رہی ہوں۔'' عیبہ کے الٹا اسی سے پوچھنے پر محتشم کی نظریں بے اختیار اس کے جگمگاتے گلابی چہرے پر پڑ کر جھک گئیں۔

''بہت اچھی اور بہت خوش۔'' وہ آہستگی سے کہتا بوٹ سے زمین پر پڑا پتھر کچلنے لگا۔

''ایگزیکٹلی۔ اچھی تو میں پہلے ہی تھی مگر خوش شادی کے بعد سے رہنے لگی ہوں۔'' وہ مسکرا کر ساڑھی کا پلو سیدھا کرتی بولی۔

''دیٹس گریٹ۔'' محتشم بھی مسکرایا۔

''تھینکس۔ مجھے پوچھنا تھا کہ ملک سلطان کے کیس پر آپ نے مزید کچھ کیا؟''

ملک سلطان کی بات کرتے ہوئے عیبہ بھول گئی تھی کہ وہ خود تو دبئی میں ہیں مگر اپنے چمچے کو وہ وہیں چھوڑ کر گئے تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر بلیک سوک کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے احمد سیال نے ان دونوں کے ایک ساتھ اس سنسان پارکنگ میں رات کے وقت کھڑے ہونے کے منظر کو بخوبی اپنے بیش قیمت سیل کے کیمرے میں چپکے سے محفوظ کر لیا تھا اور سیل کی سکرین پر ابھرتی تصویر دیکھ کر اس کے چہرے اور آنکھوں میں شیطانیت ٹپک رہی تھی۔ وہ شیطانیت جو عنقریب کسی کی خوشیوں کو آگ میں جھونکنے والی تھی۔

''پہلے خود پر چلتے کیسز سے تو بری ہو جاؤں مسز ملک پھر کسی اور کے کیس پر بھی کچھ کروا سکوں گا۔'' وہ تلخی سے کہتا استہزائیہ ہوا۔

''آپ پر کیس؟ کیسا کیس؟'' وہ چونکی۔

''کرپشن کیس۔'' محتشم آہستگی سے کہتا سر جھٹک کر بوٹ سے نیچے لکیریں کھینچنے لگا۔

”واٹ کرپشن کیس؟ آپ پر۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“

”اس ملک میں کچھ بھی ہو سکتا ہے مسز ملک۔ جب ایک مجرم جرم کر کے بھی بے قصور ثابت ہو سکتا ہے تو کسی بے قصور کو بنا جرم کے مجرم ثابت کرنا کون سا مشکل ہے۔ اینی وے یہ سب تو چلتا رہتا ہے زندگی کیساتھ جہاں بہت سی آسانیاں ہوتی ہیں وہیں کچھ آزمائشیں بھی سہنا پڑتی ہیں۔ میں اس کیس کو بھولا نہیں ہوں اور نہ ہی بھولوں گا سو یو ڈونٹ وری۔ میں ذرا اپنے مسائل سے نکل آؤں پھر انشا اللہ اس کو بھی دیکھ لوں گا۔“

”جی تھینکس۔ لیکن آپ کے ساتھ کس نے کیا یہ سب کچھ پتہ چلا آپ کو۔“

”میں جس فیلڈ میں ہوں وہاں جتنے دوست ہوتے ہیں اتنے ہی دشمن اور وہ دشمن انہی دوستوں میں چھپے ہوتے ہیں اس لیے فی الحال تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔“ وہ کندھے اچکا کر گھڑی دیکھتا بولا۔

”آئی ایم گیٹنگ لیٹ سو کین آئی گو؟“

”یاہ۔ یو کین گو۔“ وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

”تھینکس۔“ محتشم نے مسکرا کر گاگلز چڑھائے اور پلٹ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

”بیسٹ آف لک محتشم ابراہیم۔“ عنیبہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مچ تھینکس مسز ملک۔“ وہ مسکرا کر ہاتھ ہلاتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ ہلانے کے جواب میں عنیبہ نے بھی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا اور واپس اینٹرنس کی طرف پلٹ گئی۔

احمد سیال نے مسکراتے ہوئے سیل کی گیلری اوپن کی اور اپنے ہاتھ سے کھینچی گئی تصویریں دیکھنے لگا۔

✿......✿......✿

حال

عنیبہ ٹیرس پر موجود کین چیئر کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔

برستا ابرِ کرم اسے مکمل طور پر بھگو کر اس کے سارے دکھوں، سارے غموں کو دھوتا جا رہا تھا۔ وہ پھر سے آج پانچ سال پہلے والی بارش میں بھیگتی، کھلکھلاتی ہوئی عنیبہ عباسی بن جانا چاہتی تھی جس کی زندگی میں خوشیاں تھیں، مسرتیں تھیں، راحتیں تھیں، سکون تھا۔ اسے تو بہت پہلے ہی اپنے خود ساختہ خول سے باہر نکل آنا چاہیے تھا۔ خدا

نے اس سے اگر کچھ لیا تھا تو اس سے کئی گنا بڑھ کر اچھا عطا بھی تو کیا تھا۔ پھر کیوں وہ اتنے عرصے ناشکری کرتے ہوئے خود کو اور اپنے مسیحا کو سزا دیتی رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نکلتے پچھتاوے اور توبہ کے آنسو بارش کے پانی کیساتھ ہی بہتے چلے جا رہے تھے۔

"جو بیت چکا اسے رونا کیا؟
جو حاصل ہے اسے شکر منا
یہ دکھ تو آتے جاتے ہیں
یہ زندگی کے ساتھی ہیں
اس زندگی پہ رونا کیا؟
جو گزر گیا جو بیت چکا
یہ دکھ تو آنے جانے ہیں
پھر غم منا کر پانا کیا؟
جو پایا ہے وہ کافی ہے
اس پر ہی رب کا شکر منا"

وہ اپنے رب سے بیتے کل کی معافی مانگتی ہوئی آنے والے کل کو شکر کیساتھ منانے کا عہد کر رہی تھی۔

وہ الحان ملک کے دیے گئے زخم سے اپنے ساتھ ساتھ اپنے مسیحا محتشم ابراہیم کو بھی بہت سے دکھ دے چکی تھی مگر اب نہیں۔ اب اور نہیں۔ وہ اس زخم کو اس کے کھرنڈ سمیت کھرچنے کا عہد کر چکی تھی۔ وہ خود کو ہر غم سے آزاد کرتے ہوئے محتشم ابراہیم کیساتھ ایک بھرپور خوشیوں سے بھری زندگی گزارنے کا عہد کر چکی تھی۔

وہ پانچ سال پہلے والی عیشہ عباسی بن گئی تھی مگر اب وہ خود کو عیشہ عباسی نہیں بلکہ عیشہ محتشم کہلوانا چاہتی تھی۔

مسز عیشہ محتشم۔ عیشہ نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں اور منہ پر پڑتے بارش کے چھینٹوں کو چندھیاتی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ چند منٹ بعد وہ منہ پر ہاتھ پھیرتی اٹھی اور کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ابیرہ ابھی اذان کو ڈانٹ ڈپٹ کے بعد چینج کروا کر کمرے میں آئی تھی جو بارش میں کھیلتا بھیگ چکا تھا۔ بدلتے موسم کی پہلی بارش تھی اور اسے ڈر تھا کہیں اذان بیمار نہ پڑ جائے۔

اب وہ بالکونی میں کھڑی برستی بارش کو دیکھتے ہوئے اپنی پچھلی پانچ سالہ زندگی کا حساب کتاب لگا رہی تھی۔ان پانچ سالوں میں اس نے اذان کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا تھا۔وہ پانچ سال پہلے ابیرہ جبران ہو کر بھی خالی ہاتھ تھی اور آج پانچ سال بعد ابیرہ الحان بن کر بھی خالی ہاتھ تھی۔

اس نے اپنے حسد سے اپنی دعاؤں، بددعاؤں سے الحان ملک کو حاصل تو کر لیا تھا مگر پا نہیں سکی تھی۔وہ صرف ظاہری اور جسمانی طور پر اسے مل سکا تھا ورنہ اندرونی اور دلی طور پر تو وہ آج بھی اسی کا تھا۔جس کی الحان ملک سے جدائی کی دعا کی تھی اس نے۔

ابیرہ کی وہ دعا یا بددعا قبول تو ہو گئی تھی مگر اس کے ہاتھ پھر بھی کچھ نہ آیا تھا اور یہ زیادہ تکلیف دہ تھا اس تکلیف سے جو عیشہ اور الحان کے ایک ہونے کی خبر سے اسے ہوئی تھی۔

مگر اب وقت گزر چکا تھا۔

۞......۞......۞

ماضی

الحان آفس میں لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا جب انٹر کام سے اس کی سیکرٹری نے ملک سلطان کے بلاوے کا میسج دیا۔

وہ لیپ ٹاپ بند کیے اٹھا اور سیل کی سکرین پر ''آئی مس یو سویٹ ہارٹ'' کے الفاظ ٹائپ کر کے اپنی عزیز از جان ہستی کے نمبر پر سینڈ کرتا مسکراتے ہوئے ملک سلطان کے آفس میں داخل ہوا۔

''جی ڈیڈ آپ نے بلوایا؟''اس نے سوالیہ نظروں سے سگار پیتے ملک صاحب سے پوچھا۔

''ہوں۔بیٹھو۔''وہ سیدھے ہو کر بولے۔

الحان ان کے سامنے پڑی چیئر گھسیٹتا بیٹھ گیا۔

''جی؟''

''محتشم ابراہیم کو جانتے ہو؟'' ملک صاحب نے کش لینے کے بعد منہ سے دھواں چھوڑتے ہوئے نارمل انداز میں پوچھا۔

''محتشم ابراہیم۔'' الحان نے سوچ کر نفی میں سر ہلایا۔

''عنیبہ عباسی کو جانتے ہو؟'' اب کی بار وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولے۔ الحان نے حیران سی سوالیہ نظریں اٹھائیں۔ یہ ڈیڈ کو کیا ہو گیا ہے؟

''جی جانتا ہوں۔''

''کون ہے وہ؟''

''شی از مائی لو مائی وائف اینڈ آلسو مائی لائف۔'' وہ پراعتمادی سے بولا۔

اس کی بات پر ملک سلطان مسکرا دیے۔

''ہوں۔ تو تمہیں اپنے لو اپنی وائف اور اپنی لائف پر کتنے پرسینٹ اعتماد ہے کہ وہ تمہارے ساتھ سنسیئر ہے۔''

''اس بات کا مطلب۔'' وہ خفگی سے باپ کو دیکھتا بولا۔

''ایسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ جسٹ فار انفارمیشن۔'' انہوں نے کندھے اچکا کر مذاقیہ کہا۔

''ہنڈرڈ پرسینٹ۔'' وہ یقین سے بولا۔

''آر یو شیور؟''

''یس آف کورس۔ مگر آپ کی ان عجیب سی باتوں کو میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ کین یو پلیز ٹیل می دا ریزن۔'' الحان نے پوچھتے ہوئے سیل کی روشن سکرین پر دیکھا جہاں ''مس یو ٹو'' کے الفاظ لکھا تھا ایک دل والا ایموجی جگمگا رہا تھا۔ اس نے عنیبہ کے نمبر سے آیا رپلائی میسج پڑھنے کے بعد بٹن دبا کر سکرین کی روشنی گل کی اور سوالیہ نظروں سے باپ کو دیکھا جو بہت غور سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

''اگر میں کہوں کہ تمہارا اعتماد غلط ہے تو؟''

''تو میں یہ کہوں گا کہ آپ کی رائے غلط ہے۔'' وہ آرام سے بولا۔

''ہوں۔یعنی کہ میری رائے اگر سچ بھی ہوئی تو تم اسے غلط ہی قرار دو گے۔''

''ڈیڈ! واٹس دا پرابلم۔میں جانتا ہوں عیبہ آپ کو پسند نہیں ہے اور جس وجہ سے وہ آپ کو ناپسند تھی اب تو وہ وجہ بھی نہیں رہی پھر ان سب باتوں کا مقصد؟''

''کچھ نہیں۔'' ملک سلطان نے سر جھٹک کر سگار سائیڈ پر رکھا۔

''میں صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ عورت کیساتھ چاہے دل کا رشتہ ہو یا کوئی اور حد درجہ اعتماد اچھا نہیں ہوتا۔وہ جس ماں کی بیٹی ہے اس بات سے تم اچھے سے آگاہ ہو اس لیے میں چاہتا ہوں آنکھیں بند کر کے کسی بھی ریلیشن شپ کو لے کر چلنے سے بہتر ہے آنکھیں کھول کر چلا جائے۔باقی تم سمجھدار ہو۔انجوائے یور لائف وِد یور وائف مائی سن۔'' انہوں نے مسکرا کر آخر میں بات کو مذاق کا رنگ دے کر ماحول کی سنگینی کو کم کیا۔

الحان ان کی بات پر پھیکا سا مسکرا دیا۔ملک سلطان ہلکے پھلکے ہو کر چائے کا آرڈر دینے لگے وہ جو چاہتے تھے وہ ہو چکا تھا۔

الحان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے وہ جان چکے تھے کہ ان کی طرف سے پھینکا گیا شک کا پہلا پتھر تھوڑا بہت نشانے پر لگ چکا ہے۔

✿.......✿.......✿

''ڈیڈ ایسا ری ایکٹ کر رہے تھے جیسے وہ کچھ جانتے ہوں مگر مجھے بتانا نہیں چاہ رہے ہوں۔اور سنبل عباسی۔ آج اتنے عرصے بعد ڈیڈ سنبل عباسی کی بات کیوں کر رہے تھے۔انہوں نے ایسا کیوں کہا کہ عیبہ کس ماں کی بیٹی ہے۔اوہ گاڈ واٹس رونگ ڈیئر۔''

وہ گھر واپسی پر ڈرائیونگ کے دوران پریشان سا سوچے جا رہا تھا۔آفس میں بھی باقی کا وقت وہ ٹھیک سے کام پر فوکس نہیں کر پایا تھا دماغ بار بار باپ کی باتوں میں الجھ رہا تھا۔

''عیبہ کی مدر جو بھی تھی جیسی بھی تھی مگر عیبہ ویسی نہیں ہے ڈیڈ ایم شیور آباؤٹ ہر۔شی از سو نائس اینڈ انوسینٹ۔وہ سنبل عباسی کے علاوہ ہاشم عباسی کی بھی تو بیٹی ہے ڈیڈ اینڈ ہی از یور چائلڈش فرینڈ پھر کیوں آپ نے عیبہ کے بارے میں ایسا کہا؟ کیا ہوا ہے ایسا؟'' وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتا بڑبڑایا۔

"آج سے پہلے عیبہ آپ کو صرف بری لگتی تھی وہ بھی اس لیے کہ وہ آپ کے خلاف آواز اٹھارہی تھی لیکن اس کے باوجود میری خواہش پر آپ نے ہاشم انکل سے رشتہ مانگا اور پھر نکاح بھی تو آپ کی مرضی سے ہی ہوا تھا۔ اگر عیبہ میں کوئی فالٹ ہوتا تو آپ مجھے تب بتاتے جب میں نے اپنی خواہش آپ کے سامنے رکھی تھی۔اب تو۔اب تو وہ بیوی بن چکی ہے میری اور میں کسی بھی دوسرے کی بات میں آکر اپنا ریلیشن شپ ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔اٹس ڈن۔"

الحان نے گیئر بدلا اور باپ کی بات سے انکاری ہوکر گاڑی کی سپیڈ بڑھادی۔وہ مسلسل اپنی سوچوں میں ملک سلطان کی باتوں کو جھٹلائے جارہا تھا مگر دل میں کہیں چھوٹا سا شک کا بیج بھی پنپتا دکھائی دے رہا تھا مگر فی الحال وہ خود اس بیج سے انجان تھا۔

⚙......⚙......⚙

عیبہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے ہاتھوں پر کیوٹکس لگارہی تھی اور الحان بیڈ پر ترچھا سا لیٹا سیل پر بزی تھا۔گاہے بگاہے نظر سیل سے ہٹا کر عیبہ کے آئینے میں نظر آتے عکس پر بھی ڈال لیتا۔چند منٹ بعد الحان نے سیل سائیڈ پر رکھا اور سیدھا ہو بیٹھا۔

"عیبہ۔"

"ہوں۔" الحان کی پکار پر عیبہ نے اسے دیکھے بنا مصروف سا ہوں کہا۔

"تم۔تم کسی محتشم ابراہیم کو جانتی ہو؟"

الحان کے سوال پر عیبہ کا کیوٹکس لگاتا ہاتھ ایک لمحے کو ساکت ہوا مگر جلد ہی وہ خود کو کمپوز کرتی پیچھے مڑی۔

"کون محتشم ابراہیم؟"

"آئی ڈونٹ نو بس نام سنا تھا اس لیے پوچھ لیا تم سے۔"

"ہوں۔" وہ واپس آئینے کی طرف مڑگئی۔

"جس سے نام سنا تھا اسی سے پوچھ لیتے۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"مجھے لگا کہ شاید تم جانتی ہو محتشم ابراہیم کو۔آئی تھنک انکل ہاشم کا کوئی جاننے والا ہو۔" الحان نے کنپٹی

رگڑتے ہوئے اندازہ لگایا۔

''اوہ۔ہ۔ہ۔یاد آیا محتشم ابراہیم بابا کا کزن ہے اور راعنہ آنٹی کا سب سے چھوٹا بھائی۔'' عنیبہ وہیں بیٹھے بیٹھے ظاہری ایکسائیٹڈ ہو کر بولی یوں جیسے ابھی ابھی یاد آیا ہو۔

''اوہ۔'' عنیبہ کی بات سن کر الحان چونک کر بے چینی سے اٹھ بیٹھا۔

''تم پرسنلی جانتی ہو اسے؟''

''پرسنلی۔'' اب کے عنیبہ نے پھر سے مشکوک ہو کر الحان کو دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلا کر دل کی دھک دھک پر قابو پایا۔

کیا تھا اگر وہ کہہ دیتی کہ اس کی محتشم ابراہیم سے اچھی سلام دعا ہے مگر وہ جانتی کب تھی کہ کس کس کے پاس کیا کیا ثبوت تھے کہ وہ پرسنلی محتشم ابراہیم کو جانتی ہے۔

''ویسے تو راعنہ آنٹی کی فیملی کم کم ہی عباسی ہاؤس آتی ہے ناں؟'' الحان نے نظریں سیل پر جما کر سرسری سا پوچھا۔

''ہاں وہ لوگ کبھی کبھار کسی خاص موقع پر ہی آتے تھے۔میری بھی کوئی خاص سلام دعا نہیں ہے ان سب سے۔بس یونہی کسی پارٹی، فنکشن یا فیملی گیٹ ٹوگیدر میں ملاقات ہو جاتی تھی۔تم نے کس سے سنا تھا محتشم ابراہیم کا نام؟''

وہ بظاہر تو نارمل ہی تھی مگر اندر سے گھبرا رہی تھی کہ کہیں الحان کو پتہ تو نہیں چل گیا میں ملک سلطان کے کیس میں محتشم ابراہیم کو انوالو کر چکی ہوں پرسنلی۔

''کہیں نہیں۔اس دن ارحم کی پارٹی میں سنا تھا کسی سے۔'' الحان نے جان چھڑوانے کو تکا لگایا مگر تکا ٹھیک نشانے پر ہی لگا تھا۔اس پارٹی میں واقعی محتشم ابراہیم آیا تھا مگر الحان تو یہ بات نہیں جانتا تھا لیکن عنیبہ جانتی تھی وہ وہاں آیا تھا اس لیے سر ہلاتی پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔الحان نے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھا اور اٹھ کر باہر ٹیرس پر نکل گیا۔

''عنیبہ جانتی ہے محتشم ابراہیم کو۔مگر اس طرح سے نہیں جس طرح سے ڈیڈ کا مطلب تھا۔وہ ریلیٹوز ہیں تو

ملاقات تو ہوتی ہی ہوگی اور اگر عیبہ اسے پرسنلی جانتی تو وہ پہلے کیوں کہتی کہ وہ کسی محتشم ابراہیم کو نہیں جانتی ہے۔" وہ گرل پر ہاتھ ٹکائے دور خلا میں دیکھتے ہوئے ہمکلام تھا۔

آج ملک سلطان سے ہوئی اس دن کی بات کے پورے بیس دن بعد الحان نے عیبہ سے پوچھا تھا۔ مطلب اس نے باپ کی بات پر یقین نہیں کیا تھا تو جھٹلایا بھی نہیں تھا۔ شک کا بیج تھوڑا اور بڑا ہو کر اپنی جڑیں پھیلا رہا تھا مگر الحان بظاہر نفی کرتا ہوا اندر سے جکڑتا جا رہا تھا۔

✿......✿......✿

حال

عیبہ نے کمرے میں جا کر شاور لیا اور بالوں میں ٹاول رگڑتی باہر آئی اور آئینے کے سامنے آکر بالوں میں برش پھیرنے لگی۔

ایک چھینک، دوسری، تیسری اور پھر چوتھی چھینک نے اسے قریبی ڈبے سے ٹشو کھینچنے پر مجبور کر دیا۔ بے موسمی بارش کے نتائج نمودار ہو رہے تھے۔

ناک کو اچھے سے رگڑ کر عیبہ نے بال برش کرنے کے بعد انہیں جھٹک کر پشت پر پھیلایا اور ڈریسنگ ٹیبل کا وہ دراز کھولا جسے وہ پچھلے پانچ سال میں تب ہی کھولتی تھی جب محتشم کیساتھ کہیں باہر جانا ہوتا یا پھر کسی فیملی فنکشن میں۔

دراز کھول کر اس نے کپڑوں کی میچنگ ساری چیزیں نکالیں اور گنگناتے ہوئے پہننے لگی۔ جھمکے، چوڑیاں، رنگز باری باری ساری جیولری پہننے کے بعد اس نے میچنگ لپ اسٹک شیڈ اٹھایا اور ہونٹوں پر پھیرنے لگی۔ ہونٹوں کو باہم ملا کر لپ اسٹک سیٹ کی اور گالوں پر ہلکا سا بلش آن لگا کر خود کو ہر زاویے سے چیک کر کے اوکے کرتی بیڈ کی طرف آئی اور سیل پر پھر سے Mi Waiting Mohtaisham کے الفاظ لکھ کر سینڈ کرتی کمرے سے نکل گئی۔

✿......✿......✿

محتشم آفس سے نکلنے کے بعد ابصار علی کی خیریت معلوم کرنے ان کے گھر چلا گیا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔

اس کے کہنے کے باوجود بھی ابصار علی نے اسے اتنی تیز برستی بارش میں نکلنے سے منع کر دیا تھا اور اب دو گھنٹے کے وقفے سے عیشہ کے دوسرے میسج پر وہ بے چین ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں چلتا ہوں سر۔ بارش نجانے کب تھمے۔ عیشہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔'' وہ گھڑی دیکھتا بولا۔

''ہوں۔ میں نے تم سے پچھلی ملاقات میں بھی کہا تھا، عیشہ کو ساتھ لانا تم۔''

''جی میں ضرور لاتا مگر آپ جانتے ہیں مجھے دوپہر میں آپ کی طبیعت کا پتہ چلا تھا تو رہا نہیں گیا اس لیے آفس سے سیدھا یہیں آیا ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ہوں خوش رہو۔'' ابصار علی اس کی بات پر مسکرائے۔ وہ جانتے تھے محتشم کو اور محتشم انہیں کتنا عزیز تھے۔

''تو پھر اجازت دیں۔'' وہ اجازت طلب کرتا ان کی طرف جھکا۔

ابصار علی نے اپنے ضعیف ہاتھوں کو پیار سے اس کے سر پر پھیر کر کندھا تھپکا۔

''جیتے رہو اور مزید کامیابیاں سمیٹو۔'' انہوں نے دل سے دعا دی۔

''آپ بھی اپنی صحت کا خیال رکھا کریں سر۔'' محتشم نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا۔

''ہوں۔ گزر گئی زندگی بس اب تو بلاوے کا انتظار ہے۔'' وہ افسردگی سے بولے۔

''ایسا مت کہیں سر۔ آپ جانتے ہیں آپ میرے لیے بابا سے کم نہیں ہیں ان کے بعد جس طرح سے آپ نے مجھے ہیلپ آؤٹ کیا، اس فیلڈ میں اور اس کرپشن کے کیس سے مجھے باہر نکالا تھا میں تا زندگی آپ کا مشکور رہوں گا۔''

''جانتا ہوں بیٹا۔ یہ بڑھاپا ایک زندگی گزار کر آیا ہے سب جانتا ہوں کون اپنا ہے اور کون پرایا۔'' ان کی آنکھوں میں نمی پھیلتی جا رہی تھی۔

''تم جاؤ۔ عیشہ اکیلی ہو گی گھر پر۔ بارش تو نجانے کب رکے۔'' وہ نمی کو اندر اتارتے بولے۔

''جی اپنا خیال رکھیے گا۔'' محتشم ان کا ہاتھ تھپتھپاتا دروازے کی جانب بڑھا۔

''گاڑی احتیاط سے چلانا محتشم۔ بارش کافی تیز ہے۔''

”جی سر“ وہ ان کی فکر پر بلند آواز سے جی سر کہتا کمرے سے نکل گیا۔

ابصار علی کا ایک ہی بیٹا تھا ارحم ابصار جو الحان ملک کا بیسٹ فرینڈ تھا۔ اور اپنے بیسٹ فرینڈ کی خاطر ہی وہ پانچ سال پہلے اپنے بوڑھے باپ کو اکیلا چھوڑ گیا تھا۔ کہتے ہیں انسان اپنا پہلا پیار نہیں بھولتا پھر بھی نجانے کیوں لوگ والدین کو بھول جاتے ہیں۔

ارحم اپنے اس عظیم باپ کو چھوڑ گیا تھا جس نے اس کی تربیت تن تنہا کی تھی۔ بیوی کے چلے جانے کے بعد اس ڈر سے دوسری شادی نہ کی کہیں ان کے اکلوتے بیٹے کو سوتیلی ماں کا ظلم نہ سہنا پڑ جائے۔ وہ بیٹا جسے انہوں نے پڑھایا، لکھایا تھا اس قابل بنایا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے اور جب وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہوا تو ذرا سی بات پر پیروں پر کھڑا کرنے والے کو ہی چھوڑ گیا۔

ابصار علی کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ عبیہ اور محتشم کے نکاح میں شریک ہوئے تھے جوان کے بیٹے کو گوارا نہ تھا کہ اس کا باپ اس کے دوست کی ایکس وائف کے دوسرے نکاح میں شریک ہو۔ نکاح بھی اسی بندے سے جس کے ساتھ اس پر الزام لگا تھا مگر ابصار علی جانتے تھے کون صحیح اور کون غلط ہے لہٰذا وہ بیٹے کی بات کو جھٹلاتے اس نکاح میں عبیہ کی طرف سے بطور گواہ شریک ہوئے تھے۔ جس پر ان کا بیٹا ان سے خفا ہو کر اپنی بیوی کیساتھ اس ملک کو ہی چھوڑ گیا تھا اور پلٹ کر نہیں آیا تھا اب تک...... اور شاید پلٹتا بھی نہ کیونکہ کچھ لوگوں کی زندگی میں ان کے کیے کی سزا اذیت ناک پچھتاوؤں کی صورت میں ملتی ہے اور شاید ارحم ابصار کو بھی پچھتاوؤں کی آگ میں ہی جلنا تھا۔

مکمل داستاں کہہ دوں؟
یا بس اتنا کافی ہے
تم ہی تھے تم ہی ہو تم ہی رہو گے۔

ماضی میں گم عبیہ کی ذات کو یاد کرتے کرتے نجانے کتنا وقت بیت گیا تھا۔ الحان نے ٹیبل پر جھکے سر کو اٹھا کر وال کلاک دیکھا جو رات کے نو بجنے کا اعلان کر رہا تھا۔

وہ اٹھا، اٹھ کر چیئر کی بیک پر پڑا کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالا گاڑی کی چابی اور سیل اٹھا کر وہ آفس سے نکل آیا۔

نیچے پارکنگ میں آیا تو بارش ابھی بھی زور و شور سے برسنے میں بزی تھی۔ الحان نے ایک نظر آسمان پر ڈالی اور بارش سے بچتا بچاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اب وہ واپس گھر جا رہا تھا۔

⚙......⚙......⚙

محتشم ابصار علی کے گھر سے آٹھ بجے نکل آیا تھا اور اب نو بجنے والے تھے۔ اتنی تیز بارش کیساتھ تیز طوفانی ہوا میں ڈرائیونگ کرنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے موسم کے تیور دیکھتے ہوئے گاڑی سائیڈ پر پارک کی اور ڈیش بورڈ پر پڑا اسیل اٹھا کر عیبہ کا نمبر ملایا۔

ابھی بیل نہیں گئی تھی کہ ڈیڈ بیٹری کی ٹون ابھری۔

''شٹ۔'' محتشم نے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔

''واٹ دا ہیل اسے بھی ابھی ڈیڈ ہونا تھا۔'' اس نے چڑ کر سیل واپس ڈیش بورڈ پر پٹخا۔

اب وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے باہر برستی طوفانی بارش کو دیکھ رہا تھا۔

دل نجانے کیوں بے چین سا ہو رہا تھا شاید عیبہ کی وجہ سے وہ گھر پر اکیلی تھی صرف گیٹ کیپر ہی تھا اس کے علاوہ میڈ تو کل ہی دو دن کی چھٹی لے کر بھائی کی شادی میں گئی تھی۔ وہ کنپٹی مسلتا ہوا مسلسل باہر دیکھتا بے چین ہو رہا تھا۔

بیس سے پچیس منٹ بعد بارش کو اپنے تیور نہ بدلتے دیکھ کر وہ چابی گھما کر گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

⚙......⚙......⚙

ماضی

''ملک صاحب پانچ مہینے ہونے والے ہیں اور عیبہ عباسی ابھی تک آپ کے گھر میں آپ کی بہو کے طور پر موجود ہے۔''

''تو؟'' ملک سلطان نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"تو کب آپ اسے۔"

"دیکھو سیال۔ فی الحال ہم محتشم کو کرپشن کے کیس میں ڈلوا کر مصروف کر چکے ہیں اور عیہہ کا بھی شاید اب اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میڈ سے پتہ چلا تھا الحان اور میرے آفس آنے کے بعد وہ گھر پر ہی ہوتی ہے۔"

"گھر پر تو وہ پہلے بھی تھی جاب سے ٹرمینیٹ کیے جانے پر اور گھر پر بیٹھے بیٹھے ہی اس نے محتشم ابراہیم سے رابطہ کیا تھا۔" احمد سیال نے پھر گھما پھرا کر بات کی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے سیال بات سیدھی کیا کرو مگر تمہاری پہیلیاں بجھوانے کی عادت سخت زہر لگتی ہے مجھے۔" وہ غصے میں تھوڑا لاؤڈ ہوئے۔

ان کے تیور دیکھ کر احمد سیال نے مزید بے عزتی کے ڈر سے بچنے کو اپنا سیل ان کے سامنے کیا جس پر محتشم اور عیہہ کی ایک ساتھ کھڑے ہوں کی تصویر تھی۔

"کب کی ہے یہ۔" وہ بے چین سے بولے۔

"آپ کے دبئی جانے کے بعد ارحم انصاری کی پارٹی کی ہے یہ تصویر۔"

"پھر تو الحان آگاہ ہوگا اس سے۔" ملک صاحب کو مایوسی ہوئی۔

"نہیں ملک صاحب۔ الحان صاحب دوستوں میں بزی تھے اور تصویر میں نے پارکنگ میں کھینچی تھی جہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔"

"کیا بات ہوئی ان کی؟"

"بات تو معلوم نہیں ہو سکی میں اپنی گاڑی میں تھا لیکن ضرور آپ سے ریلیٹڈ ہی ہوگی کیونکہ عیہہ میڈم ہی محتشم ابراہیم کو پیچھے سے پکارتیں اس تک آئی تھیں۔"

"ہوں۔ مطلب وہ ابھی بھی محتشم ابراہیم سے کانٹیکٹ میں ہے۔" ملک سلطان پرسوچ انداز میں بولے۔

"جی ملک صاحب۔"

"اور کوئی ثبوت، کوئی میل وغیرہ؟"

"نہیں۔ میل کا سلسلہ نہیں ہوا دوبارہ۔" احمد سیال تابعداری سے بولا۔

''ہوں۔ تم ایسا کرو اس تصویر کو اور جو تم نے مہندی کی رات لی تھی وہ ان دونوں کو ڈویلپ کراؤ۔''

''مگر یہ ناکافی ثبوت ہیں ملک صاحب۔ ان چند تصویروں سے الحان صاحب ہرگز بدظن نہیں ہوں گے عیبہ عباسی سے۔''

''بدظن تو وہ ہو چکا ہے سیال مگر کس حد تک اس کا اندازہ نہیں۔ تمہیں فی الحال جتنا کہا ہے وہ کرو۔ اگر ضرورت پڑی تو انہی تصویروں کو ویسا بھی کروا لیں گے جس سے الحان ملک مکمل طور پر بدظن ہو جائے گا اس عیبہ عباسی سے۔'' وہ مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے چیئر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کے اٹھنے پر احمد سیال بھی تعظیماً کھڑا ہوا اور ملک صاحب کے آفس سے نکلنے پر وہ بھی مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

✿.......✿.......✿

الحان اپنے آفس میں فائل پر جھکا بیٹھا تھا جب ملک سلطان اس کے آفس میں داخل ہوئے۔ باپ کو دیکھ کر وہ فائل کھسکا کر کھڑا ہوا۔

''کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے آپ۔''

''ہوں، بیٹھو تم۔'' ملک صاحب اسے کہہ کر خود بھی سامنے پڑی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔

''خیریت۔'' الحان نے باپ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پوچھا۔

''میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی یہی کہنے آیا ہوں کہ اپنی بیوی پر نظر رکھو۔''

''ڈیڈ میری بیوی کوئی چورنی نہیں ہے جو میں اس پر نظر رکھوں۔'' وہ باپ کی بات کا برا منا کر بولا۔

''چورنی نہیں ہے مگر تمہیں دھوکہ ضرور دے رہی ہے۔'' ملک صاحب اس کے چہرے کو اپنی چیل جیسی نگاہوں میں رکھے ہوئے تھے۔

''محتشم ابراہیم ہاشم انکل کا کزن اور راعنہ آنٹی کا بھائی ہے ڈیڈ۔ وہ لوگ ریلیٹیوز ہیں، میل ملاقات تو ہوتی ہو گی میں بھی تو اپنی کزنز سے ملتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرا ان سے کوئی افیئر ہے۔''

''فائن۔ تمہیں لگ رہا ہے میں ہوائی بات کر رہا ہوں۔''

"میرا یہ مطلب نہیں ہے ڈیڈ، میں صرف یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہوں۔اس پیکٹ میں موجود تصویروں کو دیکھو اور بتاؤ کیا یہ میری غلط فہمی ہے یا پھر تم اپنی بیوی پر غلط اعتماد کر رہے ہو۔" ملک صاحب نے ہاتھ میں پکڑا خاکی پیکٹ ٹیبل پر پٹخنے کے انداز میں رکھا۔

الحان نے ایک نظر باپ کو دیکھ کر پیکٹ اپنی طرف کھینچ کر چاک کیا۔ پیکٹ میں چار سے پانچ تصویریں تھیں۔

"میری عیبہ عباسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے وہ میرے دوست کی بیٹی اور میرے اکلوتے بیٹے کی محبت ہے اور مجھے بہت عزیز ہے لیکن تم میری اولاد ہو۔تم سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے میرے لیے اسی لیے میں چاہتا ہوں تم اپنی آنکھوں کو کھولو تا کہ کسی بڑے دکھ اور دھچکے سے بچ سکو۔اور نہ ہی میرا مقصد عیبہ پر بہتان لگانا ہے۔میں صرف تمہیں انفارم کر رہا ہوں۔آگے تم یقین کرو یا نہ کرو یہ تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔اب ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد عیبہ سے کوئی باز پرس مت کرنا۔کوئی بھی مجرم اپنے منہ سے جرم کا اقرار نہیں کرتا اس لیے خاموشی سے جج کرو اگر یہ سب سچ ہوا تو جلد ہی تمہارے سامنے آجائے گا۔سو بی کام۔" وہ خنجر کی نوک پر دلا سا رکھ کر اسے دیتے آفس سے نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد الحان نے ٹیبل پر اوندھی پڑی تصویروں کو دیکھا۔

ایک طرف دل چاہ رہا تھا کہ ان کو دیکھے بنا پھاڑ دے۔یہ جھوٹ ہے عیبہ مجھے چیٹ نہیں کر سکتی مگر دوسری طرف دل چاہ رہا تھا کہ دیکھ لے آخر ڈیڈ اتنے وثوق سے کہہ رہے ہیں تو یقیناً کچھ تو گڑ بڑ ہے۔

دل میں لگی سچ جھوٹ کی جنگ میں سچ کی فتح ہوئی اور الحان نے باپ کے داعوں کو سچ مانتے ہوئے تصویریں اٹھا کر سامنے کی۔

تصویر میں عیبہ اور محتشم دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے دونوں کے چہروں پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔

دوسری تصویر بھی اسی جگہ کی تھی مگر اس میں محتشم گاڑی میں بیٹھتا ہوا عیبہ کو ہاتھ ہلا کر اللہ حافظ کر رہا تھا۔اس سے اگلی تصویر میں محتشم گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اور عیبہ ہاتھ ہلاتی چہرے پر دلکش مسکراہٹ سجائے اسے خدا حافظ کر رہی تھی۔

''یہ تصویریں تو شاید ارحم کی پارٹی کی ہیں۔تو کیا محتشم ابراہیم اس پارٹی میں شامل تھا مگر یہ دونوں کب ملے۔''الحان نے پھر سے تینوں تصویروں کو غور سے دیکھا وہ پارکنگ میں لی گئی تھیں جہاں اس وقت گاڑیوں کی لمبی قطار کے علاوہ وہ دونوں کھڑے تھے۔دور دور تک کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔

''عیبہ تو میرے ساتھ تھی پھر کب یہ اس سے ملنے گئی۔''وہ کنپٹی مسلتا سوچ رہا تھا۔

''مجھے بتایا بھی نہیں اس بارے میں کچھ۔کیا ڈیڈ صحیح کہہ رہے ہیں عیبہ مجھے چیٹ کر رہی ہے۔مگر کیوں؟''اس کیوں کا جواب نہ پاکر محتشم نے چوتھی اور آخری تصویر سامنے کی۔

اس تصویر کو دیکھ کر وہ کرنٹ کھانے کے انداز میں اچھل کر کھڑا ہوا۔

''واٹ از دس۔''وہ پھٹی پھٹی آنکھیں تصویر پر جمائے بڑبڑایا۔

تصویر میں عیبہ مہندی کا ڈریس پہنے اپنے ہوش ربا سراپے سمیت محتشم کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔محتشم کا ایک ہاتھ عیبہ کے کندھے پر جبکہ دوسرا پہلو میں گرا ہوا تھا۔دونوں کے بیچ شاید کوئی ایک، دو انچ کا فاصلے ہو جو سرسری دیکھنے سے بالکل بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

''واٹ دا ہیل از دس۔''الحان نے چیختے ہوئے ٹیبل پر پڑے گلاس کو ہاتھ مار کر نیچے گرایا۔نیچے گرنے سے گلاس کا کانچ ادھر ادھر بکھر گیا۔

''یہ سچ نہیں ہے عیبہ مجھے چیٹ نہیں کر سکتی۔''وہ چلایا۔

''شی لوز می۔شی از مائی لو۔شی کانٹ ڈیسیو می۔اِٹس رونگ۔اِٹس آل رونگ۔''وہ بالوں کو مٹھی میں جکڑتا پاگلوں کی طرح چلاتے ہوا چیئر پر بیٹھا۔

کچھ دیر بعد اس نے ٹیبل کی سطح سے اپنا سرخ چہرہ اٹھایا۔

''آئی ڈونٹ بلیو دس ڈیڈ۔آئی ڈونٹ بلیو۔''الحان نے بڑبڑاتے ہوئے مہندی کی رات لی گئی تصویر کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ کر قریبی ڈسٹ بین میں اچھالا اور ٹیبل پر ہاتھ مارتا سخت تاثرات لیے کھڑا ہوا۔

''آئی اونلی جج ہر ڈیڈ۔اف شی شیور لی ڈیسیو ڈمی دین آئی ول ٹیک دا فائنل اینڈ لاسٹ ڈیسیزن۔''وہ سانس لیتا رکا۔

"آئی۔آئی ول ڈراپ آؤٹ ہر فرام مائی لائف فار ایور۔"

وہ ٹیبل پر زوردار انداز میں مکا مارتا راستے میں آئی ہر چیز کو پیروں تلے روندتا آفس سے باہر نکل گیا۔

٭......٭......٭

حال

چڑ۔ڑ۔ڑ۔ڑ۔ کی آواز ابھری اور گاڑی کا انجن بند ہو گیا۔

"واٹس رونگ ٹوڈے۔" محتشم نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔

وہ اتنی احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا اور وہ تھی کہ بیچ سڑک رک گئی تھی۔ چہرے پر سنجیدہ اور غصے کے تاثرات سجائے وہ باہر نکلا اور گاڑی کا بونٹ اٹھائے اسے دیکھنے لگا۔اس قدر طوفانی بارش میں فیڈر بھی شاید ٹریپ ہو گئے تھے اسی لیے اسٹریٹ لائٹس بھی بند تھیں۔موبائل کی بیٹری تو پہلے ہی ڈیڈ تھی پھر وہ کیسے گاڑی کی خرابی جانچ سکتا۔ اندھیرے میں ہی اس نے اندازے سے ہاتھ ہلا کر ایک دو پرزوں کو چھیڑا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔وہ چڑڑڑ کی آواز نکال کر پھر بند ہو جاتی۔ چند منٹ کوشش کے بعد محتشم نے گاڑی لاک کی اور اپنا سیل پینٹ کی جیب میں ڈالتا دائیں جانب مڑ گیا ٹیکسی لینے۔

بارش اور ہوا اس قدر تیز تھی کہ وہ بمشکل ہی خود کو متوازن رکھتا چل رہا تھا۔فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر آتی جاتی گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں اس نے سڑک کی دوسری جانب کھڑی گاڑی کو دیکھا وہ ٹیکسی تھی یا کسی کی ذاتی گاڑی اندھیرے میں محتشم اندازہ نہیں کر پایا تھا۔اسی لیے وہ سڑک کراس کرنے کے لیے فٹ پاتھ سے اترا تھا تاکہ وہاں جا کر دیکھ سکے اگر ٹیکسی ہوئی تو وہ گھر جانے کے لیے اسے ہائر کر لے گا۔

دوسری طرف لیفٹ سائیڈ سے آتی بلیک ہونڈا کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا الحان جھک کر عیبہ کی پسند کی سی ڈی ڈھونڈ رہا تھا جو وہ بارش میں ڈرائیونگ کے دوران سنتی تھی۔ادھر ادھر ہاتھ مار کر مطلوبہ سی ڈی تلاش کر کے جب وہ سیدھا ہوا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

گاڑی زوردار انداز میں روڈ کراس کرتے محتشم کے وجود سے ٹکرائی تھی۔اس زبردست تصادم کے نتیجے میں محتشم کا وجود ہوا میں اچھل کر بہت دور جا گرا تھا۔

اس وحشت ناک ماحول میں طوفانی ہوا کی سنسناہٹ کیساتھ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں گونجتی دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔

عیبہ کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔ چائے بنانے کے بعد اس نے چائے کپ میں نکالی اور کپ اٹھا کر لاؤنج میں جانے کے لیے مڑی تھی کہ اچانک کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر کر کرچی کرچی ہو گیا۔ عیبہ حیرت سے کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اچانک کیسے ہوا یہ۔ چند لمحوں بعد وہ ٹوٹی کرچیوں کو سمیٹنے کی بجائے ان پر سے پھلانگی اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنا سیل اٹھا کر محتشم کا نمبر ملا کر سیل کان سے لگا۔

The number you have dailed is powered off کی آنسرنگ ٹون سے وہ بے چین ہو اٹھی۔

"اتنے خراب موسم میں سیل کیوں آف کر دیا محتشم۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے ٹیکسٹ لسٹ کھولی۔

محتشم کا i am Coming dear کا ٹیکسٹ آئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہونے والا تھا۔ ابصار انکل کا گھر اتنا دور تو نہیں کہ اتنی دیر لگ جائے۔ وہ ہمکلامی کرتی سیل ہاتھ پر مارتی کھڑی تھی جب باہر کوئی چیز بہت بری طرح سے گری تھی۔ وہ ڈر کر چونکی۔

شاید کوئی کھڑکی کھلی ہے۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے کی ونڈو پین برابر کر کے کرٹن آگے کرتی کمرے سے نکل آئی۔ گھر کے سارے دروازے، کھڑکیاں لاک کرنے کے بعد وہ لاؤنج میں آ کر ٹہلنے لگی۔

"کہاں رہ گئے محتشم۔" ہر دس منٹ بعد وہ چکر کاٹتی بے چینی سے یہ فقرہ دہرائے جا رہی تھی۔

ٹہل ٹہل کر جب پاؤں شل ہو گئے تو عیبہ نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو ساڑھے گیارہ کا ہندسہ عبور کر گیا تھا۔ عیبہ کو ٹہلتے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔ وہ تھک کر پاس پڑے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

سیل پر پھر سے محتشم کا نمبر ملایا مگر پاور آف کی ٹون پر اس نے بدمزا ہو کر سیل ٹیبل پر پٹخا اور خود ٹانگیں اوپر کر کے گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔

دل کے دھڑکنے کی رفتار اسے کسی انہونی کا پتہ دے رہی تھی مگر وہ انہونی کیا تھی فی الحال عیبہ اس بات سے بے خبر تھی۔

✿......✿......✿

ماضی

کچھ دن سے عیبہ نوٹ کر رہی تھی کہ الحان کا رویہ اس کے ساتھ کافی رسمی سا ہو گیا ہے۔ پہلے جس طرح وہ آفس جا کر ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد مس یو، لو یو کے ٹیکسٹ بھیجتا تھا اب کئی دن سے یہ سلسلہ بند کر دیا تھا اور یہی نہیں بلکہ گھر آ کر بھی وہ رسمی سلام دعا کے بعد اسٹڈی چلا جاتا اور وہاں سے رات کو سونے کے لیے نکلتا تھا۔ عیبہ ایک دو بار باتوں باتوں میں اس سے پوچھ بھی چکی تھی پر وہ آفس میں کام کا برڈن بتا کر جان چھڑوا لیتا تھا۔

آج عیبہ کا ارادہ ہاشم عباسی سے ملنے ہوسپٹل جانے کا تھا۔ اسی لیے وہ چینج کرنے کے لیے ڈریسنگ روم میں تھی۔ جب الحان کمرے میں آیا۔ وہ کوئی فائل اسٹڈی میں بھول گیا تھا اسے ہی لینے آیا تھا کہ ٹیبل پر پڑا عیبہ کا سیل بجا۔

الحان اسٹڈی جانا ترک کرتا بیڈ کی طرف آیا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑا عیبہ کا سیل اٹھایا جس کی سکرین پر لکھا نام دیکھ کر اس کے ماتھے پر سلوٹیں ابھریں۔

وہ کال اوکے کرنے ہی والا تھا جب کال آنا بند ہو گئی۔ اس نے سیل واپس رکھا اور اسٹڈی میں چلا گیا۔

اپنی مطلوبہ فائل لے کر وہ واپس کمرے میں آیا تو عیبہ آئینے کے سامنے کھڑی لپ اسٹک لگا رہی تھی۔

”کہیں جا رہی ہو؟“ الحان نے فائل الٹ پلٹ کرتے سرسری سا پوچھا۔

الحان کی آواز پر وہ چونک کر مڑی۔

”تم کب آئے؟“

”ابھی آیا تھا، یہ فائل لینی تھی۔ تم کہیں جا رہی ہو؟“

”ہوں۔ بابا سے ملے کافی دن ہو گئے ان سے ہی ملنے جا رہی ہوں۔“

”ہوں، اوکے۔“ الحان نے ایک اچٹتی نظر سے عیبہ کو دیکھا جو لپ اسٹک کے بعد اب گالوں پر بلش آن لگا

http://sohnidigest.com

رہی تھی۔

تیاری تو باپ سے ملنے کی نہیں بلکہ کسی خاص شخص سے ملنے کی کی جا رہی ہے۔ وہ دل میں سوچتا سر جھٹک کر عیبہ کو بائے کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔

کہیں کچھ غلط تو ہے۔ اس کا دماغ اسے خبردار کر رہا تھا۔

شک کے بیج کی جڑیں پھیل کر اب دل تک پہنچنے والی تھیں۔

✿......✿......✿

ایس توں ڈاڈھا دکھ نہ کوئی

پیار نہ نکھڑے

کسے دا یار نہ نکھڑے

کسے دا پیار نہ نکھڑے

نصرت فتح علی خان کی خوبصورت آواز میں بجتے میوزک کو انجوائے کرتی وہ ڈرائیونگ کر رہی تھی جب پاؤچ میں پڑا اس کا سیل بجا۔

عیبہ نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو تھام کر دوسرے سے سیل پاؤچ سے نکالا۔

''اوہ۔ محتشم ابراہیم۔'' اس کے ہونٹوں سے سرگوشی برآمد ہوئی۔

اس نے گاڑی کی اسپیڈ سلو کی اور ہاتھ بڑھا کر میوزک بند کیا۔

''ہیلو۔ السلام علیکم۔'' کال اوکے کر کے سیل کان سے لگا کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ کیسی ہیں مسز ملک۔'' دوسری طرف سے فریش آواز میں پوچھا گیا۔

''فائن۔ آپ کیسے ہیں محتشم ابراہیم؟''

محتشم اس کے محتشم ابراہیم کہنے پر مسکرا دیا۔ یہ واحد ہستی تھی جو اسے صرف محتشم کہنے کی بجائے محتشم ابراہیم کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔

''اللہ کا شکر ہے۔ سب فٹ فاٹ۔''

''بڑے خوش لگ رہے ہیں خیریت؟'' اب کہ عبیہ اس کی فریش مسکراتی آواز پر ٹھٹکی۔

''جی بالکل صحیح پہچانا۔ میں واقعی بہت خوش ہوں۔'' وہ مسکرایا۔

''وجہ؟'' عبیہ بھنویں اچکا کر بولی۔

وجہ۔جہ۔جہ۔وجہ۔ میں سوچ رہا ہوں آپ سے مل کر بتاؤں کیا ہم مل سکتے ہیں؟'' محتشم نے پرسوچ انداز میں پوچھا۔

''کہیں آپ کرپشن کے کیس سے معجزانہ طور پر بری تو نہیں ہو گئے۔'' عبیہ نے مسکراتے ہوئے اندازہ لگایا۔

''ٹھیک لگا لیتی ہیں آپ۔ بالکل یہی وجہ ہے میری خوشی کی۔ لیکن اس کے علاوہ ملک سلطان کے کیس پر بھی مجھے آپ سے کچھ ڈسکس کرنا ہے مسز ملک۔ کیا ہم آج ہی مل سکتے ہیں کیونکہ میں کل لاہور واپس چلا جاؤں گا اور فون پر اتنی لمبی بات نہیں ہو سکتی۔''

''شیور۔ میں ابھی بابا سے ملنے ہوسپٹل جا رہی ہوں لنچ ساتھ کرتے ہیں۔'' وہ خوشگوار موڈ میں بولی۔

''اوکے ڈن۔'' محتشم نے اسے ریسٹورنٹ کا نام بتایا۔

''اوکے۔ میں دو بجے تک پہنچ جاؤں گی۔''

''تھینکس۔ آئی ول بی ویٹنگ ڈیئر۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ہوں۔ خدا حافظ۔'' عبیہ نے آنے کا بتا کر کال بند کی اور میوزک پھر سے آن کر کے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔

اب وہ میوزک کیساتھ خود بھی گنگناتی ہوئی اسٹیئرنگ پر انگلیاں بجا رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس کے پہلے سے زیادہ فریش موڈ کا پتہ دے رہے تھے۔

⁂......⁂......⁂

چار ماہ تک کٹھن حالات کا سامنا کرتے ہوئے بالآخر محتشم خود پر لگے کرپشن کے کیس کو جھوٹ ثابت کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس سارے پروسیس میں ابصار علی نے جس طرح سے اسے ہیلپ آؤٹ کیا تھا محتشم

ان کا احسان مند تھا۔ ابصار علی کے علاوہ اور بھی بہت سے سینئر آفیسرز نے اس کیس میں اسے مکمل سپورٹ دی تھی اور ان سب کی مدد اور محتشم کی ایمانداری کا نتیجہ ہی تھا کہ وہ انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے دائر کردہ پیسے کی ہیرا پھیری کے کیس سے باعزت بری ہو چکا تھا۔

ان چار، پانچ ماہ میں محتشم صرف خود کو اس جھوٹے کیس سے چھڑوانے کی تگ ودو میں لگا ہوا تھا مگر اس کیس کے پیچھے کن عناصر کا ہاتھ تھا یا پھر کس کو اس سے ذاتی دشمنی تھی کہ جس نے اس پر یہ کیس کروایا تھا وہ فی الحال اس سے بے خبر تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا بہت پاورفل اور ہیرا پھیری کرنے کا ماہر تھا کیونکہ جس طرح سے بھرپور ثبوتوں کیساتھ یہ کیس کیا گیا تھا وہ بہت سولڈ ثبوت تھے۔

شروع میں تو محتشم ان ثبوتوں کو دیکھ کر خود بھی چکرا گیا تھا کہ آیا کیا وہ واقعی یہ سب کر چکا ہے؟

لیکن پھر اپنے کولیگز اور سینئرز کی مکمل سپورٹ نے اسے باور کروایا کہ وہ اکیلا نہیں ہے سب سینئرز اس کے ساتھ ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں جنہیں محتشم ابراہیم کے سچا ہونے پر یقین ہے جو یہ بات مانتے ہیں کہ محتشم ابراہیم اپنی جاب کے ساتھ کبھی فراڈ نہیں کر سکتا ہے۔

اسی حوصلے نے اس میں خود کو سچ ثابت کرنے کی ہمت دلائی تھی اور وہ کامیاب بھی رہا تھا۔ مگر اس سارے عمل میں وہ ان دشمن عناصر تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ مگر اب ہر طرح سے بری ہو کر وہ ارادہ کر چکا تھا کہ وہ جلد ہی ان کا پتہ لگا کر رہے گا۔

✿.......✿.......✿

منیبہ، ہاشم عباسی سے مل کر محتشم کے بتائے گئے ریسٹورنٹ جا رہی تھی جب اسے الحان کی کال آئی۔

"جی۔" منیبہ نے کال اوکے کی۔

"کہاں ہو؟"

"بتایا تو تھا بابا سے ملنے جاؤں گی۔"

"وہیں ہو، میں سوچ رہا تھا آج لنچ ساتھ کرتے ہیں کافی دن ہو گئے ایک ساتھ باہر لنچ کیے۔" الحان نے

اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے ہاتھ جما کر نارمل لہجے میں کہا۔

"آج نہیں الحان کل۔ آج مجھے اپنی فرینڈ سے ملنا ہے اور لنچ کا پروگرام بھی اسی کیساتھ ڈن ہے۔" عیبہ بنا رکے ایک ہی سانس میں بولی۔

"کونسی فرینڈ؟" الحان نے بمشکل لہجے کو سرسری بنا کر پوچھا۔

"وہ۔ وہ میرے ساتھ تھی الحان اخبار کے دفتر میں جب میں جاب کرتی تھی تب۔" وہ گھبرا کر بولی۔

الحان اس کی گھبراہٹ نوٹ کر چکا تھا۔

"اوکے فائن۔ ہم کل چلے جائیں گے۔ ہیو فن ود یور فرینڈ۔" وہ کنپٹی مسلتا مسکرا کر بولا۔

"تھینکس مسٹر ملک۔ میں فون رکھتی ہوں ڈرائیونگ کر رہی ہوں۔"

"ہوں اوکے بائے۔" الحان نے بائے کر کے کال کاٹ دی اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھاتا عین عیبہ کی گاڑی کے پیچھے لے آیا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ عیبہ اپنی کس فرینڈ سے ملنے جا رہی ہے۔

دوسری طرف عیبہ نے کال بند کر کے سیل واپس پاؤچ میں رکھا۔

"مجھے الحان سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھے۔" وہ اپنے جھوٹ پر گلٹی فیل کرتی بڑبڑائی اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔

۞......۞......۞

عیبہ جب ریسٹورنٹ پہنچی تو محتشم وہاں پہلے سے موجود تھا۔ عیبہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر محتشم اپنی بے ہنگم دھڑکنوں کو کنٹرول کرتا کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم۔" عیبہ نے مسکرا کر سلام کیا۔

محتشم نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"ہیو آ سیٹ پلیز۔" وہ مسکرایا۔

عیبہ چیئر گھسیٹتی بیٹھ گئی۔

اینٹرنس پر موجود الحان ملک نے یہ منظر اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا اور عیبہ اور اس کی / کے فرینڈ پر ایک خون

آلودنگاہ ڈالتا واپس مڑ گیا۔

شک کے بیج کی پھیلتی جڑوں نے اس کے دل کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

"جی تو محتشم ابراہیم پہلے تو آپ کو بہت بہت مبارکباد کہ آپ خود پر لگے جھوٹے کیس سے بری ہونے میں کامیاب ہو گئے unexpected جو ہمارے ملک میں بالکل ایک سا قصہ معلوم ہوتا ہے۔ یونو یہاں بے قصور کو سزا اور مجرم کو باعزت بری کر دیا جاتا ہے۔" وہ بات کر کے ہلکا سا مسکرائی۔

"کہیں آپ کے کہنے کا یہ مقصد تو نہیں کہ میں مجرم تھا۔" وہ آنکھیں سکیڑ کر مشکوک سا بولا۔

"ہاہاہا۔" اس کے ایکسپریشنز پر عیبہ کھل کر ہنسی۔

"نن۔نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ میں جانتی ہوں آپ بے قصور تھے۔" وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ہنسی روکتی بولی۔

محتشم نے اس کا گلابی کھلتا چہرہ نظروں کے رستے دل میں اتارا اور کمپوز ہوتا مسکرا دیا۔

"تھینکس فار یور ٹرسٹ۔"

"مینشن ناٹ۔ میں جانتی ہوں آپ بہت شریف سلجھے ہوئے اور دیانتدار آفیسر ہیں۔"

"میری اتنی ساری خوبیوں کا آپ کو کیسے پتہ چلا۔" وہ مسکراہٹ دباتا شرارت سے بولا۔

"آپ صفدر ابراہیم کے بیٹے، ہاشم عباسی کے کزن، راعنہ عباسی کے بھائی اور عیبہ عباسی کے دور۔ ررررر کے رشتے دار ہیں اس لیے سب جانتی ہوں۔" وہ جواباً شرارتی مسکراہٹ چہرے پر لا کر بولی تھی۔

اس کی تفصیلی وضاحت پر محتشم کھل کر مسکرا دیا۔

"اٹس بگ آنر فار می محترمہ عیبہ عباسی صاحبہ کہ آپ مجھے ان اچھی خوبیوں سمیت جانتی ہیں۔"

"ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"اچھا وہ ملک سلطان کے کیس کے بارے میں کیا ڈسکس کرنا تھا آپ کو۔" عیبہ یاد آنے پر فوراً بولی۔

"جی مجھے اپنے کانٹیکٹس کے تھرو کچھ ثبوت ملے ہیں۔ وہی آپ سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں پہلے لنچ ہو جائے۔" محتشم نے ویٹر کو آتے دیکھ کر کہا۔

''جی۔'' عیبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

ویٹران کے بتائے گئے مینیو کے مطابق لنچ ٹیبل پر سرو کر کے پروفیشنل مسکراہٹ چہرے پر سجا کر ان دونوں کو دیکھتا اپنی تھینک مور پوچھ کر واپس مڑ گیا۔

دس پندرہ منٹ بعد محتشم نے لنچ فنش کر کے نیپکن سے ہونٹ تھپتھپائے اور عیبہ کی طرف متوجہ ہوا جو پانی پی رہی تھی۔

عیبہ نے پانی پی کر گلاس واپس رکھا اور محتشم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے پا کر عیبہ نے ہلکی سی مسکراہٹ اچھالی۔ جواباً محتشم بھی مسکرا دیا۔

''اب بات ہو جائے؟''

''جی بالکل۔'' وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں اپنے کیس میں انوالو تھا اس لیے پرسنلی ملک سلطان کے کیس کو ہینڈ اوور نہیں کر سکا۔ میرا ایک دوست ہے شہزاد انٹیلی جنس ایجنسی میں اسی کے ذمے یہ کام لگایا تھا میں نے۔''

عیبہ سر ہلاتی بہت غور سے محتشم کی بات سن رہی تھی۔

''اصل میں مس عیبہ ٹیکس کی عدم ادائیگی، الیگل ایکسپورٹ اور اسی قسم کی چند اور ہیرا پھیریوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پوائنٹ سامنے آئے ہیں اس کیس میں۔''

''مطلب؟'' عیبہ کہنیوں کو ٹیبل پر ٹکا کر ہاتھوں کے پیالے میں منہ دیے رازداری سے بولی۔

''مطلب۔ عیبہ۔'' وہ ہچکچایا۔ ''آپ اپنی مدر کی death سے ریلیٹڈ۔''

''جانتی ہیں۔''

''آئی مین ٹو سے کیا واقعی انہوں نے suiside ہی کی تھی۔''

محتشم کی بات پر عیبہ کے چہرے پر تکلیف دہ تاثرات نمودار ہوئے۔

''میرا مطلب آپ کو ہرگز ہرٹ کرنا نہیں تھا عیبہ، میں تو بس۔''

''جی، انہوں نے سوسائیڈ ہی کی تھی۔'' عیبہ اس کی بات کاٹ کر سپاٹ سی بولی۔

''ہوں۔'' محتشم نے سر ہلایا۔

''کیا میں اس کے علاوہ کچھ اور بھی پوچھ سکتا ہوں۔'' وہ اس کے چہرے کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر محتاط سا بولا۔

''اگر اس پوچھ گچھ کا تعلق ملک سلطان کے کیس سے ہے تو آپ پوچھ سکتے ہیں ورنہ میرے دس سال پرانے زخم مت کریدیں۔'' وہ اکھڑ لہجے میں کہتی ہوئی ذرا بھی کچھ دیر پہلے والی خوش مزاج عنیبہ نہیں لگ رہی تھی۔

محتشم نے ایک نظر اس کے تنے چہرے پر ڈال کر گلا کھنکارا۔

''سنبل عباسی اور ملک سلطان کا ریلیشن شپ کیسا تھا۔ مطلب ہاشم بھائی تو دوست تھے ملک سلطان کے اس لیے گھر بھی کافی آنا جانا ہوتا ہوگا؟'' وہ محتاط ہو کر بولا۔

''میں تب چھوٹی تھی محتشم ابراہیم۔ اتنی باریک بینی سے کسی بھی ریلیشن شپ کو جج نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے بظاہر تو سب ٹھیک ہی تھا۔''

''ہوں۔ تھینکس۔'' محتشم مسکرایا۔ ''مجھے یہی پوچھنا تھا آپ سے۔''

''آپ کہہ رہے تھے جو پوائنٹس میں نے آپ کو دیے ان کے علاوہ بھی کچھ پوائنٹس ہیں اس کیس میں تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں وہ پوائنٹس کیا ہیں؟'' وہ تفتیشی انداز میں محتشم کو دیکھتی بولی۔

''اصل میں مسز ملک۔ میرے دوست نے ملک سلطان کا پرانا کھاتہ سرچ آؤٹ کیا ہے۔ جس کے مطابق ماضی میں ملک سلطان پر ایک، دو۔'' محتشم نے رک کر عنیبہ کو دیکھا۔

عنیبہ آنکھوں کے درمیان بل ڈالے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''ملک سلطان پر کچھ ریپ کیسز بھی چلے تھے ماضی میں جو کسی بھی نتیجے کے بغیر بند کر دیے گئے تھے۔''

''اوکے تھینکس۔ میں چلتی ہوں۔'' عنیبہ اپنا پاؤچ اٹھاتی کھڑی ہوئی۔

''بہتر ہوگا محتشم ابراہیم کہ آپ مجھے انوالو کیے بغیر ہی اس کیس کو ہینڈل کریں۔ میں الحان سے جھوٹ بول کر آپ سے نہیں مل سکتی اور اس کیس کو آپ سے ڈسکس کرتے ہی میں نے آپ کو انفارم کر دیا تھا کہ میرا نام بیچ میں مت آئے کیونکہ میں اب عنیبہ عباسی نہیں بلکہ مسز عنیبہ الحان ملک بن چکی ہوں۔ لہذا اس کیس کو لے کر مجھے

اپنا گھر خراب نہیں کرنا ہے۔ ہوپ سو کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ خدا حافظ۔" وہ تنے تاثرات سے ساری بات کہتی ایگزٹ کی طرف بڑھ گئی۔

محتشم نے اس کی نظروں سے اوجھل ہوتی پشت کو دیکھا اور سر جھٹک کر بیل اور کیز اٹھاتا باہر نکل گیا۔ وہ جان گیا تھا عیبہ عباسی ایکدم سے پہلے والی تنک چڑی عیبہ عباسی کیوں بن گئی تھی۔

❁......❁......❁

"وہ بدکردار ہی تھی ہاشم۔"

"آپ کی مدر نے سوسائیڈ ہی کی تھی ناں؟"

"اس کی خودکشی ثابت کرتی ہے وہ بدکردار تھی۔"

"سنبل عباسی اور ملک سلطان کا ریلیشن شپ کیسا تھا؟"

"ایک بدکردار عورت کے لیے کیوں روگ لے رہے ہو ہاشم۔"

"ملک سلطان پر ماضی میں ایک، دو ریپ کیسز بھی چلے تھے۔"

"وہ بدکردار تھی ہاشم۔"

ملک سلطان کی ماضی کی آواز اور محتشم ابراہیم کے ابھی پوچھے گئے سوال عیبہ کے اردگرد گونج رہے تھے۔ وہ سر اسٹیئرنگ پر گرائے کانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی مگر یہ آوازیں پھر بھی اس کے کانوں تک پہنچ کر اسے اذیت دے رہی تھیں۔

وہ بہت مشکل سے ریسٹورنٹ سے اٹھ کر گاڑی تک آئی تھی اور اب بھی اس کی حالت اچھی معلوم نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی وہ ڈرائیو کرنے کی پوزیشن میں تھی۔

"محتشم ابراہیم نے ایسا کیوں کہا۔ ملک سلطان کا ممی کیساتھ ریلیشن شپ۔ ملک سلطان پر ریپ کے کیسز۔ ملک سلطان کا بابا کو بار بار باور کروانا کہ سنبل عباسی بدکردار عورت تھی۔ کیا ہے یہ سب۔ محتشم نے کیوں پوچھا مجھ سے ممی کا؟ کیا ملک سلطان اور ممی کا کوئی ریلیشن شپ تھا۔" اس کے دماغ میں سوال ابھرا۔

"نن۔ نہیں۔ میری ماں بدکردار نہیں تھی۔ نہیں تھی میری ماں بدکردار۔ اور نہ ہی اس کا ملک سلطان سے کوئی

ریلیشن شپ تھا۔" وہ کانوں پر ہاتھ رکھے پوری طاقت سے چلائی تھی۔

اس کی آواز گاڑی کے بند شیشوں سے پلٹ کر گاڑی میں گونج اٹھی تھی۔

"اگر۔اگر میری ماں کے کیس میں بھی تم ملوث ہوئے ملک سلطان تو۔تو میں۔میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں قتل کروں گی ذلیل کمینے انسان۔اپنے ہاتھوں سے ماروں گی میں تمہیں۔" وہ سر اسٹیئرنگ پر جمائے بلند آواز سے رونے لگی۔اس بات سے بے خبر کہ عنقریب اس کی اپنی ذات پر بھی بدکرداری کا بھیانک دھبہ لگنے والا ہے۔

⁂......⁂......⁂

حال

الحان نے جلدی سے گاڑی کو بریک لگائی اور دروازہ کھول کر باہر نکلا۔موبائل کی روشنی میں وہ آگے بڑھتا گاڑی سے ٹکرانے والے بندے کو دیکھ رہا تھا۔کافی آگے جا کر اسے فٹ پاتھ کے پاس گرے وجود کا احساس ہوا۔وہ بھاگنے کے انداز میں اس وجود تک پہنچا تھا۔

محتشم کا وجود سڑک پر اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔بارش کے پانی کیساتھ ہی اس کے وجود سے نکلتا خون بھی تیزی سے اردگرد پھیلتا جا رہا تھا۔

الحان نے موبائل کی روشنی اس کی پشت پر ڈالی اور سڑک پر پھیلتے خون سے گھبرا کر وہ جلدی سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر محتشم کے وجود کو سیدھا کرنے لگا۔

بارش کے قطرے اس کے منہ پر گر کر بار بار آنکھوں کو بند کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔الحان نے پوری طاقت سے محتشم کے وجود کو سیدھا کیا تھا۔

لمبے لمبے سانس لے کر اس نے جیسے ہی روشنی اس وجود کے چہرے پر ڈالی تو خون میں لت پت اس چہرے کو دیکھ کر اس کے منہ سے سرگوشی برآمد ہوئی۔

"محتشم ابراہیم۔"

⁂......⁂......⁂

جن لوگوں کیساتھ ہمارے دل کا رشتہ ہو ان کے ساتھ ہمارے وجدان کا تعلق ہوتا ہے۔ ان کی پریشانی کی خبر سن کر دل کو بے چینی کے پر لگ جاتے ہیں۔ ان کے سب دکھ سکھ ہمارے دلوں پر اترتے ہیں اور عیشہ اور محتشم کا رشتہ بھی دل کا تھا۔ سو اسی لیے وہ محتشم کے لیے فکر مند اور بے چین تھی۔

وہ دل کی بے قابو ہوتی دھڑکن سے گھبرا کر اٹھی اور لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

زوردار بارش، تیز ہوا بالکل کسی طوفان کی آمد کی خبر دے رہے تھے۔

وہ سینے پر ہاتھ پھیرتی وہیں پلر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

''میرے مالک! یہ بارش رک جائے پلیز۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اللہ جی۔ پلیز یہ طوفان تھم جائے۔'' وہ بے چینی سے چکر کاٹتی ٹہلنے لگی۔ ''محتشم۔ محتشم کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھنا میرے مالک وہ جہاں کہیں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔'' وہ بے بسی سے دعا مانگتی اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

''کیا ہوا بی بی صیب؟'' گیٹ کیپر اسے باہر نکل کر ٹہلتے دیکھ کر اس کے پاس آیا۔

''وہ خان۔ محتشم ابھی تک نہیں آئے۔'' وہ بیچارگی کی انتہا پر پہنچی ذرا سا آسرا پا کر خان سے ہی دل کی بے چینی شیئر کرنے لگی۔

''بی بی صیب۔ موسم بوت خراب اے۔ صاب آفس میں ہی رک گیا ہوگا طوفان میں آنا بھی تو مشکل تھا۔''

''آفس سے تو کب کے نکل چکے ہیں وہ۔'' عیشہ بے چینی سے بولی۔

''پھر آپ صاب کو فون ملا کر پوچھو بی بی صیب۔'' وہ مؤدب سا بولا۔

''فون بند ہے شاید بارش کیوجہ سے سنگل پرابلم ہے۔''

''میں خود جا کر دیکھ آؤں رستے میں۔'' خان نے اپنی بی بی صیب کے چہرے پر پھیلی پریشانی دیکھ کر کہا۔

عیشہ نے اس کی مخلصی پر بے دلی سا مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں خان۔ تم کہاں جاؤ گے انہیں دیکھنے۔ آفس کو کون سا ایک راستہ جاتا ہے۔ میں پھر سے فون کر کے دیکھتی ہوں۔''

''جی اچھا۔'' خان سر ہلاتا واپس گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

عیبیہ محتشم کا نمبر ملا کر سیل کان سے لگاتی واپس لاؤنج میں آ گئی۔

⚙......⚙......⚙

ماضی

الحان سوچ بھی نہیں سکتا تھا عیبیہ اس سے جھوٹ بولے گی، اسے چیٹ کرے گی۔ اسے رہ رہ کر عیبیہ عباسی پر غصہ آ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اسے ختم کر ڈالے جو اس کی بیوی ہو کر اپنے ایکس بی ایف کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی پھر رہی تھی۔

وہ عیبیہ اور محتشم کو ایک ساتھ دیکھ کر واپس اپنے آفس آ گیا تھا اور اب آفس کی چیزوں پر اپنا غصہ نکال کر خود کو کول کر رہا تھا۔

⚙......⚙......⚙

"ملک صاحب! آپ کے لیے ایک اچھی خبر اور ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔" احمد سیال نے چیئر پر جھولتے ملک سلطان سے کہا۔

ملک سلطان پہلے ہی محتشم کے باعزت بری ہونے پر پریشان بیٹھے تھے۔ دو دن پہلے ہی اس پر لگے تمام الزامات جھوٹے قرار دے کر اسے بری کر دیا گیا تھا۔ اس لیے کوئی بھی جواب دیے بغیر جھولتے رہے۔

"طبیعت ٹھیک ہے ملک صاحب۔" سیال نے احتیاطاً پوچھا۔

"ہوں۔ بولو کیا خبر لائے ہو۔" ملک سلطان اسی طرح جھولتے بولے۔

"اچھی خبر یہ ہے کہ آج الحان صاحب نے اپنی آنکھوں سے عیبیہ میڈم اور محتشم ابراہیم کو ہوٹل میں ایک ساتھ لنچ کرتے دیکھ لیا ہے اور بری خبر یہ ہے کہ وہ دونوں وہاں آپ کے کیس کو ہی ڈسکس کرنے کے لیے ملے تھے۔ اور ملک صاحب مجھے لگتا ہے ان کے ہاتھ اور بھی بہت کچھ لگ چکا ہے۔ یہ محتشم الو کا پٹھا ہے پورا آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ میں نے بتایا تھا آپ کو وہ اپنے کسی شہزاد نامی دوست سے مدد لے رہا ہے اس کیس میں اور انٹیلی جنس والے تو پہلے ہی تیار بیٹھے ہوتے ہیں بات کی کھال اتارنے میں۔" احمد سیال ملک سلطان کے موڈ کے پیشِ نظر جلدی جلدی بولا۔

''مروادواسے۔''

''مروادوں؟'' احمد سیال نے ملک صاحب کی بات کو دہرایا۔

''ہوں۔''

''وہ ایجنسی کا بندہ ہے ملک صاحب! مروانا آسان نہیں اور پھر اس سے ہمارے لیے نئی مشکلات کھڑی ہو جائیں گی ملک صاحب۔ میرے خیال سے ابھی آپ عبیہہ میڈم کو الحان صاحب کی زندگی سے باہر کریں پھر اس محتشم کے بچے کو اس کے دوست سمیت میں دیکھ لوں گا۔''

''ٹھیک ہے دو دن تک تصویریں بنواؤ بالکل ویسی ہی جیسی سنبل عباسی کی بنوائی تھیں۔ مگر خیال رہے کہ وہ اصلی تھیں اور یہ نقلی ہوں گی مگر پھر بھی یہ اصلی ہی دکھنی چاہئیں۔''

''آپ فکر ہی نہ کریں ملک صاحب! پہلے کبھی آپ کو شکایت کا موقع ملا ہے جو اب دوں گا آپ ریلیکس ہو جائیں دو دن تک بالکل اصلی تصویریں آپکے ٹیبل پر ہوں گی۔''

''گڈ۔'' ملک صاحب احمد سیال کی چالاکی و پھرتی پر مسکرا دیے۔

''لوہا گرم ہے اس لیے اگلی چوٹ بھی جلدی پڑ جائے تو ٹھیک رہے گا۔ میں اب مزید اس لڑکی کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔''

''جو حکم ملک صاحب۔'' احمد سیال دل پر ہاتھ رکھ کر جھکتا باہر نکل گیا۔

❁.......❁.......❁

عبیہہ بہت مشکل سے خود کو سنبھالتی ملک ہاؤس پہنچی تھی۔ دل میں عجیب سی وحشت تھی جو کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر محتشم کا سنبل عباسی اور ملک سلطان کے بارے میں پوچھا گیا سوال ڈسٹرب کر رہا تھا۔

وہ کئی بار سوچ چکی تھی کہ بابا سے اس بارے میں پوچھے مگر پھر خود کی سوچ کی نفی کرتی گھر واپس آ گئی تھی۔ محتشم ابراہیم اس کیس کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائے گا عبیہہ کو یقین تھا۔

وہ شاور لے کر خود کو فریش کرتی باہر آئی تو الحان آفس سے آ چکا تھا۔

''آج جلدی آ گئے۔'' عیبہ نے بالوں کو ٹاول سے رگڑتے ہوئے مسکرا کر الحان سے پوچھا جو گردن جھکائے سیل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

''تو واپس چلا جاؤں کیا۔'' وہ اکھڑ لہجے میں کہتا سیل بیڈ پر اچھال کر ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

''اسے کیا ہوا؟ اوہ لنچ ساتھ نہ کرنے پر خفا ہے۔'' وہ خود ہی الحان کی خفگی کا اندازہ لگا کر مسکراتی ہوئی بال برش کرنے لگی۔

کچھ دیر بعد الحان چینج کر کے باہر آیا اور بالوں کو برش کر کے اسٹڈی کے دروازے کی طرف بڑھا۔

''مسٹر ملک۔'' عیبہ کی پکار پر وہ پلٹے بغیر رکا۔

عیبہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''خفا ہو مسٹر ملک۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

''نہیں۔'' لٹھ مار جواب آیا۔

''پھر کیا ہوا ہے؟''

''کچھ نہیں۔''

''کچھ تو ہوا ہے الحان! میں نوٹ کر رہی ہوں تم مجھے اوائیڈ کرنے لگے ہو پوچھ سکتی ہوں کیوں؟''

''اور تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو پوچھ سکتا ہوں کیوں؟'' وہ زبان سے نہیں دل سے ہمکلام ہوا۔

''کیا بات ہے الحان۔'' عیبہ اس کی خاموشی پا کر پھر سے بولی۔

''کہا تو ہے کچھ نہیں ہے تمہارا وہم ہے۔ ہٹو سامنے سے مجھے اسٹڈی میں کچھ کام ہے۔''

''ابھی آفس سے کام کر کے ہی آئے ہو کچھ دیر میرے ساتھ بھی بیٹھ جاؤ اور تمہیں یاد ہے ہمیں کتنے دن ہو گئے ہیں ایک ساتھ بیٹھ کر باتیں کیے ہوئے۔''

''کیوں اپنے بوائے فرینڈ سے باتیں کر کے دل نہیں بھرا جو مجھ سے بھی کرنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ اونہہ شاطر عورت۔'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔

''الحان۔'' عیبہ اس کی خاموشی پا کر پھر سے پکارتی اس کے قریب ہوئی۔

"وائس رونگ۔" وہ الحان کے سینے پر ہاتھ رکھتی پریشانی سے بولی۔

الحان کا رویہ اس کے لیے حیران کن تھا۔

"تھنگ رونگ۔ فی الحال میرا موڈ باتیں کرنے کا نہیں ہے تم میوزک سن کر انجوائے کرو۔" وہ اپنے سینے پر دھرے عیبہ کے ہاتھ ہٹاتا سائیڈ سے ہو کر اسٹڈی میں چلا گیا۔

پیچھے عیبہ اپنی جگہ پر ساکت سی کھڑی تھی۔

"کیا محبت کرنے والے اتنی جلدی بدل جاتے ہیں۔" وہ کھڑی افسردگی سے سوچ رہی تھی۔

عادتیں جو ڈال کہ توجہ کی

لوگ جو یوں بدل جاتے ہیں

ستم ڈھاتے ہیں۔

✿......✿......✿

ٹھیک دو دن بعد احمد سیال تصویروں کا پیکٹ لیے ملک سلطان کے آفس آیا تھا۔ ملک سلطان نے پیکٹ اٹھا کر کھولا اور اس میں موجود پانچ سے چھ تصویروں کو باہر نکالا۔

ہر تصویر کو دیکھتے ہوئے ان کے تاثرات ڈھیلے اور پرسکون ہوتے جا رہے تھے۔ ساری تصویریں دیکھنے کے بعد انہوں نے سر کے اشارے سے سیال کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ احمد سیال اشارہ پاتے ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"جی ملک صاحب؟"

"یہ محتشم ابراہیم پر پرسنل اٹیک ہے سیال اس کے بعد ہم اس کی بیڈ بک میں شامل ہو جائیں گے اور وہ یقیناً ان تصویروں کے بیک تک جانے کی کوشش کرے گا۔"

"آپ نے بجا فرمایا کہ ہم اس کی نظروں میں اس کی بیڈ بک میں آ جائیں گے مگر یہ تصویریں صرف الحان صاحب تک جانی چاہئیں اس سے آگے نہیں۔ پھر ہی ہم خود کو کور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ پہلے جو تصویریں تھیں وہ بالکل سچ تھیں جنہیں محتشم ابراہیم خود بھی نہیں جھٹلا سکتا تھا اور اسکینڈل افیئر کے معاملے سے وہ کوسوں دور ہے جو اس کی ایک اچھی خوبی ہے۔ اپنی عزت سبھی کو پیاری ہوتی ہے ملک صاحب! وہ کچھ نہیں کر پائے گا ہمارے

خلاف کیونکہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہوگا اس سب کے پیچھے ہم ہیں۔ کیونکہ الحان صاحب اگر عیبہ عباسی کو اپنی زندگی سے نکالیں گے تو شک کی بنا پر وہ شک جو انہیں عیبہ میڈم کے کریکٹر پر ہے اور یہ شک جس بندے کیساتھ ہے وہ ہے محتشم ابراہیم۔ محتشم ابراہیم تک اگر گئی بھی تو زبانی کلامی بات پہنچے گی کہ الحان ملک نے عیبہ عباسی کو طلاق دے دی۔ کیوں دی یہ بھی شاید وہ جان جائے اور اگر وہ ہمارے پاس ثبوت مانگنے آیا تو ہم اسے وہ تصویریں دکھائیں گے جو سچ تھیں اور چار دن پہلے کی ریسٹورنٹ میں ملاقات کے تو الحان صاحب خود گواہ ہیں اور تیسرا عیبہ میڈم یہ سب کسی کے بھی علم میں لائے بغیر کر رہی ہیں سو ہم پر کسی شک یا الزام کی تک ہی نہیں بنتی۔'' سیال پرسکون سا بولا۔

''ہوں۔ پر ہاشم۔ وہ جواب طلبی نہیں کرے گا مجھ سے۔ الحان سے؟''

''کرے گا مگر ہمیں الحان صاحب کو اس حد تک ہائپر کر دینا ہے کہ کسی کی بات ان پر کوئی اثر ہی نہ کرے اور نہ ہی وہ کوئی بات سننے کو تیار ہوں۔ باقی ہاشم صاحب کو آپ نرمی سے ہینڈل کر لیجئے گا۔ ہمارا کام تو ہو ہی چکا ہو گا۔'' وہ مکروہ مسکرایا۔

''مگر ضروری تو نہیں کہ الحان فٹ سے اس لڑکی کو ڈائیورس دے دے۔''

''ملک صاحب! الحان صاحب کو کس طرح اس حد تک لے جانا ہے کہ وہ عیبہ عباسی کو چھوڑ دیں یہ تو آپ ہی بہتر جان سکتے ہیں۔'' وہ مؤدب سا بولا۔

''ہوں ٹھیک ہے سوچتا ہوں کچھ۔'' ملک سلطان نے کنپٹی مسلتے ہوئے کہا۔

''مجھے پہلے ہی اس فساد کی جڑ لڑکی کو اپنے بیٹے کی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' وہ ماتھے پر انگلی رگڑتے سوچ رہے تھے۔

''ملک صاحب۔'' چند منٹ کی خاموشی کے بعد احمد سیال نے پکارا۔

''ہوں۔'' وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''ملک صاحب! اب کی بار یہ تصویریں جھوٹی ہیں مگر ان تصویروں کی بیس پر ہی الحان صاحب عیبہ میڈم کے خلاف کوئی ڈیسیزن لیں گے اور ہمیں یہ تصویریں الحان صاحب کو دکھا کر سپوئل کر دینی ہیں۔'' احمد سیال نے

شاطرانداز میں یاددہانی کروائی۔

''ہوں۔تم فکرمت کرو۔'' ملک سلطان نے پرسوچ انداز میں ہنکارا ابھرا۔

''جی۔'' احمد سیال ریلیکس ہوتا ملک صاحب سے اجازت لے کر آفس سے چلا گیا۔

الحان ملک اپنے کمرے میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر بزی تھا جبکہ عیبہ کچھ فاصلے پر عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ چونکہ آج سنڈے تھا اس لیے وہ گھر پر ہی تھا۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ ایک خونخوار نظر عیبہ کی پشت پر بھی ڈال لیتا۔

''اونہہ۔جھوٹی عورت۔نمازیں،سجدے یوں ادا کر رہی ہے جیسے بہت نیک پروین ہو۔مجھے اس معاملے کو لے کر کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔میں بالکل بھی اب اس چیٹر عورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا ہوں۔''

''پر تم تو اس عورت سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے ناں؟'' اس کے اندر سے سرگوشی ابھری تھی۔

''میری محبت کو ہی تو یہ رسوا کرتی پھر رہی ہے اور میں اتنا بے غیرت نہیں کہ۔'' اس کے سیل کی بجتی ٹون نے اس کی سوچوں پر بند باندھا۔

اس نے سر جھٹک کر سیل اٹھایا۔ڈیڈ کالنگ لکھا دیکھ کر کال اوکے کی۔

''جی ڈیڈ۔''

''کہاں ہو؟''

''کمرے میں۔''

''فوراً میری اسٹڈی میں آؤ۔''

''خیریت؟''

''بالکل نہیں۔جلدی آؤ پھر بات ہوتی ہے۔'' ملک سلطان نے عجلت میں کہہ کر کال کاٹ دی۔

الحان فکرمند سا لیپ ٹاپ بند کر کے کمرے سے نکل کر ڈیڈ کے اسٹڈی کی طرف چل پڑا۔

''جی ڈیڈ کیا ہوا۔'' وہ پریشان سا کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اس لڑکی پر نظر رکھو۔ کیا تمہاری غیرت بالکل مر چکی ہے جو تمہاری بیوی غیر مردوں کیساتھ رنگ رلیاں مناتی پھر رہی ہے۔ میں مانتا ہوں ہم لبرل سوسائٹی سے بیلانگ کرتے ہیں مگر تم اتنے لبرل کب سے ہو گئے کہ بیوی بھی شیئر کرنے لگے۔"

"واٹ دا ہیل ڈیڈ۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ یہ۔" وہ ملک سلطان کی بات پر پوری طاقت سے چلایا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔ تم شاید بے غیرت ہو چکے ہو مگر میں نہیں ہوا اس لیے اس شاطر لڑکی پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ یہ دیکھو اپنی لاڈلی بیوی کا کارنامہ۔ میں تمہیں اس کی ماں کے بارے میں باور کروا چکا تھا اور دیکھو اس نے ثابت کر ہی دیا کہ وہ بدکردار ماں کی بدکردار بیٹی ہے۔"

باپ کی بات پر وہ چیل کی تیزی سے ٹیبل پر پڑے خاکی لفافے کی طرف جھپٹا۔

الحان نے کانپتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا اور اس میں سے نکلتی تصویروں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چندھیا گئیں تھیں۔ شک کے بیج کی جڑیں پھیل کر ایک تناور درخت بن چکی تھیں جنہوں نے اس کے دل، دماغ اور آنکھوں کو مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

"یہ" وہ کپکپاتی آواز سے بولا۔

"یہ جھوٹ نہیں ہے الحان۔" ملک سلطان جلدی سے اس کی بات کاٹ کر اس تک آئے۔

"میں جانتا ہوں، تم اس سے بہت محبت کرتے ہو۔ تمہاری زندگی میں آنے والی وہ پہلی لڑکی ہے پر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس کے اعمال پر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ایک کریکٹر لیس لڑکی ہے الحان کیا تم ایسی عورت کیساتھ مزید گزارا کر سکتے ہو۔" ملک سلطان مدھم انداز سے شہد میں ڈبو کر زہر اگل رہے تھے۔

الحان نے باپ کو دیکھا۔

"نہیں۔" اس کے بھینچے ہونٹوں سے ہلکی سرگوشی ابھری۔

"ہوں۔ پر جو بھی فیصلہ کرنا سوچ سمجھ کرنا۔"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں ڈیڈ میں اس عورت کو چھوڑوں گا نہیں۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا، میری محبت کا مذاق بنایا ہے اس نے میں نہیں چھوڑوں گا اسے۔" وہ آستین سے گالوں پر بکھرے آنسو پونچھتا تصویریں اٹھا کر

دروازے کی جانب بڑھا۔

''الحان۔ بیٹا رکو۔ یہ تصویریں کہاں لے جا رہے ہو۔'' ملک سلطان جلدی سے اس کے سامنے آئے۔

''اس گندی عورت کے سامنے اس کی اصلیت دکھانے۔''

''جو بھی ہے پر فی الحال وہ ہماری عزت ہے۔'' ملک سلطان مدبرانہ انداز سے بولے۔

''اب نہیں رہے گی وہ ہماری عزت۔ میں ابھی اسے اس گھر سمیت اپنی زندگی سے بیدخل کر دوں گا۔''

یہی الفاظ تو ملک صاحب سننا چاہتے تھے۔ وہ بظاہر پریشان اور اندر سے مطمئن ہوتے سائیڈ پر ہو گئے۔

''میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' انہوں نے الحان کے کندھے پر تھپکی دے کر حوصلہ دیا۔

الحان ایک نظر ان پر ڈال کر اسٹڈی سے نکل گیا۔

ملک سلطان نے اسٹڈی کے بند دروازے پر نظر ڈالی اور بلند آواز سے مکروہ قہقہہ لگایا۔ کس قدر گندی سوچ اور ذہنیت کے مالک تھے وہ۔ ان کی آنکھوں میں شکاریوں سی فتح نظر آ رہی تھی۔ اس وقت وہ انسان نہیں بلکہ وہ سانپ لگ رہے تھے جو اپنی اولاد کو اپنے ہی زہر سے ڈس لیتا ہے اور وہ ڈس چکے تھے بہت بھیانک انداز سے۔

۞......۞......۞

الحان وہ تصویریں ہاتھ میں لیے بہت جارحانہ انداز سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس افتاد پر عجیبہ نے مڑ کر دیکھا اور الحان کو سرخ آنکھوں سمیت خود کو دیکھتے پا کر وہ حیران ہوئی۔

الحان ایک ہی جست میں اس کے سامنے تھا۔

''تم محتشم ابراہیم کو پرسنلی نہیں جانتی ہو ناں۔''

عجیبہ اس کے بھیانک تاثرات دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلا گئی۔

''تم اس سے کبھی کبھار ہی ملتی تھی ناں کسی فنکشن یا فیملی گیدرنگ میں؟''

''ہاں۔'' عجیبہ نے پھر سے ہاں میں سر ہلایا۔

''آخری بار کس فنکشن یا گیدرنگ میں تم اس سے ملی تھی؟''

''ہوا کیا ہے؟'' وہ حیران ہوئی اس تفتیش سے۔

''جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔''

عیبہ کے اردگرد خطرے کے الارم بج چکے تھے کہیں کچھ غلط ہے پر کیا یہ وہ نہیں جانتی تھی۔

''کب ملی تھی میں۔'' وہ دل میں بڑبڑائی۔

اس کا دل اسے سچ بولنے پر اکسا رہا تھا جبکہ دماغ خطرہ بھانپتے ہوئے بھی اسے جھوٹ بولنے کا کہہ رہا تھا۔

الحان خاموشی سے اپنی لال انگارہ آنکھیں اس کے چہرے پر فوکس کیے اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔عیبہ کے اندر لگی دل اور دماغ کی جنگ میں دماغ کی فتح ہوئی اور وہ ہونٹوں کو تر کرتی بولی۔

''کچھ ماہ پہلے اپنی شادی میں۔''

''چٹاخ۔خ۔خ۔خ۔'' الحان کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ اس کے چودہ طبق روشن کر چکا تھا۔وہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے الحان کی سرخ آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔الحان ملک اسے تھپڑ بھی مار سکتا ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔آنسو ایک تسلسل میں اس کے گالوں پر بکھر رہے تھے۔

''کیا تم چار دن پہلے اس محتشم ابراہیم کیساتھ لنچ کر کے نہیں آئی ہو؟'' وہ دانت رگڑتا طنزیہ بولا۔

الحان کی بات پر اب کے دوسرا جھٹکا عیبہ کو پڑا۔

''ہاں۔'' اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

''تو پھر مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تم نے کہ تم لنچ اپنی کسی کولیگ کیساتھ کرو گی۔''

''الحان میں تمہیں......''

''چپ رہو تم۔بالکل چپ۔'' الحان نے اس کے منہ کو اپنے ہاتھ میں بہت بری طرح سے جکڑا۔''میں تمہیں بتاتا ہوں تمہاری اصلیت کیا ہے۔تمہارا افیئر تھا اس کے ساتھ شادی سے پہلے بھی اور شادی کے بعد اب بھی۔''

''نن۔نہیں یہ۔یہ جھوٹ ہے۔'' عیبہ اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے الحان کے شکنجے سے آزاد ہو کر چیخی۔

''یہ سچ ہے عیبہ عباسی کہ تمہارا نہ صرف افیئر ہے بلکہ اس کے علاوہ تم......'' وہ رکا۔

عیبہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے الحان کو دیکھ اور سن رہی تھی۔

''تمہارے اور اس کے ناجائز تعلقات بھی ہیں نجانے کب سے اور میں الو کا پٹھا ایک یوزلیس ،چیٹر اور کریکٹرلیس لڑکی کیساتھ پچھلے چھ ماہ سے رہ رہا ہوں۔''

الحان کی بات پر عبیہہ بالکل ساکت ہو چکی تھی۔اس سمیت اس کی آنکھوں سے نکلتا آنسوؤں کا ریلا بھی ساکت ہو چکا تھا۔وہ منہ کھولے الحان کو اس کی سوچ سمیت سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔چند منٹ بعد اس کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی اور اس نے آستین سے آنکھیں رگڑیں۔

''تم مجھ پر شک کر رہے ہو۔'' وہ بمشکل بڑبڑائی۔

''نہیں۔شک نہیں مجھے یقین ہے تم پر کہ تم ایسا کر سکتی ہو۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

''کیا پروف ہے تمہارے پاس؟''

''اونہہ۔چوری اور سینہ زوری۔'' وہ استہزائیہ ہنسا اور ہاتھ میں پکڑا پیکٹ پوری طاقت سے اس کے منہ پر دے مارا۔

''یہ ہے پروف تمہاری بدکرداری کا۔''

پیکٹ عبیہہ کے منہ سے ٹکرا کر زمین بوس ہو چکا تھا جس سے تصویریں نکل کر ادھر ادھر پھیل چکی تھیں۔عبیہہ نے جھک کر ان دو ایک تصویروں کو دیکھا اور آنکھیں سختی سے میچ لیں۔کیا انسانیت اتنا بھی گر سکتی ہے۔وہ بند آنکھوں سے سوچ رہی تھی۔

''کیا ہوا۔بہت زور سے دھچکا لگا خود کی اصلیت بے نقاب ہونے پر غلیظ عورت۔''

''میں غلیظ نہیں ہوں۔'' وہ تڑپ کر الحان کے سامنے آئی۔

''بالکل تم تو ستی ساوتری ہو جو روز دودھ سے نہاتی ہے۔ہے ناں۔'' وہ استہزائیہ ہنسا۔

''یہ سب جھوٹ ہے الحان۔'' وہ تحمل سے بولی۔

''یہ سب سچ ہے مگر میری سوچ سے بھی بڑا۔میں تمہیں اتنا گرا ہوا نہیں سمجھتا تھا عبیہہ۔میں نے تم سے محبت کی تھی اور تم نے مجھے ،میری محبت کو چیٹ کیا، دھوکہ دیا مجھے۔کیا کمی ہے مجھ میں اور کیا اچھائی ہے اس میں جس کی خاطر تم اس حد تک گر گئی۔صرف شکلوں کا ڈیفرینس ہے باقی سب تو میرے پاس بھی وہی تھا۔''

عیبہ اس کی بات کی گہرائی کو سمجھتی دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ انسانیت واقعی گر سکتی ہے اسے یقین آ چکا تھا۔

"الحان! وہ سب اپنی زبان سے مت نکالو کہ بعد میں تمہیں اپنے لفظوں پر پچھتاوا ہو۔"

"پچھتاوا تو ہو رہا ہے مجھے تم جیسی گری ہوئی لڑکی سے محبت کرنے کا۔ اسے باعزت طریقے سے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا۔ اگر میں پہلے جان جاتا کہ تم یوں بنا کسی جائز رشتے کے یہ سب کر سکتی ہو تو میں تم سے شادی کا کھڑاک ہی نہ ڈالتا۔" وہ زمین پر تھوک کر بولا تھا۔

"تم مجھ سے محبت کرتے تھے الحان اور سچی اور معتبر محبت جسم سے نہیں روح سے کی جاتی ہے۔" وہ دکھ سے بولی۔

"مجھے تم سے محبت تھی جو میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی مگر اب مجھے تم سے محبت نہیں ہے کیونکہ اب میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں رہی۔" وہ نفرت سے بولا۔

"یوں کہو کہ جی بھر گیا ہے مجھ سے اس لیے زندگی سے نکالنا چاہتے ہو۔ نکال دو۔ میں تم سے بھیک نہیں مانگوں گی مگر میں تمہیں اس بات کی اجازت بھی نہیں دوں گی کہ تم اتنے رکیک الزامات لگا کر مجھے اپنی زندگی سے بے دخل کرو۔"

"یہ رکیک الزامات سچ ہیں۔ یو نو واٹ میں ہی عقل کا اندھا تھا جو آنکھیں بند کیے تم پر ٹرسٹ کرتا رہا ورنہ ڈیڈ نے ٹھیک ہی کہا تھا تم جس ماں کی بیٹی ہو تم سے ایسی ہی امید کی جا سکتی تھی۔"

"میری ماں کو بیچ میں مت لاؤ الحان۔ کیونکہ یہ سب جھوٹ ہے کوئی مجھ پر الزام لگا رہا ہے۔ میں محتشم ابراہیم سے کانٹیکٹ میں ہوں مگر اس طرح کا نہیں جس طرح کا ان تصویروں میں دکھایا گیا ہے۔"

"میں نے جتنا بیوقوف بننا تھا بن لیا اور تم نے جتنا گرنا تھا گر لیا اب نہ تو مجھے تم پر یقین رہا ہے اور نہ ہی میں تم پر کبھی یقین کر سکوں گا۔ اعتبار اور عزت اگر ایک بار اڑ جائے تو کبھی واپس نہیں آتے عیبہ عباسی اور تم۔ تم اپنا اعتبار کھو نے کیسا تھ اپنی عزت بھی......" اس نے رک کر عیبہ کے اجڑے چہرے پر نفرت زدہ نظر ڈالی۔

"اونہہ۔ ایک بدکردار ماں کی بیٹی بدکردار ہی ہو سکتی ہے میں مان چکا ہوں۔ لہٰذا میں الحان ملک تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

http://sohnidigest.com

''الحان! پچھتاوے کا ناگ جب ڈستا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے اور میں نہیں چاہتی تم اس تکلیف سے گزرو۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی تھی۔ لہجے میں نہ التجا تھی اور نہ حکم بس سرسری سا لہجہ تھا کہنے کا۔

''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔''

''الحان! میں ملک سلطان کے کیس سے متعلق محتشم ابراہیم سے ملی تھی۔'' وہ پھر سے عام سے لہجے میں بولی۔

''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ اگر تم میں مزید ذرا سی بھی شرم وحیا باقی ہے تو اپنی جھوٹی صفائیاں دینے کی بجائے یہاں سے چلی جاؤ۔'' الحان تین دفع طلاق جیسا منحوس لفظ اپنے منہ سے نکال کر چیخا تھا۔

''صفائیاں وہاں دی جاتیں ہیں جہاں رشتے میں محبت اور عزت ہو الحان ملک۔ جبکہ تم اپنی زبان سے کہہ چکے ہو تم نے میری ذات سے نہیں میرے جسم سے محبت کی تھی جو محبت نہیں ہوس تھی اور عزت......'' وہ رکی۔ ''اور مجھ پر پڑی عزت کی چادر بھی بہت بھیانک طریقے سے کھینچی ہے تم نے۔'' وہ سپاٹ انداز سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی۔

''ہمارا رشتہ ختم ہو چکا مسٹر ملک پھر کیسی صفائی اور کیسی وضاحت؟'' وہ استہزائیہ انداز سے ہنسی۔ ''میں جا رہی ہوں کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔ میں نہ تو تمہیں برا بھلا کہوں گی اور نہ ہی تمہیں کوئی بددعا دوں گی الحان ملک کیونکہ میں جانتی ہوں جب تم اپنی اس جھوٹی اور متکبر غیرت کے خول سے باہر نکلو گے تو تب تمہارے پاس پچھتاوے ہوں گے صرف پچھتاوے۔ تب تمہیں کردار اور بدکرداری کی سمجھ آ جائے گی۔ اور پھر تمہارے پچھتاوے ہوں گے اور قدرت کا انتقام ہوگا۔'' وہ سرد وسپاٹ لہجے میں کہہ کر اپنا موبائل اٹھا کر کسی طرف بھی دیکھے بنا کمرے سے نکل گئی۔ ایک موبائل کے علاوہ وہ ملک ہاؤس سے کچھ بھی نہیں لے کر گئی تھی کیونکہ اب اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو وہ روتی گڑگڑاتی، اپنے رشتے کو بچانے کے لیے اپنی پاکی کی قسمیں کھاتی مگر وہ عیبہ عباسی تھی۔ وہ عیبہ عباسی جس نے اپنے رب کے سوا کسی کے آگے جھکنا اور گڑگڑانا نہیں سیکھا تھا اور جھکتی بھی کیوں، نہ تو وہ غلط تھی اور نہ ہی بدکردار۔ ہاں البتہ اس نے جھوٹ ضرور بولا تھا مگر صرف اپنے، الحان کے اور ملک سلطان کے رشتے کی خاطر۔ مگر وہ جھوٹ اتنا بھی بڑا نہیں تھا کہ اس کی اتنی

بھیانک سزا ملتی اسے۔ پر مقدر اور قسمت کے فیصلے کے سامنے کون ڈٹ سکتا ہے۔اس لیے وہ بھی اسے اپنی قسمت کا فیصلہ اور اپنے نصیب میں لکھی آزمائش سمجھ کر ملک ہاؤس سے ہمیشہ کے لیے جا چکی تھی۔

الحان ملک کی سنگت میں شروع ہوا یہ خوشگوار سفر اپنی مختصر سی مدت پوری کر کے بہت تکلیف دہ موڑ پر اختتام پذیر ہو چکا تھا۔

⚝......⚝......⚝

وہ رستے ترک کرتی ہوں
وہ منزل چھوڑ دیتی ہوں
جہاں عزت نہیں ملتی
وہ محفل چھوڑ دیتی ہوں
کناروں سے اگر میری
خودی کو ٹھیس پہنچے تو
بھنور میں ڈوب جاتی ہوں
وہ ساحل چھوڑ دیتی ہوں
مجھے مانگے ہوئے سائے
ہمیشہ دھوپ لگتے ہیں
میں سورج کے گلے پڑتی ہوں
بادل چھوڑ دیتی ہوں
تعلق یوں نہیں رکھتی
کبھی رکھا کبھی چھوڑا
جسے میں چھوڑتی ہوں
پھر مسلسل چھوڑ دیتی ہوں

عباسی ہاؤس کے سامنے ٹیکسی رکی تھی۔ گارڈ ٹیکسی رکتی دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوا۔ پینجر سیٹ کا دروازہ کھولتی عیبہ باہر نکل کر گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔

''رحیم چاچا! ٹیکسی کا کرایہ دے دیں۔'' وہ گارڈ کے پاس آ کر بولی۔

''جی بیٹا۔'' رحیم چاچا سر ہلاتے ڈرائیور کو کرایہ دینے بڑھ گئے اور عیبہ گیٹ وا کرتی اندر داخل ہوئی۔

وہ بہت متوازن چال چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کی چال اور چہرے پر موجود تاثرات بالکل بھی کسی انہونی کو ظاہر نہیں کر رہے تھے۔

وہ دروازہ کھول کر لاؤنج میں داخل ہوئی، لاؤنج خالی تھا مگر ڈرائنگ روم سے راعنہ کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں شاید کوئی گیسٹ آیا ہو۔ وہ اندازہ لگاتی اپنے کمرے میں جانے کی بجائے ہاشم عباسی کی اسٹڈی کی طرف بڑھ گئی۔ یقیناً بابا اس وقت وہیں ہوں گے۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اسٹڈی تک آئی اور بنا ناک کیے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

اس کے کہنے کے مطابق واقعی ہاشم عباسی راکنگ چیئر پر جھولتے کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔

عیبہ اسٹڈی کا دوازہ بند کیے بغیر ہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے سامنے آئی۔

ہاشم صاحب نے گلاسز کے شیشے کے اوپر سے سامنے کھڑی عیبہ کو دیکھا اور مسکرا کر کتاب بند کر کے گلاسز اتارے۔

''واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز سویٹ گرل۔'' وہ مسکرا کر کھڑے ہوئے اور عیبہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟''

''بابا! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔'' ان کی بات کے جواب میں وہ سپاٹ سا بولی۔

اس کے انداز پر ہاشم عباسی حیران ہوئے اور ہاں میں سر ہلا کر بات پوچھنے کی اجازت دی۔

''آپ بیٹھ جائیں۔'' عیبہ نے ان کے دونوں بازو تھام کر واپس چیئر پر بٹھایا اور خود کشن سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔

''بابا! آپ کی اور ممی کی لو میرج تھی؟'' اس کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔

''ہاں۔'' ہاشم عباسی نے نا سمجھتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔

''آپ ممی سے بہت محبت کرتے تھے ناں؟''

''ہوں۔''

''آپ کو لگتا ہے ممی بدکردار تھیں؟'' وہ ٹرانس میں بولی۔

''نبیہہ۔۔ہ۔ہ۔ہ۔'' انہوں نے اونچی آواز میں تنبیہہ کی۔

''بابا! پلیز جو میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دیں۔ پلیز۔'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر ملتجی ہوئی۔

''نہیں۔'' وہ سپاٹ سے بولے۔

''آپ کو یقین تھا اپنی محبت پر؟''

''بات کیا ہے نبیہہ۔'' ہاشم عباسی پریشان ہو چکے تھے۔

''آپ کو اپنی محبت پر یقین تھا ناں کہ وہ اتنا گر نہیں سکتی ہے۔''

''ہاں۔''

''پھر ممی نے سوسائیڈ کیوں کی بابا؟ جب آپ کو ان پر یقین تھا آپ ان کے ساتھ تھے پھر انہوں نے سوسائیڈ کر کے یہ ثابت کیوں کیا کہ ان پر لگے الزامات سچ تھے؟''

''نبیہہ! ان سب باتوں کا مقصد؟ یہ سب باتیں تو تم نے تب بھی نہیں پوچھی تھیں جب تم پوچھ سکتی تھیں پھر آج اتنے سالوں بعد کیوں؟'' وہ حیرانگی سے بڑبڑائے۔

''کیوں کہ آج اتنے سالوں بعد پھر سے ایک اور لڑکی سنبل عباسی بن چکی ہے بابا، پر مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہا میں خود پر لگے الزام کو سچ ثابت کرنے کے لیے کیا کروں۔ کیونکہ میرے اصل سچ پر تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔''

''کیسا الزام؟'' ہاشم عباسی سینے پر ہاتھ پھیرتے بے چینی سے بولے۔

''بدکرداری کا الزام۔'' نبیہہ نے پیر کا ناخن رگڑتے ہوئے دھماکہ کیا۔

اس دھماکے کی آواز نہ صرف ہاشم عباسی نے سنی بلکہ اسٹڈی کے دروازے میں کھڑے محتشم ابراہیم اور راعنہ عباسی نے بھی سنی تھی۔

http://sohnidigest.com

محتشم کل رات ہی لاہور سے واپس آیا تھا دو دن ہی ہوئے تھے اسے اسلام آباد سے لاہور گئے کہ کل رات معیز ابراہیم بڑے بھائی کی طبیعت اچانک خراب ہونے کی وجہ سے انہیں ہوسپٹل لے جانا پڑا تھا اور محتشم یہ خبر سنتے ہی پہلی فلائٹ سے واپس آ گیا تھا مگر صد شکر کہ کوئی سیریس مسئلہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹرز نے انجیوگرافی کے بعد چند میڈیسن دے کر انہیں ڈسچارج کر دیا تھا۔ اور اب وہ راعنہ سے ملنے ہی آیا ہوا تھا۔ جانے سے پہلے ہاشم عباسی سے ملنے راعنہ کیساتھ اسٹڈی آیا تھا کہ یہاں نئی قیامت ٹوٹی ہوئی تھی۔

"کس۔ کس نے لگایا یہ الزام۔" ہاشم مسلسل سینہ رگڑ رہے تھے۔

"الحان ملک نے۔" وہ آرام سے بولی جیسے اس پر نہیں بلکہ کسی اور پر لگے الزام کی بات کر رہی ہو۔

"کیا...... کہا...... اس نے؟" وہ اٹک اٹک کر بولے۔

"اس نے کہا کہ میں بھی اپنی ماں کی طرح بدکردار ہوں اور میرے بھی ان کی طرح ناجائز تعلقات ہیں۔ اور پتہ ہے بابا اس نے جس شخص کیساتھ مجھ پر الزام لگایا ہے میں اس شخص کی بہت عزت کرتی ہوں میرے لیے وہ بہت ریسپیکٹ ایبل پرسن ہے۔ اس شخص نے۔"

"کون ہے وہ؟" اس کی بات کاٹ کر اب کے ہاشم صاحب نے سینے سے ہاتھ ہٹا کر بیٹی کے سپاٹ چہرے کو دیکھا جس پر طوفان گزر جانے کے بعد کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے تو اپنی محبت اپنی بیوی پر لگے الزامات کو نہیں مانا تھا یہ تو پھر ان کی بیٹی تھی ان کے وجود کا حصہ وہ کیونکر یقین کرتے۔

"محتشم ابراہیم۔"

عنیبہ کے منہ سے نکلے اس دوسرے دھماکے نے سب کو ساکت کر دیا تھا اور سب سے بری حالت محتشم کی تھی جس نے اپنا نام سن کر فوراً سے قریبی دیوار کا سہارا لیا تھا۔ اپنی تیس سالہ زندگی کو اتنی احتیاط سے گزارنے پر بھی اس کی ذات کو ایک عورت سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ عورت بھی وہ جو شادی شدہ تھی جس کی اس کے دل میں اتنی عزت تھی کہ اس نے کبھی اسے نظر بھر کر دیکھنے کی جسارت بھی نہیں کی تھی کہ کہیں اس کے دل کا چور نظروں سے آشکار نہ ہو جائے۔

پھر بھی۔ پھر بھی یہ سب ہو گیا تھا۔

راعنہ نے اپنے ساکت وجود کو حرکت دی اور ہاتھ محتشم کے کندھے پر رکھ کر دباؤ ڈالا۔ محتشم نے گردن موڑ کر بہن کی آنکھوں میں دیکھا اور ان میں نظر آتے یقین کو دیکھ کر اسے ڈھارس ہوئی۔

''میں بات کرتا ہوں الحان سے۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی پر یہ الزام لگانے کی، وہ بھی محتشم کیساتھ جس سے تم کبھی اکیلے میں ملی تک نہیں۔''

''نہیں بابا، میں محتشم سے مل چکی ہوں اکیلے میں۔'' وہ باپ کی بات رد کرتی بولی۔

ہاشم عباسی نے سوالیہ نظروں سے بیٹی کو دیکھا۔

''بابا! میں محتشم سے ملک سلطان کے کیس کے سلسلے میں ایک، دو بار مل چکی ہوں۔ پر میں نہیں جانتی تھی کہ کسی کی اصلیت دنیا کے سامنے لانے کی یا پھر کسی کو مجرم ثابت کرنے کی سزا اتنی بھیانک ہوگی۔''

''مجھے اپنی بیٹی پر پورا یقین ہے۔ تم فکر مت کرو میں ابھی ملک سے بات کرتا ہوں وہ لوگ اتنا گر گئے ہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔'' ہاشم عباسی دلاسہ دیتے بولے۔

''بابا! وہ آپ کی سوچ سے زیادہ گر چکے ہیں اس لیے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ الحان مجھے ڈائیورس دے چکا ہے آج ہی۔ کچھ دیر پہلے۔ تین دفعہ۔'' وہ انگلیاں مروڑتی ایک ہی وقت میں تیسرا دھماکہ کر چکی تھی۔

''طلاق۔'' ہاشم عباسی بیٹھے سے کھڑے ہوئے۔

محتشم ان کے اٹھنے سے پہلے ہی آندھی طوفان بنا وہاں سے نکل چکا تھا۔ راعنہ اس کے پیچھے ہی باہر آئی تھی۔

''محتشم! بات سنو۔ رکو بات تو سنو۔'' وہ پکارتی ہوئی اس کے پیچھے ہی گیراج تک آئی۔

''کہاں جا رہے ہو۔'' گاڑی کے پاس وہ محتشم کا بازو پکڑ کر بولی۔

''میں اس الحان ملک کے پاس جا رہا ہوں یہ پوچھنے کہ ایسا کیا ملا اسے جس کی بنا پر اس نے اپنی پاکباز بیوی پر اتنا گھٹیا الزام لگایا۔''

''اس نے یہ الزام عیبہ سمیت تم پر بھی لگایا ہے محتشم لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ابھی اس کے پاس چلے جاؤ کچھ دیر ٹھہرو میں ہاشم سے بات کر لوں پھر چلے جانا۔''

''نہیں ںناں۔'' وہ راعنہ کو ںناں کہتا تھا۔

''میں ابھی جاؤں گا آپ ہاشم بھائی کو دیکھیں جا کر۔'' وہ بہن کے بازو ہٹاتا گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی ریورس کرتا عباسی ہاؤس سے نکل گیا تھا۔

راعنہ اس کی گاڑی کے باہر نکل جانے پر واپس اندر کی جانب بڑھی تھی مگر لاؤنج میں عیبہ ہاشم کا بازو تھامتی انہیں روک رہی تھی جبکہ وہ خود کو چھڑواتے باہر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''کیا ہوا۔'' راعنہ جلدی سے قریب آ کر بولی۔

''آنٹی! بابا کو روکیں۔ پلیز یہ میری بات نہیں سن رہے۔''

''چھوڑ دو عیبہ! میں اس کمینے کو نہیں چھوڑوں گا جس نے میری بیٹی کی زندگی برباد کر دی۔'' ہاشم عباسی اپنا بازو عیبہ کی گرفت سے چھڑواتے چیخے تھے۔

''فار گاڈ سیک بابا! وہ مجھے طلاق دے چکا ہے اب آپ وہاں جا کر کیا کریں گے۔''

''میں ملک سے حساب لوں گا وہ اس لیے میری بیٹی کو بہو بنا کر لے گیا تھا کہ اس کا بیٹا اتنے گندے الزامات لگائے اس پر۔''

''ہاشم! کول ڈاؤن پلیز آپ بیٹھیں ذرا''۔ راعنہ کی پچکار پر انہوں نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

''تم چپ رہو راعنہ اور سنبھالو اسے بھی۔'' انہوں نے عیبہ کے ہاتھ جھٹکے اور تیزی سے لاؤنج سے نکل گئے۔

''ہاشم، ہاشم! پلیز خود ڈرائیو مت کیجیے گا ڈرائیور کے ساتھ جائیں ہاشم۔ ہاشم۔'' وہ پکارتی جب تک ان تک پہنچی وہ گاڑی میں بیٹھ کر اسے زن سے گیٹ سے نکال چکے تھے۔

✿......✿......✿

عیبہ کے جانے کے بعد الحان بھی گھر سے نکل آیا تھا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کہاں گیا کسی کو پتہ نہیں تھا البتہ ملک سلطان نے اپنی اسٹڈی کی ونڈو سے پہلے عیبہ کو اور پھر چند منٹ کے وقفے سے الحان کو جاتے دیکھا تھا مگر وہ پرسکون تھے کیونکہ الحان اور عیبہ کے درمیان کمرے میں ہوئی گفتگو وہ سن چکے تھے ان کے کمرے میں موجود انٹر کام کی مدد سے۔

الحان کو اسٹڈی میں بلانے کے بعد انہوں نے اپنے بھروسے کی ملازمہ غفوراں کو بلوایا تھا اور کہا تھا کہ وہ الحان کے کمرے سے نکل آنے پر اس کے کمرے میں عیبہ سے چائے کا پوچھنے جائے اور انٹر کام کا رسیور سیدھا کر آئے۔اور غفوراں نے اپنے صاحب کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا تھا اور ملک صاحب نے کچن میں موجود دوسرے انٹر کام سے ان دونوں کی گفتگو بخوبی سنی تھی۔اور اب وہ ریلکیس سے سگار پی رہے تھے جب احمد سیال اجازت لے کر اسٹڈی میں داخل ہوا۔

''بیٹھو سیال۔''

احمد سیال شکریہ ادا کرتا قریبی کرسی پر بیٹھ گیا۔اسٹڈی کے دروازے کی جانب دونوں کی پشت تھی۔

''کیسا رہا پلان؟'' وہ بے چینی سے بولا۔

''ایک دم فٹ۔'' ملک صاحب پر سکون سا مسکرائے۔

''مبارک ہو پھر تو۔''

''خیر مبارک۔تم۔''

دروازے پر ہوتی دستک نے ان کی بات بیچ میں ہی روک دی۔

''یس۔'' وہ بلند آواز سے بولے۔

''صاحب جی۔باہر کوئی محتشم ابراہیم آئے ہیں الحان صاحب کا پوچھ رہے ہیں۔''

''محتشم؟'' ملک صاحب کے کان کھڑے ہوئے۔

''جی یہی نام بتایا انہوں نے۔'' چوکیدار مؤدب سا بولا۔

''ہوں۔تم نے کیا کہا؟''

''میں نے کہا کہ الحان صاحب گھر پر نہیں ہیں تو وہ بولے کہ میں ملک سلطان سے مل لیتا ہوں۔''

''ہوں۔اس سے کہو ملک سلطان تم سے نہیں ملنا چاہتے اور اسے گیٹ سے اندر نہیں آنے دینا۔اب تم جاؤ۔''

''جی۔'' ملازم سر ہلاتا واپس مڑ گیا مگر جاتے ہوئے وہ دروازہ آدھے سے زیادہ کھلا چھوڑ گیا تھا چونکہ ملک

سلطان اور احمد سیال کی اس طرف پیٹھ تھی اس لیے دونوں ہی کھلے دروازے کو دیکھ نہیں پائے تھے۔

''بڑی فاسٹ سروس ہے بھئی اس لڑکی کی۔ ابھی گھر تک بے شک پہنچی نہ ہوا پنے چیلے کو اطلاع بھی کر دی۔''

''کہیں بیچ میں دونوں کا کوئی چکر تو نہیں۔'' ملک سلطان مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولے۔

''ارے نہیں ملک صاحب۔ محتشم ابراہیم اس معاملے میں بہت شریف ثابت ہوا ہے میں نے اس کی پوری ہسٹری چیک کی ہے بالکل صاف شفاف بندہ ہے عورت ذات کے معاملے میں۔''

''ہوں گڈ۔ پر اب اس صاف شفاف بندے پر چھینٹا پڑ چکا ہے۔''

''ہاہاہاہا۔'' ملک صاحب کی بات پر دونوں نے یک آواز ہو کر قہقہہ لگایا تھا۔

''تمہارے صاحب کدھر ہیں۔'' ہاشم عباسی نے لاؤنج میں داخل ہو کر غفوراں سے پوچھا جو ڈسٹنگ کر رہی تھی۔

''السلام علیکم صاحب جی۔'' وہ ہاشم عباسی کو دیکھ کر جھاڑن رکھتی ان کی طرف آئی۔

''وعلیکم السلام۔ الحان اور ملک کدھر ہیں؟''

''وہ جی الحان صاحب تو کچھ دیر پہلے باہر گئے ہیں اور ملک صاحب اسٹڈی میں ہیں۔''

''ہوں۔'' ہاشم عباسی اس کی بات سن کر سر ہلاتے سیڑھیاں چڑھ گئے کیونکہ ملک سلطان کی اسٹڈی سیکنڈ فلور پر تھی۔ وہ اسٹڈی کے پاس پہنچے کہ دروازہ آدھے سے زیادہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہونے ہی لگے تھے کہ اندر سے آتے قہقہوں کے بعد اپنا نام سن کر رک گئے۔

''ہاشم صاحب پر تو بہت بڑی قیامت ٹوٹی ہے دوسری بار بہت صدمے میں ہوں گے۔ پہلے بیوی اور اب بیٹی۔'' احمد سیال ظاہری افسردگی سے بولا۔

''اوں ہوں۔ وہ اس فیز سے پہلے بھی گزر چکا ہے اس لیے تجربہ ہے اسے سہنے کا۔'' ملک سلطان سگار کا کش لے کر استہزائیہ بولے۔

''یہ تو ہے پر اس بار بیٹی ہے جس پر آپ کے بیٹے نے الزام لگایا ہے باز پرس تو کرنے آئیں گے ہی۔''

''تو آجائے۔ میں خود کو اس قصے سے لاتعلق ظاہر کردوں گا اور الحان کی لندن کی ٹکٹ کروادو۔ ایک دو دن میں اسے وہاں ثمر کے پاس بھیج رہا ہوں وہ سنبھال لے گی اسے۔ یہاں یہ لوگ اسے سکون سے رہنے ہی کب دیں گے۔'' ملک صاحب تنفر سے بولے تھے۔

''بجا فرمایا۔''

''ملک صاحب وہ تصویریں؟''

''وہ میں نے الحان کے گھر سے جاتے ہی اس کے بیڈروم سے اٹھوا کر ضائع کردی ہیں۔ اب ان تصویروں کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ ہاشم پوچھے گا تو میں اسے وہ تصویریں دکھاؤں گا جو تم نے مہندی کی رات اور ارحم کی پارٹی میں لی تھیں عیبہ اور محتشم کی وہ تصویریں سچ تھیں جسے نہ تو محتشم جھٹلا سکے گا اور نہ ہی عیبہ۔'' وہ مسکرائے۔

''سنبل عباسی کی ہسٹری پھر سے ریپیٹ ہورہی ہے ملک صاحب۔'' احمد سیال آنکھ دباتا بولا۔

سنبل کے نام پر ہاشم عباسی سرک کر مزید آگے ہوئے ان کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا جو بالکل بھی اچھا تاثر نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے درد برداشت کرنے کیساتھ اپنے جگری یار کی زہر آلود باتیں بھی سن رہے تھے۔

زندگی کیساتھ ساتھ دوستی بھی ان کے ہاتھوں سے آہستگی سے سرکتی جارہی تھی۔

''ہوں۔ سنبل عباسی۔'' انہوں نے ہنکارا ابھرا۔

''کیا عورت تھی یار۔ اس کے جلدی چلے جانے کا دکھ مجھے آج تک ہے۔'' ملک صاحب افسردگی سے بولے تھے۔

''پر تھی پوری شیرنی مجھے تو کبھی کبھی عیبہ عباسی میں بھی ان کی جھلک دکھتی تھی۔'' احمد سیال ماضی کو یاد کرتا بڑبڑایا۔

''ہوں۔ ماں کا کچھ اثر تو ہونا ہی تھا بیٹی پر۔ پر مجھے اس شیرنی سے خودکشی جیسی بزدلی کی امید نہیں تھی۔ میں نے تو ابھی اور بہت سا وقت اس کے ساتھ رنگین کرنا تھا اتنے لمبے صبر کے بعد صرف ایک رات کافی نہیں تھی میرے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے۔'' وہ کمینگی اور گندگی کی انتہا پر جا کر بولے تھے۔

"جی ملک صاحب پر وہ جس طرح سے پھنس چکی تھی اس کے بعد باعزت زندگی جینا اس کے لیے مشکل تھا تبھی تو وہ یہ سب کر گئی۔

"بہر حال جو بھی تھا وہ ایک رات جو میں نے اس کی سنگت میں گزاری تھی میری باقی سب راتوں پر بھاری اور دلکش تھی۔" ملک سلطان آنکھوں میں شیطانیت لیے ماضی کی کوئی رات یاد کر کے مسکرائے۔

ہاشم عباسی کے لیے مزید وہاں رکنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

"ملک صاحب! وہ محتشم ابراہیم کا دوست جو انٹیلی جنس میں ہے جسے اس نے آپ کا کیس دیا تھا ثبوت اکٹھے کرنے کے لیے۔"

"ہاں۔"

"وہ آپ کے پرانے کھاتے کھلواتا پھر رہا ہے اور میرے خیال سے اسے وہ ریپ کیسز پر کچھ مواد مل چکا ہے۔"

"واٹ۔" ملک سلطان بیٹھے سے کھڑے ہوئے۔

"یہ تو پندرہ، سولہ سال پرانے کیس ہیں۔"

"ملک صاحب! صرف پندرہ، سولہ سال پرانا ریکارڈ ہے کھلوانے والے پچاس سالہ پرانا ریکارڈ بھی کھلوا لیتے ہیں۔"

"تو تمہیں کس کام کے پیسے دیتا ہوں میں۔ جیسے بھی کرو بس جلد سے جلد ان ریکارڈز کو ضائع کروا دو۔ پیسے کی فکر مت کرنا جتنا بھی لگ گیا اس معاملے میں لگا دینا۔"

"جی ملک صاحب، تھوڑا وقت لگے گا پر کام ہو جائے گا۔"

"ہوں۔ گڈ مجھے تم سے یہی امید تھی۔" ملک صاحب ریلیکس ہوتے مسکرا دیے۔

ہاشم عباسی اپنی دوستی کی دھجیاں بکھرتے دیکھ اور سن رہے تھے۔ سینے سے اٹھتی ٹیسوں کو برداشت کرتے وہ اندر جانے کی بجائے واپس مڑ گئے۔ وہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر محتشم سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔

گاڑی میں بیٹھ کر انہوں نے گاڑی ملک ہاؤس سے باہر نکالی اور سینے کو سہلاتے ہوئے گاڑی فل اسپیڈ پر

چھوڑ دی۔ وہ جلد بازی میں اپنا سیل آتے ہوئے اپنی اسٹڈی میں ہی چھوڑ آئے تھے ورنہ اتنا رش ڈرائیو نہ کرتے۔

سینے میں اٹھتی تکلیف ناقابل برداشت ہو چکی تھی وہ گاڑی روکنا چاہتے تھے مگر ان کے ہاتھ پاؤں بے جان ہو چکے تھے۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی بریک پر پاؤں کا دباؤ نہیں ڈال سکے اور سینے پر ہاتھ رکھتے جھکتے چلے گئے تھے۔

گاڑی بے قابو ہوتی بائیں جانب لڑھکتی ہوئی درخت سے زوردار طریقے سے ٹکرائی تھی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی ہاشم عباسی کے جسم کے ساتھ ان کا دماغ بھی بے جان ہوتا تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔

❁......❁......❁

محتشم ابراہیم ملک ہاؤس سے واپس ابراہیم ولا آ گیا تھا۔ اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے اس کا سرخ چہرہ اس کے اندر کی بے چینی اور غصے کا پتہ دے رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ الحان ملک کو شوٹ کر دے۔ جس کی گندی ذہنیت نے بنا کسی ٹھوس ثبوت کے اپنی بیوی کو اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر دیا تھا۔

”تم سے زیادہ بد نصیب اور گنہگار انسان کون ہوگا الحان ملک جس نے اپنی پاکباز بیوی پر اتنا رکیک الزام لگا دیا۔ اس عورت کو میں نے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا اور تم نے میرے ہی ساتھ جوڑ کر اس کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ تف ہے تم پر الحان ملک۔ تف۔ تم انسان کہلوانے کے بھی لائق نہیں رہے۔ مگر ایک بات یاد رکھنا تم نے اس عورت کو میری ذات سے منسلک کر کے الزام لگایا ہے جو مجھے بہت عزیز ہے اور میں محتشم ابراہیم تمہیں ہرگز اس کے لیے معاف نہیں کروں گا۔ نہیں چھوڑوں گا میں تمہیں۔ ہرگز نہیں۔“ محتشم نے غصے سے چلاتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا موبائل پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا۔

❁......❁......❁

آج جب دن چڑھا تھا تو سب کچھ نارمل تھا روزانہ کی طرح۔

نیہہ عباسی نے بھی اپنے دن کا آغاز معمول کے مطابق ہی کیا تھا مگر اختتام بالکل بھی معمول کے مطابق نہ

ہوا تھا۔

صبح جب وہ اٹھی تھی تو اس کے دو اہم رشتے اس کے پاس تھے اور اب جب وہ سونے لگی تھی تو وہ دو رشتے اس سے بچھڑ چکے تھے۔ چھن چکے تھے۔

کسی بھی لڑکی کی زندگی میں باپ اور شوہر دو اہم رشتے دو اہم ستون ہوتے ہیں جن کے گرد ایک لڑکی کی زندگی گھومتی ہے۔ پہلے وہ باپ کی لاڈلی ہوتی ہے اور پھر شوہر کی بن جاتی ہے۔

عیبہ بھی شادی سے پہلے ہاشم عباسی کی اور شادی کے بعد الحان ملک کی لاڈلی تھی۔ پھر اچانک یہ کیسی ہوا چلی تھی کہ جو سب کچھ بہا لے گئی تھی۔ اب وہ خالی دامن خالی ہاتھ لیے رات کی تاریکی میں اکیلی بیٹھی تھی۔ جس کے پاس نہ شوہر رہا تھا اور نہ ہی باپ۔

شوہر شک کی انتہا پر پہنچ کر چھوڑ گیا تھا۔

اور باپ!

باپ دکھ کی انتہا پر پہنچ کر چھوڑ گیا تھا۔

خاموشی سی خاموشی تھی اور اس خاموشی میں ہی عیبہ عباسی نے اپنے سارے دکھ سارے درد اور سارے غم چھپا لیے تھے۔

⊛......⊛......⊛

گاڑی کے ایکسیڈنٹ کے ساتھ ہی ہاشم عباسی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور وہ وہیں جان کی بازی ہار گئے تھے۔ ارد گرد موجود لوگوں نے انہیں ہوسپٹل پہنچایا تھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ چونکہ وہ شہر کے مشہور ہارٹ اسپیشلسٹ تھے اس لیے ہسپتال کا عملہ انہیں جانتا تھا۔ یوں تھوڑی تگ و دو کے بعد ان کی ڈیڈ باڈی عباسی ہاؤس پہنچا دی گئی تھی۔

برسوں بعد آج پھر سے عباسی ہاؤس کی در و دیوار پر غم کے سائے چھا گئے تھے۔ عیبہ نے باپ کی میت کو دیکھ کر بھی کوئی آنسو نہیں بہایا تھا۔ اس کے آنسو تو تبھی منجمد ہو چکے تھے جب الحان ملک نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اس کے وجود پر بدکرداری کا لیبل چپکایا تھا۔ تب سے اب تک پانی کا ایک قطرہ بھی اس کی خشک آنکھوں کو گیلا نہیں کر

سکا تھا۔وہ پتھر کی نہیں تھی پر اب پتھر کی ہو چکی تھی۔

وہ پتھر جو اپنے غم، دکھ، درد اور خوشیاں اپنے اندر ہی سمو لیتا ہے کسی کو بھی خبر دیے بغیر۔

سنو!

میں اب پتھر کی ہو چکی

اور مجھے پتھر بنانے میں

تمہارا کمال ہے۔

حال

گھڑی رات کے ایک بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔محتشم ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔

عیشہ نے سجدے سے سر اٹھا کر وال کلاک کی طرف دیکھا اور اس کی ایک پر جاتی سوئیاں دیکھتی وہ پھر سے سجدے میں گر کر ہچکیوں سے رونے لگی۔

"یا میرے مالک! وہ جہاں کہیں بھی ہو خیریت سے ہو۔وہ شخص میرا سب کچھ ہے میرے مولا۔مجھے بہت عزیز ہے وہ۔اپنے محبوب محمد کے صدقے اس شخص کو سلامت رکھنا۔میں جانتی ہوں میرے مالک میں پچھلے پانچ سال سے تیری ناشکری کرتی آ رہی ہوں۔میری ناشکری اور نافرمانیوں کو معاف فرما دے۔مجھے مزید کسی آزمائش میں مت ڈال میرے مالک۔میرے پاس محتشم کے علاوہ کوئی نہیں ہے مجھ سے وہ شخص مت چھیننا۔مجھے معاف فرما دے، میری غلطیوں کو درگزر فرما میرے مالک۔تو نے مجھے اس دنیا کے بہترین انسان سے نوازا تھا اور میں ماضی کے غم کو سینے سے لگائے خود سمیت اس شخص کی دل آزاری کرتی رہی۔اس کی بیوی ہو کر بھی خود کو ماضی کے بھنور میں پھنسائے زندگی کے اتنے قیمتی سال ضائع کر دیے۔اگر مجھ سے کچھ لیا گیا تھا تو بدلے میں بہتر سے بہترین دیا بھی تو گیا تھا میں کیوں ناں سمجھ گئی پہلے۔اب اگر سمجھ گئی ہوں تو میرے مولا مجھ سے وہ شخص مت چھیننا جو میری زندگی کا سبب ہے۔میں اس سے محبت کرتی ہوں میرے مالک وہ میرا محرم ہے، میرا ہمراز، میرا شوہر۔میرا سب کچھ ہے وہ شخص پلیز اللہ جی وہ جہاں کہیں بھی ہو جلد سے جلد......"

اس پرسوزسی خاموشی میں فون کی بجتی گھنٹی نے عیبہ کی دعا کے بیچ میں خلل ڈالا تھا۔وہ سجدے سے اٹھ کر دوپٹے سے آنکھیں پونچھتی جلدی سے ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھی تھی۔

"ہیلو۔" ریسیور کان سے لگا کر کپکپاتی آواز میں ہیلو کہا۔

"عیبہ۔"

دوسری طرف سے جانی پہچانی آواز سن کر عیبہ کی جان میں جان آئی۔

"جی۔جی معیز بھائی میں عیبہ۔"

"عیبہ! میں نے ڈرائیور بھیجا ہے تم جلدی سے ہوسپٹل پہنچو۔"

"ہوسپٹل؟" وہ ناسمجھی اور خوف سے بڑبڑائی۔لفظ ہوسپٹل نے اس کی روح سمیت آدھی جان کھینچ لی تھی۔

"ہاں ہوسپٹل۔کک۔کون ہے وہاں؟"

عیبہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دوسری طرف سے کال بند کردی گئی تھی۔

"نہیں۔محتشم۔" وہ ریسیور رکھتی وہیں زمین پر بیٹھتی گئی۔

"محتشم! آپ مجھے کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے۔آپ نے وعدہ کیا تھا مجھ سے۔پھر کیوں۔نہیں محتشم میں نہیں رہ سکتی میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔آپ کو خدا کا واسطہ ہے محتشم! مجھے پھر سے ان ظالم لوگوں میں اکیلا مت چھوڑیے گا۔پلیز محتشم مجھے آپ کی ضرورت ہے میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔نہیں۔" وہ نفی میں سرہلاتی زمین پر ہی سجدے کی حالت میں جھکتی چلی گئی اور پھر سے اس دوجہاں کے والی اس مالک کائنات سے گڑگڑا کر اپنے لیے معافی اور محتشم کا تاعمر ساتھ مانگنے لگی۔

✿......✿......✿

الحان نے جب فٹ پاتھ کیساتھ گرے وجود کو سیدھا کیا تو وہ محتشم ابراہیم کے خون میں لت پت چہرے کو دیکھ کر شاکڈ تھا۔پھر جیسے ہی اس کے حواس ٹھکانے آئے تو وہ فوراً محتشم کے زخمی وجود کو لیے وہ ہوسپٹل پہنچا۔

اس کے پاس عیبہ کا پانچ سال پرانا سیل نمبر تھا جسے اس نے ٹرائی کیا مگر وہ نمبر بند تھا۔

"شاید وہ نمبر بدل چکی ہے۔" الحان نے بڑبڑاتے ہوئے عباسی ہاؤس کا نمبر ملایا۔

تیسری بیل پر کسی ملازمہ نے فون اٹھایا اور الحان کے پوچھنے پر پتہ چلا کہ راعنہ عباسی کچھ دن پہلے ہی اپنے بیٹوں سے ملنے امریکہ گئی ہے جو وہاں زیر تعلیم تھے۔سوچ کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے الحان نے ملازمہ سے ہی ابراہیم ولا کا نمبر لیا اور کال ملا کر وہاں کے مکینوں کو محتشم کے ایکسیڈنٹ کا بتایا۔

محتشم ابراہیم کے گھر والوں کو مطلع کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلے جانا چاہتا تھا۔اس طوفانی رات میں کوئی نہیں جان پایا تھا کہ یہ ایکسیڈنٹ کیسے ہوا مگر اس کا دل اس کے وہاں سے جانے پر راضی نہ تھا۔

کہیں نہ کہیں دل کے اندر بہت اندر گہرائی میں ''اسے'' ایک نظر دیکھنے کی خواہش موجود تھی۔وہ جو کبھی جسم و جاں کا حصہ رہ چکی تھی۔جسے وہ اپنی زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی کہتا تھا۔

مگر وہ غلط تھا۔

جب ان کی خوشگوار زندگی میں گرم ہوا کے تھپیڑے چلے تو وہ اپنی زندگی میں آنے والی اس پہلی لڑکی کو اس گرم لو میں اکیلا کر گیا تھا۔وہ اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تو تھی مگر آخری نہیں۔خود ہی محبت کا دعویٰ کر کے خود ہی بیوفائی کر گیا تھا۔

کس قدر ظلم کیا تھا اس نے اس معصوم و بے گناہ لڑکی پر جس کی پوری زندگی برباد کر کے رکھ دی تھی اور آج اتنے سال بعد پھر سے الحان ملک عبیہہ عباسی کی زندگی برباد کرنے والا تھا کیا؟

یہ خوفناک سا سوال اپنے پھن پھیلائے کھڑا تھا۔

ماضی

عبیہہ پہلے صرف ریزرو تھی مگر اب آدم بے زار ہوتی جا رہی تھی۔اپنے کمرے میں سارا سارا دن بند نا جانے کیا کرتی کیا سوچتی رہتی تھی۔

راعنہ نے اسے اس فیز سے نکالنے کے لیے وہ سب کیا تھا جو وہ کر سکتی تھی مگر عبیہہ کی چپ نہیں ٹوٹی تھی۔

جب ہاشم عباسی کی میت کو گھر لایا گیا تھا تو وہ پتھر کی ہو چکی تھی اور اب پانچ ماہ گزر جانے کے بعد بھی وہ پتھر موم نہیں ہوا تھا۔

جہاں کہیں دو لوگ اس کے پاس آ کے بیٹھتے تو وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی یوں جیسے وہ لوگ اچھوت ہوں یا پھر وہ خود۔

راعنہ بہت سے سائیکاٹریسٹ سے عیبہ کے کیس کو ڈسکس کر چکی تھی مگر پراپر ٹریٹمنٹ کے لیے وہ اسے کسی بھی سائیکاٹریسٹ کے پاس نہیں لے جا پائی تھی۔ مگر ایک دو کو وہ گھر بلا چکی تھی پر ان سیٹنگز کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑا تھا عیبہ کی کنڈیشن پر۔ جہاں اکثر ڈاکٹرز نے اس کی خاموشی کو اس کے لیے نقصان دہ قرار دیا تھا۔ وہیں کچھ سائیکاٹریسٹس نے راعنہ کو عیبہ کی دوسری شادی کا مشورہ دیا تھا۔

راعنہ خود کو کسی کٹہرے میں لٹکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ جہاں ماضی میں عیبہ سے اس کی کوئی جذباتی وابستگی نہیں رہی تھی وہیں اب وہ اسے عزیز سی ہو گئی تھی۔

وہ بارہا عیبہ کی دوبارہ شادی کرنے کے بارے میں سوچ چکی تھی مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ ایسا شخص کہاں سے ڈھونڈے جو قابل بھروسہ ہو، جس کے حوالے وہ عیبہ کے ٹوٹے بکھرے وجود کو کر سکے جو اپنا مان اور محبت دے کر اسے پرانی عیبہ بنا دے۔ جو بولتی تھی تو اپنے سامنے کھڑے بندے کی بولتی بند کروا دیا کرتی تھی۔ اور اب اگر کوئی اسے دیکھتا تو کبھی یقین نہ کرتا کہ وہ اتنا بولتی بھی ہو گی کبھی۔

راعنہ ایک دو لوگوں سے کہہ چکی تھی مگر فی الوقت کوئی ریسپانس نہیں ملا تھا اس سلسلے میں۔

آج نا جانے کتنے دن بعد وہ اپنے کمرے سے نکل کر ٹیرس پر آئی تھی۔

راعنہ لان میں تھی جب اس نے ٹیرس پر عیبہ کو کھڑے پایا۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھتی عیبہ کے پاس چلی آئی۔

"ہیلو پریٹی گرل کیسی ہو۔" راعنہ نے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے خوشگواری سے پوچھا۔

عیبہ بنا جواب دیے ناک کی سیدھ میں نجانے کیا ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ راعنہ نے ایک نظر اس کے پتھریلے چہرے پر ڈالی اور پلٹ کر وہاں موجود کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ اکثر عیبہ کے پاس بیٹھ کر بہت سی باتیں کرتی تھی مگر عیبہ کی طرف سے کوئی بھی جواب نہ پا کر وہ دل برداشتہ نہیں ہوتی تھی بلکہ جب بھی وقت ملتا وہ تحمل سے یہ سب جاری رکھتی۔ اب بھی وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتی عیبہ کو بولنے پر اکسا رہی تھی مگر عیبہ اسی طرح گرل کے ساتھ لگی راعنہ کی طرف پشت کیے کھڑی دور خلا میں دیکھتی جا

رہی تھی۔

چند ایک باتوں کے بعد راعنہ خاموش ہوئی تھی جب اس کا سیل بجا۔ کال او کے کر کے چند منٹ بات کرنے کے بعد اس نے کال بند کر دی۔ عیبہ ابھی بھی اس کی طرف پیٹھ کیے کھڑی تھی۔

"محتشم کا فون تھا۔ کہہ رہا تھا آج وہ ڈنر ہمارے ساتھ کرے گا۔ کل لاہور سے آیا تھا۔

محتشم کے ذکر پر عیبہ کے ساکت اور پتھریلے تاثرات میں ذرا سی دراڑ پڑی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے عیبہ! آج اس کی سالگرہ ہے اور آج وہ پورے اکتیس سال کا ہو گیا ہے ہم سب بارہا اسے شادی کا کہہ چکے ہیں پر محترم کو کوئی زمینی لڑکی پسند نہیں آتی۔ پتہ نہیں کس آسمانی حور کے انتظار میں بڈھا ہو رہا ہے۔" راعنہ نے بڑی بہنوں کے انداز میں غصے اور فکر کے ملے جلے تاثرات سے کہا۔

گرل پر عیبہ کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی سے ڈھیلی پڑتی جا رہی تھی۔

"آج پھر بات کر کے دیکھتی ہوں اس سے۔ شاید مان جائے پر امید نہیں ہے مجھے اس سے کسی اچھے جواب کی۔ اچھا تم بیٹھ جاؤ۔ کھڑے کھڑے تھک جاؤ گی میں ذرا کک کو محتشم کی پسندیدہ ڈشز بنانے کا کہہ دوں۔" عیبہ کی مکمل خاموشی پر وہ مایوس سی اٹھ کر وہاں سے چلی آئی۔

"محتشم۔ محتشم ابراہیم۔" عیبہ کے ساکت لبوں نے آج نجانے کتنے دنوں بعد ہلکی سی جنبش کی تھی۔

تمہارے محتشم ابراہیم کیساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

تم ایک بدکردار لڑکی ہو۔

تم نے مجھے اور میری محبت کو دھوکا دیا۔

تم ایک بدکردار ماں کی بدکردار بیٹی ہو عیبہ۔

تم بدکردار ہو۔

اس کے کانوں میں الحان ملک کے فقرات پورے قہر کیساتھ گونج رہے تھے جس کے جواب میں وہ پورا زور لگا کر با آواز بلند چلائی تھی۔

"ہاں۔ں۔ں۔ میں ہوں بدکردار۔ میں بدکردار ہوں الحان ملک۔ تم نے صحیح پہچانا مجھے۔ میں بدکردار

ہوں۔" وہ بلند آواز سے چیختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔

راعنہ سمیت تمام ملازمین عیبہ کی آواز سن کر اوپر بھاگے تھے مگر ان سب کے عیبہ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ اپنے کمرے کا دروازہ لاک کر چکی تھی۔

"عیبہ۔عیبہ! دروازہ کھولو۔کیا ہوا ہے عیبہ! دروازہ کھولو بیٹا۔"

راعنہ مسلسل دستک دیتی اسے پکار رہی تھی مگر عیبہ عباسی نے دروازہ نہیں کھولنا تھا سو نہیں کھولا۔چند منٹ بعد وہ تھک ہار کر واپس مڑ گئی۔

❁......❁......❁

ڈائننگ ٹیبل پر محتشم ابراہیم کی پسند کی تمام ڈشز موجود تھیں جنہیں دیکھ کر اس کی خوشی اور بھوک دونوں چمک اٹھی تھی۔

"بہن ہو تو آپ جیسی ورنہ بے شک نہ ہی ہو۔" وہ راعنہ کے ہاتھ کا بوسہ لیتا مکھن لگا رہا تھا۔

"یوں تو خوب مکھن لگا لیتے ہو بہن کو مگر بات نہیں مانتے کوئی بھی۔"

"یہ الزام غلط ہے ساری باتیں تو مانتا ہوں آپ کی۔" وہ خفگی سے کہتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"وہ والی بھی مان لو جو نہیں مان رہے اب تک۔" راعنہ مان سے کہتی اس کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھی۔

"مان لوں گا وہ بھی وقت آنے پر۔فی الحال آج کے دن میرا موڈ خراب مت کریں۔"

"کیوں اتنا الرجک رہتے ہو لڑکیوں سے محتشم۔تمہاری ایج میں معیز بھائی اور معاذ ایک ایک بچوں کے باپ بن چکے تھے۔"

"آپ کو فکر کس چیز کی ہے۔میری شادی نہ ہونے کی یا پھر ابھی تک باپ نہ بننے کی۔" وہ سلاد کی پلیٹ سے کھیرے کا کٹا ٹکڑا منہ میں رکھ کر بدمزہ سا بولا۔

"شادی کرو گے تو ہی باپ بنو گے۔" راعنہ چڑ کر بولی۔

"آجکل سب کچھ ممکن ہے ڈیئر سس۔" وہ آنکھ دبا کر کہتا راعنہ کو تپا گیا۔

"انتہائی فضول انسان ہو۔تم سے بات کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔"

''ایگزیکٹلی۔اور آپ کا وقت بہت قیمتی ہے میں جانتا ہوں اس لیے چھوڑیں اس ٹاپک کو اور اچھے میزبانوں کی طرح کھانا سرو کریں۔آپ کی بچہ پارٹی کدھر ہے؟''

''بڑی جلدی خیال آگیا میری بچہ پارٹی کا۔'' راعنہ نے دانت پیس کر اسے بریانی کی ڈش پاس کی۔

''آ تو گیا مگر آپ کے بے مروت بچوں کو خیال نہیں آیا کہ ان کا کوئی رشتے دار آیا بیٹھا ہے۔''

''موسیٰ اور ہارون اپنے کالج ٹرپ کیساتھ مری گئے ہیں بہت مشکلوں سے راضی کر کے بھیجا ہے دونوں کو۔ہاشم کے بعد بہت ریزروڈ ہو گئے ہیں دونوں۔'' راعنہ اداس سی بولی۔

''آپ فکر مت کریں وقت کیساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔جب امی گئی تھیں تو ہم سب تو موسیٰ اور ہارون سے بھی زیادہ چھوٹے تھے اور پھر ابو بھی بیچ راہ میں چھوڑ گئے تھے ہمیں۔صبر آ ہی گیا تھا وقت کیساتھ ان دونوں کو بھی آجائے گا۔'' وہ یاسیت سے کہتا پلیٹ میں چمچ گھمار ہا تھا۔

راعنہ نے ایک نظر محتشم کے اداس چہرے کو دیکھا اور فوراً سے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر اسے باتوں میں لگا کر کھانا سرو کرنے لگی۔وہ آج کے اہم دن اپنے لاڈلے بھائی کو ہر گز اداس کرنا نہیں چاہتی تھی۔

✿......✿......✿

عیبہ سے علیحدگی کے بعد ملک سلطان نے زور زبردستی کر کے الحان ملک کو لندن بھیجا تھا ثمر کے پاس تا کہ وہ اس تکلیف دہ فیز سے باہر آجائے جو تکلیف عیبہ کے جانے کے بعد الحان ملک کے چہرے کا مستقل حصہ بن چکی تھی۔

ایک ہی دن میں عیبہ عباسی پر دو قیامتیں ٹوٹی تھیں۔ایک الحان ملک نے اسے طلاق یافتہ کر دیا تھا اور دوسرا قدرت نے اسے یتیم۔وہ سوچ سوچ کر پاگل ہوتا جارہا تھا۔وہ پچھتا ہرگز نہیں رہا تھا مگر عیبہ کے لیے ہمدردی اور افسوس ضرور محسوس کر رہا تھا۔

انہی حالات کو دیکھتے ہوئے ملک صاحب نے اسے لندن بھجوا دیا تھا۔ثمر کی نند ابیرہ جبران کو جب الحان کی سیپریشن اور اس کے ثمر کے پاس جانے کا پتہ چلا تھا تو وہ بھی فوراً لندن پہنچ گئی تھی اپنے بھائی اور بھابھی کے گھر۔جہاں وہ بہت خوش تھی الحان کی سیپریشن سے وہیں الحان کی اجڑی حالت دیکھ کر دل مسوس کر رہ گئی تھی۔مگر وہ دل

میں عہد کر چکی تھی الحان ملک کو واپس زندگی کی طرف لانے کی اور پھر اس کی زندگی میں شامل ہونے کی۔اس مقصد کی شروعات اس نے الحان ملک کو کمپنی دینے سے شروع کی تھی اور پھر ثمر کے تھروہ الحان کی پسند ناپسند سے آگاہ ہوتی بہت آگے بڑھتی گئی تھی۔جہاں الحان ابیرہ جبران کی طرف سے ان التفات پر حیران و پریشان تھا وہیں ثمر ابیرہ کا الحان میں انٹرسٹ دیکھ کر بہت کچھ سمجھ چکی تھی۔نہ صرف سمجھی تھی بلکہ اس پر عملدرآمد کا بھی سوچ چکی تھی مگر ابھی نہیں کچھ وقت گزر جانے کے بعد۔

ڈنر کے بعد راعنہ اور محتشم لاؤنج میں بیٹھے کافی پی رہے تھے جب راعنہ نے اس سے ملک سلطان سے ہوئی ملاقات کے بارے میں پوچھا۔

"میں نے منع کیا تھا محتشم! تم ان لوگوں سے کسی بھی سلسلے میں نہیں ملو گے تو پھر کل کیوں گئے تم ان کی طرف۔تم جانتے تو ہو وہ لوگ کس قدر چیپ ثابت ہوئے ہیں پھر بھی تم۔"

"میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں ان کی طرف،اسی سے آگاہ کرنے گیا تھا انہیں۔" محتشم لاپرواہی سے کہتا کافی کا سپ لینے لگا۔

"کون سے حساب؟" راعنہ نے سوالیہ بھنویں اٹھائیں۔

"ابھی نہیں پہلے ان حسابوں کو بیباک کرلوں اس کے بعد بتاؤں گا۔"

"پلیز محتشم!وہ کرپٹ لوگ ہیں۔ان کیساتھ عیبہ والے معاملے میں مت الجھنا جو ہو چکا وہ غلط تھا مگر اب ان کی طرف سے اس سب کا کچھ مداوا نہیں ہو سکتا۔"

"مداوا ادا نہیں ہو سکتا تو کیا ہوا کفارہ تو ادا ہو سکتا ہے ناں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب پھر کبھی سمجھاؤں گا فی الوقت مجھے اجازت دیں کافی ٹائم ہو گیا ہے۔" وہ گھڑی دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آج رک جاؤ یہیں۔"

"مجھے کچھ ضروری میلز کرنی ہیں اور لیپ ٹاپ گھر ہے اس لیے رکنے کے لیے معذرت۔" وہ ہاتھ اٹھا کر کہتا

راعنہ کی طرف آیا۔

"میں چلتا ہوں آپ اپنا خیال رکھیئے گا۔" اس نے پیار سے بہن کو ساتھ لگا کر کہا اور جھک کر اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

اسے اپنی بہن بہت عزیز تھی جو اس کی بہن کے علاوہ ماں بھی تھی۔ جس نے ماں کے جانے کے بعد اپنے چھوٹے بھائیوں معاذ اور محتشم کا بالکل ایک ماں کی طرح خیال رکھا تھا حالانکہ وہ خود کچھ خاص بڑی نہیں تھی ان سے پر پھر بھی وہ ان کی ماں جیسی تھی۔ کہتے ہیں بڑی بہن ماں سی ہوتی ہے اسی لحاظ سے محتشم اپنی ماں سی بہن سے بہت محبت کرتا تھا۔

"خوش رہو ہمیشہ۔" راعنہ نے مسکراتے ہوئے اس کے بال بکھیر کر دعا دی۔

"خوش رکھنے والی آئے گی تو خوش رہوں گا ناں۔" وہ شرارت سے بولا۔

"تو منع کون کر رہا ہے لانے کو لے آؤ خوش رکھنے والی کو ہم تو منتظر ہیں۔" راعنہ فٹ سے بولی۔

"منتظر ہی رہیے گا فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں ہے کسی کی بہن بیٹی بھگانے کا۔"

"بہت بدتمیز ہو تم۔" محتشم کی بات پر راعنہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔

"بیگم صاحبہ! ہارون بابا کا فون ہے وہ آپ سے بات کرنے کا کہہ رہے ہیں۔" ملازمہ نے آ کر اطلاع دی۔

"ہاں میں کرتی ہوں اسے فون۔"

"آپ جا کر بات کریں میں چلتا ہوں میری طرف سے پیار دیجیے گا دونوں کو۔"

"ہوں۔" راعنہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ محتشم خدا حافظ کہتا ایک بیقرار سی نظر سیڑھیوں کے آخری زینے کو دیکھتا باہر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ زینہ جہاں وہ پری زادا سے اپنا قیدی بنا گئی تھی۔ راعنہ محتشم کے اوجھل ہوتے ہی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔

''محتشم ابراہیم۔''

وہ گاڑی کا لاک کھول رہا تھا جب اپنے نام کی پکار پر وہ اپنے ہاتھ سمیت خود بھی ساکت ہو گیا تھا۔ آج اتنے عرصے بعد اسے یہ آواز سنائی دی تھی جس آواز پر وہ نہ رکنا چاہتا تھا اور نہ پلٹنا مگر پھر بھی وہ اس پکار پر ہر بار رکتا بھی تھا اور پلٹتا بھی تھا۔

محتشم ٹرانس کی کیفیت میں آواز کی سمت پلٹا تھا اور اپنے سامنے اسی پری زاد کو اجڑی، الجھی حالت میں دیکھ کر اندر تک ہرٹ ہوا تھا۔

مانا کہ وہ کبھی بھی بہت بن سنور کر نہیں رہتی تھی مگر کبھی اس طرح بکھری بھی تو نہیں تھی۔ وہ بنا کچھ بولے اپنی دید کی پیاس بجھا رہا تھا جب عیبہ دو قدم مزید آگے ہوئی۔

''میں۔ میں عیبہ عباسی۔'' عیبہ نے اٹکتے ہوئے محتشم کی نظروں میں حیرانی دیکھ کر اپنا تعارف کروایا۔

محتشم نے خود کو سنبھالتے ہوئے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا۔

''کیسی ہیں آپ؟''

''پتہ نہیں۔''

اس کے جواب میں چھپی تکلیف محتشم کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔

''مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے محتشم ابراہیم۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں محتشم کو محتشم ابراہیم کہہ کر بولی تھی مگر لہجے میں اب پہلے سی کھنک اور روب مفقود تھا۔

''جی کریں، میں سن رہا ہوں۔''

''مجھ سے شادی کریں گے؟'' عیبہ نے بنا کوئی تمہید باندھے سیدھے سے بات کہہ دی تھی۔

محتشم کی جھکی نظریں ایک دم سے اٹھی تھیں۔ محتشم کی نظروں میں حیرت دیکھ کر وہ دو قدم مزید پاس آئی تھی۔

''میں آپ کی ''ہاں'' یا ''ناں'' کی منتظر رہوں گی۔'' وہ بے خوفی سے کہتی واپس اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

محتشم بت بنا اس کے فقرے کے حصار میں ڈوبا کھڑا تھا جب اس کے سیل کی بجتی ٹون نے اسے ہوش میں لا

پنچا۔ناگجی سے کال ڈسکنیکٹ کر کے وہ گاڑی میں بیٹھا اور عباسی ہاؤس سے نکلتا چلا گیا تھا۔

وہ عیبہ عباسی تھی سنبل عباسی نہیں جو خود پر لگے بدکرداری کے دھبے کو جھوٹا ثابت نہیں کر پائی تھی اور موت کو گلے لگا کر اس الزام کو سچ ثابت کر گئی تھی۔

وہ عیبہ عباسی تھی سنبل عباسی کی بیٹی جسے اپنی ماں کی طرح خود پر لگے بدکرداری کے جھوٹے الزام کو جھوٹ ثابت نہیں کرنا تھا بلکہ اس الزام کو سچ ثابت کرنا تھا مگر اس کے لیے اس نے سنبل عباسی کی طرح موت کو گلے نہیں لگانا تھا بلکہ زندہ رہ کر اسی شخص سے شادی کر کے سچ ثابت کرنا تھا جس کے ساتھ اس کے پاک وجود کو نتھی کیا گیا تھا۔

کچھ فیصلے مشکل ضرور ہوتے ہیں لیکن کرنے پڑتے ہیں اپنے آپ کو ایک دفعہ توڑ کر جوڑ لیں پھر پل پل مرنا نہیں پڑتا سکون سا اندر بس جاتا ہے یہ سوچ کر کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

وہ بھی سوچ کر بہت سوچ کر فیصلہ کر چکی تھی اور یہی اس کا انتقام تھا الحان ملک سے۔

''مجھ سے شادی کریں گے۔'' آج پورا ایک ہفتہ ہو چکا تھا محتشم کی عیبہ سے ہوئی بات کو پر اس نے ابھی تک عیبہ کو ہاں یا ناں میں کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر عیبہ کا کہا گیا فقرہ اسے حصار میں لیے مسلسل ڈسٹرب کر رہا تھا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا عیبہ نے ایسا کیوں کہا اتنے ماہ بعد اس کی چپ ٹوٹی بھی تو کس بات پر۔

''وہ کیوں ایسا چاہتی ہے اس سب کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا ہے اس کا۔اگر وہ شادی کرنا چاہتی ہے تو کسی سے بھی تو کر سکتی تھی میں ہی کیوں جس کی ذات کیساتھ جوڑ کر اسے بدکردار کہا گیا تھا اور وہ اسی سے شادی کر کے اس الزام کو سچ ثابت کر رہی تھی۔''

وہ اسی کشمکش میں تھا جب اسے عیبہ کا میسج موصول ہوا۔اس میسج میں اس نے محتشم ابراہیم سے جواب مانگا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اگر جواب ہاں کی بجائے ناں میں ہوا تو بھی اسے کوئی افسوس نہیں ہوگا کہ افسوس کرنے کو اس

کے پاس اب کچھ نہیں بچا۔

عیشہ کے اس میسج نے محتشم ابراہیم کو فیصلہ لینے میں مدد دی تھی اور وہ ہاں میں جواب دے کر راعنہ سے اس سلسلے میں بات کر چکا تھا۔

راعنہ محتشم کی خواہش پر نہ صرف حیران ہوئی تھی بلکہ پریشان بھی تھی۔وہ محتشم کی بھی شادی کرنا چاہتی تھی اور عیشہ کی بھی مگر دونوں کی آپس میں شادی کر کے وہ الحان ملک کے جھوٹ کو سچ بنانا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہ محتشم کو انکار کر چکی تھی مگر وہ بھی محتشم تھا،اپنی بات پر ڈٹا رہا اور چند ہی دنوں میں وہ راعنہ سمیت اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو بھی اس شادی پر راضی کر چکا تھا۔

راعنہ نے عیشہ سے اس پرپوزل کی بات کی تھی پر وہ کوئی بھی جواب دیے بنا خاموش رہی تھی۔جس پر راعنہ ایک بار پھر سے محتشم کو سمجھانے بیٹھ گئی تھی کہ عیشہ کی بکھری ذات کی کرچیوں کو سمیٹنا آسان نہیں ہے اس لیے وہ پھر سے اچھی طرح سوچ لے اس بارے میں۔

بہن کی فکرمندی کو دیکھتے ہوئے مجبوراً محتشم کو اپنے دل کی حالت اسے بتانی پڑی تھی جسے سن کے راعنہ شاکڈ تھی۔غصے،حیرانگی اور پیار سے اس نے سخت سست سنائی تھیں محتشم گھنے کو۔مگر بے فکر ضرور ہو گئی تھی محتشم کا اقرار محبت سن کر۔وہ ایسا ساتھی ہی تو ڈھونڈنا چاہتی تھی عیشہ کے لیے جو اپنی محبت اور مان سے اس کے ٹوٹے بکھرے وجود کو پھر سے جوڑ دے۔اب چونکہ اسے ایسا شخص مل چکا تھا لہٰذا وہ مطمئن ہو گئی تھی دونوں کی طرف سے۔

⚙......⚙......⚙

جہاں عیشہ کی خاموشی صرف محتشم کی ذات تک ٹوٹی تھی وہیں محتشم نے بھی عیشہ کے لیے پرپوزل اپنی طرف سے ہی دیا تھا۔وہ ہر طرح سے عیشہ کے لیے چھتنار ثابت ہوا تھا اس کے راز کا ہمراز بن کر۔اور یہ بات عیشہ اچھے سے جان گئی تھی کہ محتشم اس کے لیے کڑی دھوپ سے چھاؤں ثابت ہونے والا ہے کیونکہ وہ محتشم ابراہیم تھا الحان ملک نہیں۔

⚙......⚙......⚙

ہر طرف سے رضامندی کے بعد محتشم اور عیبہ کے نکاح اور ریسیپشن کا دن ڈیسائیڈ کر لیا گیا تھا۔

راعنہ کی بہت خواہش تھی کہ وہ محتشم کی شادی خوب دھوم دھام سے کرے مگر محتشم کی سادگی کی ضد کے آگے وہ ہتھیار ڈالتی خاموش ہوگئی تھی پر پھر بھی اپنے ارمان ہر طرح سے پورے کر رہی تھی۔

عیبہ لاؤنج میں ٹی وی کی بند سکرین پر فوکس کیے بیٹھی تھی جب راعنہ اس کے پاس آئی۔

''یہ دیکھو عیبہ، تمہاری اور محتشم کی شادی کے کارڈز آگئے ہیں دیکھ کر بتاؤ کیسے ہیں۔''

راعنہ جانتی تھی وہ کچھ بھی نہیں بولے گی مگر پھر بھی اس کی رائے لینا چاہی۔ عیبہ نے خاموشی سے کارڈ راعنہ کے ہاتھ سے تھام لیا۔ سلور اور بلیک کلر کی تھیم سے سجا وہ کارڈ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

''اسے کھول کر دیکھو۔'' عیبہ کو کارڈ ہاتھ میں پکڑے دیکھ کر راعنہ نے کہا۔ عیبہ نے چپ چاپ حکم مانا اور کارڈ کھول کر دیکھنے لگی۔

''کیسا ہے؟'' پرامید لہجے میں پوچھا گیا۔

عیبہ نے کارڈ سے نظریں اٹھا کر راعنہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اس کے لیے فکر تھی پریشانی تھی۔

زندگی میں طوفان کا آنا بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ انسان کو پتہ چل سکے کہ کون اس کا اپنا ہے اور کون پرایا۔ عیبہ کی زندگی میں آئے طوفان نے بھی اسے انسانوں کی پہچان کروا دی تھی۔ وہ جنہیں اپنا نہ سمجھ کر ایک فاصلہ رکھتی آئی تھی وہی اس کے اپنے نکلے تھے اور جنہیں وہ فاصلے مٹا کر اپنا سمجھتی رہی وہی اس کے پرائے بلکہ پرائیوں سے بھی بدتر ثابت ہوئے تھے۔

''کیا ہوا اچھا نہیں لگا؟'' عیبہ کو اپنی طرف خاموشی سے تکتے پا کر راعنہ آہستگی سے بولی۔

''بہت اچھا ہے۔'' بالآخر عیبہ بھی خاموشی توڑتی بول اٹھی۔

''کک۔ کیا کہا۔ پھر سے کہو۔'' عیبہ کی آواز سن کر راعنہ بے اختیاری اس کی طرف بڑھی۔

''بہت اچھا ہے۔'' عیبہ کی آنکھوں میں تیزی سے نمی جمع ہونا شروع ہوئی تھی۔ وہ نمی جو چھ ماہ پہلے برف بن چکی تھی۔

''تم۔ تم ٹھیک ہو عیبہ۔'' راعنہ سمجھ نہیں پا رہی تھی عیبہ کی چپ ٹوٹنے پر خوشی کا اظہار کیسے کرے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' نمی پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر پھسلی تھی۔ عیبہ کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ کر راعنہ کے اندر سکون اترتا جا رہا تھا۔ عیبہ نارمل ہو رہی تھی۔ وہ اسے نارمل کرنے کی ہی کوششوں میں لگی ہوئی تھی اب جب کہ وہ عیبہ کو نارمل حالت میں دیکھ رہی تھی تو پرسکون فیل کر رہی تھی۔ چند منٹ بعد اس نے اپنی انگلی کی پروں سے عیبہ کے آنسو پونچھے۔

''مت رو و عیبہ! یہ آنسو ہاشم کو تکلیف دیں گے۔ تم جانتی ہو وہ تم سے بہت محبت کرتے تھے اتنی کہ کہتے تھے راعنہ سنبل کے جانے کے بعد میں نے کبھی عیبہ کو روتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ بہت بہادر ہے مگر اتنی نہیں کہ میرے جانے کے بعد سروائیو کر سکے۔ اس لیے اگر میں چلا جاؤں تو اسے رونے مت دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی رو کر اپنی بزدلی کی پر ثابت کرے اس لیے اس کی بہادری کو میرے جانے کے بعد بھی ٹوٹنے مت دینا۔''

راعنہ کی بات مکمل ہونے پر عیبہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''بابا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ میں ان کے جانے کے بعد سروائیو نہیں کر سکتی آپ میرا آخری سگا رشتہ تھے بابا۔ میں واقعی اکیلی ہو گئی ہوں آپ کے بغیر۔'' وہ روتی ہوئی دل میں باپ سے ہمکلام تھی۔

''یہ لو پانی پیو۔'' کچھ دیر روتے رہنے دینے کے بعد راعنہ نے پانی کا گلاس عیبہ کی طرف بڑھایا۔ چند گھونٹ لے کر عیبہ نے گلاس قریبی ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں ایک کارڈ لے جاؤں؟''

عیبہ کے پوچھنے پر راعنہ نے ہاں میں سر ہلایا۔

''تھینکس۔'' وہ مسکرا کر کہتی ایک کارڈ اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

✿......✿......✿

الحان ملک اپنے آفس میں بیٹھا کچھ دیر بعد ہونے والی میٹنگ کے پوائنٹس چیک کر رہا تھا جب اس کے آفس کا دروازہ ناک ہوا۔

''یس۔''

یس کی آواز پر اس کی سیکرٹری اندر داخل ہوئی۔

''سر! یہ آپ کے لیے کارڈ آیا ہے۔'' اس نے کارڈ الحان کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔

''کیسا کارڈ؟''

''سر! دیکھنے سے تو شادی کا کارڈ لگ رہا ہے اب اندر پتہ نہیں کسی پارٹی انویٹیشن کا ہے یا شادی کا۔''

''ہوں۔'' الحان نے سر ہلا کر کارڈ اٹھایا۔

''کون دے کر گیا؟'' وہ کارڈ کو کھولتا بولا۔

''پتہ نہیں سر، گیٹ کیپر ہی دے کر گیا ہے۔''

''او کے۔ آپ جائیں۔''

''جی سر۔'' وہ سر ہلاتی واپس مڑ گئی۔

الحان نے کارڈ کو کھول کر جیسے ہی اس کے اندر موجود کارڈ کو نکال کر دیکھا تو اس پر لکھے دو ناموں کو دیکھ کر وہ بت بن چکا تھا۔

سلور کلر کے کارڈ پر **Mohtaisham Ibrahim Weds Nabeeha Abaasi** کے بلیک کلر سے لکھے گئے الفاظ پوری آب و تاب سے جگمگا رہے تھے اور ان الفاظ کی جگمگاہٹ الحان ملک کو اپنی آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر گئی تھی۔ اس نے بے جان سا ہو کر آنکھیں میچتے ہوئے سر کرسی کی بیک سے ٹکا دیا۔

✿......✿......✿

نبیہہ اور محتشم کے نکاح میں چند دن رہ گئے تھے۔ راعنہ شادی کے لیے شاپنگ کرنے گئی تھی۔ وہ نبیہہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی پر نبیہہ نے جانے سے یہ کہہ منع کر دیا کہ وہ اپنی پسند سے ہی اس کے لیے بھی شاپنگ کر آئے اس لیے وہ پہلے کی طرح اس بار بھی نبیہہ کی شاپنگ کرنے خود ہی چلی گئی تھی۔

نبیہہ اکیلی لان میں بیٹھی دور آسمان کی وسعتوں میں ڈوبی نجانے کیا ڈھونڈ رہی تھی جب اسے خود پر کسی کی نظروں کی تپش کا احساس ہوا۔ اس نے گردن اٹھا کر سامنے دیکھا اور وہاں کھڑے وجود کو دیکھ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم۔تم اندر کیسے آئے؟'' وہ غصیلی نظروں سے گھورتی بولی۔

''اپنی ٹانگوں پر اور اس گیٹ سے۔'' الحان نے چبھتے ہوئے کہا۔

''کس لیے؟''

''تمہیں شادی کی مبارکباد دینے۔''

''اوہ۔ہ۔تو تمہیں کارڈ مل چکا؟'' عیبہ مزالے کے بولی۔

''بالکل مل چکا اور میں یہ دیکھنے ہی آیا تھا کہ تم۔عیبہ عباسی تم واقعی اتنا گر چکی ہو۔''

''تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا کہ میں واقعی گر چکی ہوں؟'' وہ چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سجائے بولی۔

''آ چکا ہے بلکہ اب تو پکا آ چکا ہے۔تم محتشم ابراہیم سے شادی کر کے خود تصدیق کر رہی ہو خود پر لگے الزامات کی۔'' وہ اندرونی اکھاڑ پچھاڑ کو دبا کر بولا تھا۔

''مجھے تردید کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی الحان ملک۔اس لیے سوچا تردید سے کیا فائدہ جب بیٹھے بٹھائے اتنا شاندار انسان مل رہا ہے تو ناشکری کیوں کروں۔''

''تو پہلے کر لیتی اس شاندار انسان سے شادی، میری زندگی کیوں برباد کی۔'' وہ چلاتا جنونی انداز میں عیبہ کی طرف بڑھا تھا۔

''اپنی حد میں رہ کر بات کرو الحان ملک! میں نہ تو اب تمہاری منکوحہ ہوں اور نہ ہی بیوی۔''

''میں تم جیسی گھٹیا عورت کو ایسے کسی رشتے میں رکھنا بھی نہیں چاہتا۔''

''تو پھر اب اس گھٹیا عورت کے پاس کیوں آئے ہو۔چلے جاؤ اپنی جیسی کسی پاکباز عورت کے پاس۔'' وہ آنسوؤں کے ریلے کو باہر آنے سے روکتی دبی دبی آواز میں چیخی۔

''چلا جاؤں گا۔تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''مجھے تمہاری فکر ہے بھی نہیں۔میں اپنی نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہوں جہاں مجھے صرف اور صرف محتشم ابراہیم کی فکر کرنی ہے۔''

''اونہہ۔دیکھتا ہوں وہ تم جیسی گری ہوئی عورت کیساتھ کتنا عرصہ نباہ کرتا ہے۔'' وہ حقارت سے کہہ کر زمین

پر تھوکتا واپس مڑ گیا۔ عیبہ نے گال پر پھسلتے آنسوؤں کو بیدردی سے رگڑ ڈالا۔

"کاش تم میری زندگی میں آنے والے پہلے مرد نہ ہوتے الحان ملک۔"

معتبر بن کر ڈستے ہیں یہاں لوگ

کاش ہم بھی چہرہ شناس ہوتے

✿......✿......✿

حال

آج پانچ سال بعد وہ ہوسپٹل کی راہداری میں ٹہلتا بے چینی سے اس عورت کا منتظر تھا جسے بڑی حقارت سے زمین پر تھوک کر وہ گری ہوئی اور گھٹیا عورت کہہ کر آیا تھا۔

عیبہ نے واقعی ٹھیک کہا تھا اسے ایک شاندار انسان مل گیا ہے۔

"محتشم ابراہیم! تم واقعی شاندار انسان تھے اسی لیے تو اوپر والے نے تمہیں عیبہ عباسی دی۔ میں اس قابل تھا نہیں کہ اس کے ساتھ ساری زندگی بتا پاتا اسی لیے تو بیچ راہ میں تنہا کر گیا تھا اسے۔" وہ مسلسل ٹہلتا ہوا ماضی میں بیتی باتوں کو یاد کر رہا تھا۔

وہ محتشم کی فیملی سے کچھ فاصلے پر تھا ان کے آنے پر الحان نے انہیں بتا دیا تھا کہ کیسے اس کی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

ساری بات سننے پر محتشم کے بھائیوں نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ خاموشی سے اٹھ کر ان سے کچھ فاصلے پر چلا گیا تھا۔

اور اب وہ بار بار بے چینی سے گھڑی دیکھ رہا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ محتشم کے گھر والے عیبہ کو آگاہ کر چکے ہیں کہ نہیں۔ مگر پھر بھی وہ منتظر تھا۔ کافی لمبے اور بے قرار انتظار کے بعد الحان ملک کو وہ چہرہ نظر آ ہی گیا تھا جو چہرہ اسے اپنی ماں کے بعد سب سے زیادہ عزیز تھا اس دنیا میں۔

وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے عیبہ کو بے قراری سے معیز ابراہیم سے بات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں موجود دھند پانی کی شکل اختیار کرتی الحان ملک کی گالوں پر پھسلتی جا رہی تھی اور وہ انجان سا بس اسے

دیکھتا جارہا تھا دیکھتا جارہا تھا۔

مدت ہوئی ہے بچھڑے ہوئے اپنے آپ سے
دیکھا جو آج تم کو تو ہم یاد آ گئے

معیز کے بتانے پر کہ محتشم کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا ثمیہ نے کچھ فاصلے پر کھڑے اس شخص پر ایک قہر آلود نظر ڈالی تھی۔

وہ ہرگز اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی آج ہی تو اس نے اس شخص کو آزاد کرنے کا سندیسہ دیا تھا اور پھر سے وہ شخص اسے اجاڑنے پر تل گیا تھا آخر کیا بگاڑا ہے میں نے اس شخص کا جو اتنے سال بعد پھر سے میری زندگی کی خوشیوں کو ڈسنے آ گیا ہے۔

"ثمیہ! بیٹھ جاؤ۔ ان شاء اللہ محتشم کو کچھ نہیں ہوگا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" معیز نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"معیز بھائی! ہر بار مجھ سے ہی کیوں میری عزیز از جاں ہستی چھینی جاتی ہے۔" وہ زبان سے کہنا چاہتی تھی مگر الفاظ گلے میں ہی پھنس گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی معاذ نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر بٹھا دیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ثمیہ، تم پریشان مت ہو۔" اب کہ معاذ نے بھی بڑے بھائیوں کے انداز میں سر تھپتھپا کر تسلی دی تھی۔ مگر اس کا دل کسی بھی تسلی سے نہیں سنبھل رہا تھا۔

دل میں بس ایک ہی تکرار چھڑی ہوئی تھی اگر محتشم چلا گیا تو میرا کیا ہوگا؟ وہ سر جھکائے آنسو پیتی اپنے رب سے محتشم کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھی جب آئی سی یو کا دروازہ کھول کر ڈاکٹر باہر آیا۔

"معیز صاحب! پیشنٹ کا بلڈ بہت بہہ چکا ہے ہمیں فوری طور پر او نیگیٹو بلڈ کی ضرورت ہے ہمارے پاس جتنا available تھا وہ ناکافی ہے۔ آپ پلیز جلدی سے بلڈ کی ارینجمنٹ کریں۔ او نیگیٹو بلڈ ملنا بہت مشکل ہے آپ کی فیملی سے ہی کسی کا اگر میچ ہو جائے تو بہتر رہے گا۔"

"جی ڈاکٹر صاحب میں کوشش کرتا ہوں۔"

"ہوں۔" معیز ابراہیم کے کہنے پر ڈاکٹر سر ہلاتا واپس مڑ گیا۔

"معاذ تم بلڈ بینک سے پتہ کرو جا کر میں اپنا بلڈ گروپ ٹیسٹ کرواتا ہوں۔"

"جی بھائی۔" معاذ سر ہلاتا سیل پر نمبر ڈائل کرتا باہر کی طرف چلا گیا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد عیبہ نے آنسو صاف کیے اور خود میں ہمت پیدا کرتی اٹھ کر کچھ فاصلے پر کھڑے اس شخص کی طرف بڑھ گئی جس کی شکل بھی وہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

الحان نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر بے اختیار نظروں سمیت سر بھی جھکا دیا۔

عیبہ آہستگی سے قدم قدم اٹھاتی الحان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"اب کیا چاہتے ہو تم؟ کیا ایک بار مجھے برباد کر کے تمہارے سینے میں ٹھنڈ نہیں پڑی جو دوسری بار برباد کرنے چلے آئے۔" وہ سپاٹ نظروں سے اس کے جھکے سر کو دیکھتی ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

عیبہ کی بات پر الحان نے اپنی لال آنکھوں سمیت لال چہرہ اوپر اٹھایا۔ شدت ضبط سے اس کی آنکھیں اور چہرہ دونوں ہی اس حد تک سرخ ہو چکے تھے کہ جیسے ابھی ان سے خون چھلک پڑے۔

"میں ایسا کچھ نہیں چاہتا ہوں عیبہ۔ یہ سب اچانک ہوا۔"

"میرا نام مت لو۔ میں اپنا نام لینے کا حق تمہیں نہیں دیتی ہوں۔ سمجھے۔ مجھے عیبہ کہنے کا حق صرف میرے شوہر کو ہے باقی سب کے لیے میں مسز محتشم ابراہیم ہوں۔ اور اگر آج تم نے یہ حق مجھ سے چھین لیا تو یاد رکھنا مسٹر ملک میں روز حشر تک اپنی بربادی تم کو معاف نہیں کروں گی۔"

"محتشم اچانک سے گاڑی کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نے ارادتاً ایکسیڈنٹ نہیں کیا ہے۔ میں اپنی ایک بار کی غلطی دوسری بار کیوں دہراؤں گا۔ میں کیوں تمہیں برباد کروں گا۔" وہ عیبہ کو یقین دلاتا بے بسی سے بولا۔

"تم ملک سلطان جیسے شیطان کے بیٹے ہو لہٰذا تم سے مجھے ہر برے فعل کی امید ہے۔ مگر اس بار تمہاری جیت نہیں ہو گی مسٹر ملک، اس بار میں تمہیں اپنے آشیانے کو آگ نہیں لگانے دوں گی۔ اگر تم نے مجھ سے محتشم ابراہیم کو چھینا تو میں تمہارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑوں گی اور تم جانتے ہو جب عورت انتقام لینے پر آتی ہے تو نسلوں کی نسلیں برباد ہو جاتی ہیں مگر اس بار برباد ہونے کی باری تمہاری ہو گی میرے پاس محتشم کے علاوہ کوئی قیمتی چیز

نہیں جس کے کھونے کا مجھے دکھ ہوگا اس لیے دعا کرو کہ محتشم ابراہیم کو کچھ نہ ہو ورنہ......' عجیبہ خونخوار آنکھوں سے اسے دیکھتی بات ادھوری چھوڑ کر واپس مڑ گئی۔

الحان ملک نے شکستہ نظروں سے خود سے دور ہوتی مسز محتشم ابراہیم کی پشت کو دیکھا۔

''میں تمہیں کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا عجیبہ تم۔ تم اپنے آشیانے میں محتشم ابراہیم کیساتھ سدا ہنستی مسکراتی رہو۔''

وہ دل کی صدا کو بارگاہ الٰہی تک پہنچاتا راہداری سے نکلتا چلا گیا۔

نبض چلتی ہے سانس جاری ہے
بس ترے بعد یوں گزاری ہے
کبھی سینے میں گنگناہٹ تھی
اب مسلسل سی آہ و زاری ہے
ہم جو تیرے بغیر زندہ ہیں
سب دکھاوا ہے دنیاداری ہے
رات کا روز یہ دلاسہ ہے
آج کی رات صرف بھاری ہے
کیا بھروسہ ہو اِن طبیبوں کا
یہ تو کہتے تھے، زخم کاری ہے
ہم تو ہارے ہیں زندگی سے مگر
زندگی موت سے نہ ہاری ہے
خود سے ٹالا ہر اک سکوں اپنا
جب سے تیری نظر اتاری ہے
کسی آہٹ پہ چونکنا کیسا
جب ہے معلوم، بے قراری ہے

فیصلہ جو کیا، کیا ہے اٹل
اچھی عادت یہی تمہاری ہے
جتنا جینا تھا جی لیا اب تک
اب تو جینے کی رسم جاری ہے

ماضی

مختصر سے مہمانوں کی موجودگی میں محتشم ابراہیم عیبہ عباسی کو اپنی محرم بنا کر ابراہیم ولا لے آیا تھا۔

آف وائٹ کلر کی فراک اور چوری دار پاجامے میں ہم رنگ کھسہ پہنے وہ پرستان سے آئی پری ہی معلوم ہو رہی تھی۔

چند ایک ضروری رسموں کے بعد محتشم کی بڑی بھابھی صائقہ عیبہ کو محتشم کے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ عیبہ نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر کمرے کا جائزہ لیا جو محتشم ابراہیم کی پرسنیلٹی کی طرح اس کی نفاست اور خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

وہ بیڈ سے اٹھ کر لان میں کھلنے والی ونڈو کے پاس آ کھڑی ہوئی اور آسمان پر چمکتے ستاروں کو غور سے دیکھنے لگی۔ کب کمرے کا دروازہ کھلا اور کب محتشم قدم قدم چلتا اس تک آیا عیبہ کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ وہ مگن سی ان چمکتے ستاروں کی جگمگاہٹ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی جا رہی تھی۔

چند لمحوں بعد محتشم نے گلا کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ محتشم کے گلا کھنکارنے پر عیبہ چونک کر دائیں جانب مڑی جہاں کھڑا محتشم ابراہیم بغور اسی کو دیکھ رہا تھا۔ عیبہ کو اپنی طرف تکتا پا کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''کیسی ہیں؟''

''میں۔ٹھیک۔'' وہ دونوں الفاظ میں وقفہ دے کر بولی۔

''یہاں کیوں کھڑی ہیں؟''

''بس ایسے ہی میں ان ستاروں کی چمک دمک کو دیکھ رہی تھی جو کسی صورت بھی ماند نہیں پڑتی۔ چاہے آندھی،

طوفان کچھ بھی آ کر گزر جائے۔" وہ آہستگی سے بتاتی پھر سے انہیں دیکھنے لگی۔

"ہوں۔" محتشم نے نبیہہ کے چہرے پر پھیلے حزن کو دیکھتے ہوئے لمبا سا ہوں کیا اور خود بھی باہر آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھنے لگا۔

"میرے خیال سے انسان کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جس پر کوئی طوفان کوئی آندھی اثر نہ کر پائے۔"

"نہیں۔ انسان ایسا نہیں ہو سکتا میرے خیال سے باوجود کوشش کے بھی یہ حالات کی آندھیاں کچھ نہ کچھ تو بگاڑ دیتی ہی ہیں اس میں۔" وہ محتشم کی بات سے متفق نہ تھی۔

"مگر یہی آندھیاں اسے آگے بڑھنے کی نوید بھی تو سناتی ہیں۔" محتشم نے ونڈو پین سے ٹیک لگا کر رخ اس کی جانب کیا اور بازو سینے پر باندھے۔

"ہوں۔ اس بات سے اتفاق کرتی ہوں میں۔" اب کے نبیہہ نے مسکرا کر متفق رائے کا اظہار کیا۔

"مسکراتی رہا کریں اچھی لگتی ہیں۔" محتشم اس کے ہونٹوں پر بکھرتی مدھم مسکراہٹ دیکھ کر بولا۔

"مجھے ہنسنا، مسکرانا اور پھر اچھا بھی لگنا راس نہیں آتا۔"

"اس بار ضرور آئے گا۔" وہ پر یقین سا بولا۔

"اچھا۔" نبیہہ اس کے یقین پر مسکرا دی۔

"I Love u Nabeeha"

وہ اس کے حسین چہرے پر امڈتی بکھرتی مسکراہٹ کو دیکھتا جذب سے بولا تھا۔

"میرا اب اس بات پر یقین نہیں رہا۔" وہ محتشم کی آنکھوں میں دیکھتی اعتماد سے بولی۔

"ہوں۔" محتشم نے مسکرا کر سر ہلایا اور قدم بڑھاتا نبیہہ کے بالکل قریب آیا۔

"I want to growt old with u... Nabeeha"

(میں تمہارے ساتھ بوڑھا ہونا چاہتا ہوں نبیہہ)

نبیہہ اس انوکھے اظہارِ محبت پر دل کھول کر مسکرا دی۔

"ہنستی رہا کریں اچھی لگتی ہیں۔" وہ مسکراہٹ دباتا شرارت سے بولا۔

''آپ کے مسکرانے پر بھی کوئی پابندی نہیں۔'' عیشہ نے اس کی دبی دبی مسکراہٹ پر چوٹ کی۔
عیشہ کی بات پر محتشم نے پورے دل سے مسکراتے ہوئے عیشہ کے وجود کو بازو کے حلقے میں لے کر ماتھے پر بوسہ دیا۔

''اپنی بات پر قائم رہیے گا محتشم۔'' وہ پرامید نظروں سے محتشم کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔

''میں آخری سانس تک اپنی بات پر قائم رہوں گا مسز محتشم۔'' وہ یقین دلاتا مسکرایا۔

''اور مجھے آخری سانس تک آپ کی بات پر یقین رہے گا مسٹر محتشم۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں مسکرا کر کہتی محتشم کے بازو سے ٹکا گئی۔ محتشم نے سرشار ہو کر عیشہ کے وجود کے گرد اپنے بازوؤں کا مضبوط حصار باندھ دیا۔

تم نے رکھا ہے قدم ہماری سلطنت میں بڑے مان کیساتھ
ہم ضمانت نہیں دیتے اپنی سلطنت میں محبت کی قید کیساتھ

❁.......❁.......❁

حال

Yot want to growt old with me...Mohtasham

(آپ میرے ساتھ بوڑھا ہونا چاہتے تھے محتشم)

آپ نے وعدہ کیا تھا آپ اپنی بات پر قائم رہیں گے پھر اب کیوں اپنی بات سے مکر رہے ہیں پلیز اس طرح مت کریں محتشم۔'' وہ بینچ پر سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی آئی سی یو میں بند محتشم سے ہمکلام تھی۔

''میری ذات کی بکھری کرچیوں کو بہت مشکل سے سمیٹا ہے آپ نے اب پھر سے یہ کرچیاں بکھر گئیں تو پھر کبھی جڑ نہیں پائیں گی محتشم۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے پلیز مجھے اکیلا مت کریئے گا۔'' وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی جب مؤذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑی جو نئے دن کی نوید سناتا سب کو بارگاہ الہٰی میں حاضر ہونے کی دعوت دے رہا تھا۔ عیشہ نے بھی گھٹنوں سے سر اٹھایا اور اس دعوت پر لبیک کہتی وضو کرنے چل دی۔

❁.......❁.......❁

معیز ابراہیم کا بلڈ محتشم کے بلڈ سے میچ کر گیا تھا۔ڈاکٹرز نے مکمل ٹریٹمنٹ کے بعد محتشم کو ابھی روم میں شفٹ نہیں کیا تھا اس کے ہوش میں آنے تک اسے انڈر آبزرویشن ہی رکھا گیا تھا۔

محتشم کا وجود اچھل کر فٹ پاتھ کنارے گرا تھا جس سے چوٹ اس کے سر میں آئی تھی جو کافی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔اس لیے ڈاکٹرز نے قبل از وقت انہیں کوئی اچھی خبر نہیں سنائی تھی۔

وہ سب آئی سی یو کے باہر بند دروازے کے اس پار پٹیوں میں جکڑے وجود کے لیے تہہ دل سے دعا گو تھے۔

صبح کے سات بجے وہ دروازہ کھلا تھا جس کے کھلنے کے وہ سب رات سے منتظر تھے۔ڈاکٹر رضی قدم قدم چلتے ان تک آئے تھے۔

"محتشم کو روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے ناؤ ہی از آؤٹ آف ڈینجر۔"

جہاں یہ سن کر سب نے سکون کی سانس لی تھی وہیں ڈاکٹر رضی کی اس بات نے عیبہ کے نیم مردہ وجود میں بھی جان پھونک دی تھی۔وہ پرسکون ہو کر پیچھے الٹی بینچ پر بیٹھنا چاہتی تھی مگر بیٹھنے سے پہلے ہی وہ لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔

"عیبہ۔عیبہ۔" کی پکار کے ساتھ وہ سب اس کی طرف لپکے تھے۔

ماضی

محتشم واقعی عیبہ کے لیے ایک سایہ دار درخت ثابت ہوا تھا جس نے اپنی چھاؤں میں عیبہ کے تپتے وجود کو ڈھانپ کر اس کی ساری تپش چھین لی تھی۔

عیبہ نے شادی سے پہلے ہی محتشم اور راعنہ کی ٹیلی فونک گفتگو سیکنڈ فلور پر پڑے ایکسٹینشن سے سن لی تھی جس میں محتشم نے راعنہ کو اپنی عیبہ سے محبت کے بارے میں بتایا تھا۔اس لیے وہ نکاح سے پہلے ہی محتشم کی محبت سے واقف ہو چکی تھی مگر وہ اس حد تک اس کا دیوانہ ہے وہ اب جان پائی تھی۔جو عیبہ کی ہر غفلت کو دل بڑا کر کے نظرانداز کر دیتا تھا۔

عیبہ ماضی میں کھو کر اکثر اس کے ساتھ زیادتی کر جاتی تھی مگر محتشم برا منائے بغیر ہر بار بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتا تھا جس پر عیبہ اکثر شرمندگی محسوس کرتی تھی پر وہ بھی مجبور تھی دل کے ہاتھوں جو اسے ماضی بھولنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ ہر بار عہد کرتی سب کچھ بھلانے کی مگر ہر بار ہی اس کا دل آڑے آجاتا تھا اور وہ آگے بڑھنے کی جدوجہد میں پھر سے اسی نکتہ پہ آکھڑی ہوتی جہاں الحان ملک نے اسے اپنی زندگی سے بے دخل کیا تھا۔

ان سب کے باوجود اس گزرتے ماہ وسال میں ان کے درمیان ایک دوستانہ رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ وہ صرف اچھے دوست ہی نہیں بلکہ اچھے میاں بیوی بھی تھے جو ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظرانداز کرتے ایک ساتھ اچھے دن گزار رہے تھے۔

✿......✿......✿

عیبہ کی محتشم سے شادی کے چند ماہ بعد ثمر نے ملک سلطان سے ایرہ اور الحان کی شادی کی بات کی تھی۔ ملک صاحب تو پہلے ہی الحان کی حالت کے پیش نظر اس کی جلد سے جلد شادی کر دینا چاہتے تھے تاکہ آنے والی ان کے بیٹے کو اپنی محبت سے پہلے والا خوش مزاج الحان بنا دے۔

سوان کی بھرپور کوششوں سے الحان اس شادی پر مان گیا تھا اور ایک سال کے اندر اندر ہی وہ دونوں اپنی اپنی نئی منزلوں کی طرف گامزن ہو چکے تھے۔

ایرہ جبران کو ایرہ الحان بن کر الحان کی ذات سے سوائے اذان کے کوئی خوشی نہیں ملی تھی۔ وہ ایرہ کے لیے پتھر ثابت ہوا تھا جس سے وہ سر پھوڑ پھوڑ کر ہارتی خود ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

ماہ وسال اسی بے رخی میں گزرتے جا رہے تھے۔

جب ایک روز ملک انڈسٹریز میں ایک دھماکہ ہوا تھا۔ آگہی کا دھماکہ سچ اور جھوٹ کے انکشاف کا دھماکہ۔ اور اسی دھماکے نے الحان ملک کو اوندھے منہ زمین چٹا دی تھی۔ وہی زمین جس پر وہ بڑی حقارت سے عیبہ عباسی کے سامنے تھوک کر آیا تھا۔

✿......✿......✿

”آپ پریشان لگ رہے ہیں کچھ دن سے محتشم۔ کوئی سیریس بات ہے کیا؟“

محتشم کنپٹی مسلتا لیپ ٹاپ کی سکرین دیکھ رہا تھا جب عیبہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھی۔

''ہوں۔نہیں کوئی بات نہیں۔'' وہ مسکرا کر اس کی طرف مڑا۔

''بات تو ہے آپ بتانا نہیں چاہتے یہ اور بات ہے۔'' وہ خفگی سے کہتی اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

''میرا ای میل آئی ڈی ہیک ہو چکا ہے کچھ دن پہلے۔''

''اوہ۔ہ۔ہ۔وہ کیسے؟ کس نے کیا؟''

''پتہ چل جائے گا کس نے کیا ہے لیکن آپ پریشان مت ہوں مائی سویٹ وائف۔'' محتشم عیبہ کی اڑی رنگت دیکھ کر بظاہر ہلکا پھلکا بولا مگر اندر سے وہ واقعی بہت پریشان تھا کیونکہ جس مقصد سے کسی نے اس کا آئی ڈی ہیک کیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا اس کی تمام ضروری میلز جنہیں اس نے سیو نہیں کیا تھا وہ ڈلیٹ کر دی گئی تھیں اور ان میلز میں محتشم اور اس کے دوست شہزاد کی پورے سال کی محنت پوشیدہ تھی۔اب یہ سب شہزاد کے پاس سیو تھا کہ نہیں فی الوقت وہ نہیں جانتا تھا۔اس لیے وہ عیبہ کو ریلیکس کر کے خود بالکونی میں آ چکا تھا۔

شہزاد کا نمبر ملا کر اس نے سیل کان سے لگایا اور بے چینی سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

''ہیلو۔شہزاد۔ملک سلطان کے کیسز والی ساری ڈاکومینٹس تمہارے پاس سیو ہیں۔'' وہ کال ریسیو ہونے پر فوراً بولا۔

''دھیرج یار۔اتنی جلدی کس بات کی ہے۔''

''تم وہ بتاؤ جو میں نے پوچھا ہے۔''

''ہاں بھئی سیو ہیں۔''

''اوہ۔ہ۔ہ۔تھینکس۔'' محتشم نے پرسکون سانس لی۔

''پر ہوا کیا؟''

''میرا ای میل آئی ڈی ہیک ہو چکا ہے اور یہ سب ملک سلطان کے چمچوں کا کیا دھرا ہے ساری میلز ڈلیٹ کروا دی ہیں۔''

محتشم نے گرل پر مکا مار کر گالی دی۔

"اوہ۔اس کا مطلب ہے وہ ہماری کارروائیوں سے آگاہ ہے۔"

"بالکل۔اب جو بھی کرنا ہے جلدی کرنا ہے تم وہ سارے ثبوت ایس پی سمیر تک پہنچادو اعتماد کا بندہ ہے میری بات ہو چکی ہے اس سے۔"

"میں کل تک پہنچادوں گا۔تم بے فکر رہو۔"

"جب تک ملک سلطان سلاخوں کے اندر نہیں ہو جاتا میں بے فکر نہیں ہو سکتا شہزاد۔"

"میں جانتا ہوں سب کل تک میں یہ سب ایس پی سمیر تک پہنچادوں گا اس سے آگے تم اسے پریشرائز کرو گے کہ وہ دو، چار دن میں ساری کارروائی مکمل کر کے اس دو نمبری کرپٹ انسان کو ہتھکڑی لگادے۔"

"ہوں ان شاءاللہ۔ایسا ہی ہوگا تم باحفاظت یہ سب ایس پی تک پہنچادو۔"

"او کے۔" شہزاد نے او کے کر کے سیل آف کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا جہاں اس کا لیپ ٹاپ پڑا تھا۔مگر اس کے پاؤں تلے زمین اس وقت پھسلی جب اسے اپنے کمرے کی ایک ایک چیز بکھری پڑی ملی۔

وہ بھاگتا ہوا اپنی کھلی کبڈ اور سارے ڈارز کو چیک کرنے لگا۔اس کے کمرے میں موجود ساری فائلز سارے کاغذات کو کمرے کے عین بیچوں بیچ رکھ کر آگ لگائی گئی تھی اور یہی نہیں لیپ ٹاپ کو اس بیدری سے پرزے پرزے کیا گیا کہ بے رحمی کی حد نہیں۔

شہزاد لٹا پٹا سا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔وہ ایجنسی کا بندہ تھا اس کے پاس ملک سلطان کے کیس کے علاوہ اور بھی بہت سے کیسز کے ثبوت تھے مگر اب وہ سارے ثبوت ضائع کر دیے گئے تھے۔وہ جہاں سے چلا تھا وہیں آ کھڑا ہوا تھا۔چند منٹ تک خود کو کمپوز کر کے وہ کمرے سے باہر آیا تا کہ چیک کر سکے کہ وہ شخص فلیٹ میں کیسے آیا۔

اس نے باہر کا دروزاہ چیک کیا مگر لاک سلامت تھا تو پھر کیسے؟

"کیا ڈپلیکیٹ چابی ہو گی اس کے پاس مگر نہیں چابی نہیں ہو سکتی چوکیدار ہر وقت الرٹ رہتا ہے پھر۔پھر۔" وہ سوچتا ایک ایک چیز کو مشکوک نظروں سے گھورتا بالکونی کی طرف آیا جسکا نہ صرف دروازہ کھلا تھا بلکہ لاک بھی توڑا گیا تھا۔شہزاد جلدی سے آگے بڑھ کر نیچے دیکھنے لگا۔

نیچے سے تھرڈ فلور پر اس طرح سے آنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ پھر؟ وہ پھر سے اس پھر کی کھوج لگانے کے لیے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ چند منٹ کی کوشش کے بعد وہ پتہ لگا چکا تھا کہ آنے والا کہاں سے آیا تھا۔

❁......❁......❁

''جی؟'' تئیس سے چوبیس سالہ لڑکی نے بھنویں اچکا کر شہزاد کے سپاٹ چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

''مجھے آپ کے فلیٹ کی تلاشی لینی ہے؟''

''کس خوشی میں؟'' اب کے وہ الرٹ ہو کر کھڑی ہوئی۔

''آپ کے فلیٹ سے چور میرے فلیٹ تک آیا ہے اس لیے۔''

''چور؟''

''جی ہاں چور۔''

''پر ہمارے گھر تو کوئی ڈاکہ نہیں پڑا۔'' لڑکی حیرانگی سے بولی۔

''محترمہ! ڈاکہ آپ کے نہیں میرے گھر میں پڑا ہے۔ ہٹیں مجھے چیک کرنے دیں۔'' شہزاد اس کا بازو ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

''ارے۔ ارے رکیں تو۔ کس قدر المینرڈ انسان ہیں آپ۔'' وہ چیختی جلدی سے اس کے سامنے آئی۔

''المینرڈ تو آپ بھی ہیں۔ کب سے دروازے پر کھڑی ہو کر تفتیش کر رہی ہیں اتنا نہیں ہو سکا کہ اندر بلا لیں۔''

''مسٹر۔ فلرٹ کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے۔'' وہ ناک پر آئی عینک واپس آنکھوں پر ٹکاتی بولی۔

''فلرٹ؟ کیسا فلرٹ، کون سا فلرٹ؟ محترمہ ہوش میں تو ہیں آپ۔'' شہزاد کے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔

''میں بالکل ہوش میں ہوں مگر آپ مجھے ضرور نشے میں لگ رہے ہیں۔''

''آپ کے گھر میں کوئی بڑا نہیں ہے کیا؟ میں چھوٹے چھوٹے بچوں سے بڑی بڑی باتیں نہیں کیا کرتا۔'' وہ بمشکل تحمل سے بولا تھا پر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس چشمش کو رسے سے باندھ دے اور اپنا کام کر کے واپس پلٹ جائے۔ مگر وہ اس کے سامنے بازو پھیلا کر سیسہ پلائی دیوار بنے کھڑی تھی۔

”میں ہی یہاں کی بڑی ہوں سمجھے۔آپ جو بھی بات کرنی ہے مجھ سے کریں اور نو دو گیارہ ہو جائیں۔“

اس کی بات پر شہزاد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”رئیلی؟“

”یس رئیلی۔ میں ہی بڑی ہوں یہاں سب سے پر ڈرتی ورتی کسی سے نہیں ہوں سمجھے۔“

”سمجھ گیا۔“اب کہ لڑکی کے انداز پر شہزاد کے ہونٹوں پر مدھم مسکراہٹ بکھری۔

”ایکچو لی محترمہ کل دن کے وقت میری ایب سینس میں کوئی آدمی آپ کے فلیٹ سے میرے فلیٹ کی بالکونی میں کودا ہے۔“

”میرے گھر میں سوائے لڑکیوں کے کوئی لڑکا نہیں ہے محترم۔مہربانی ہوگی آپ یہاں سے جائیں مجھے یونیورسٹی کے لیے دیر ہو رہی ہے۔“وہ کلاک پر نظر دوڑاتی بے زاری سے بولی۔

”کون کون ہے آپ کے گھر میں؟“شہزاد تجسس سے بولا۔

”میں نے کہا ناں میں ڈرتی ورتی کسی سے نہیں۔اس لیے جائیں۔میں آپ کو آپ کی بات کا جواب دے چکی ہوں۔“

”ہوسکتا ہے چور بھی کوئی لڑکی ہو۔“وہ محظوظ ہوتا بولا۔

”وہ سب چھوٹی ہیں مسٹر۔“

”مگر آپ تو بڑی ہیں ناں۔اور مجھے لگتا ہے آپ آسانی سے کچھ بھی چرا سکتی ہیں۔“وہ دوسری بات منہ میں بڑبڑایا۔

”دیکھیں محترم پلیز۔“

”میرا نام شہزاد ہے۔“

”جی محترم شہزاد صاحب پلیز شریف مردوں کو یہ طور طریقے بالکل زیب نہیں دیتے اس لیے پلیز ڈسٹرب مت کریں اور جائیں یہاں سے۔“

”مگر مجھے ایک بار اس طرف دیکھ تو لینے دیں۔ہوسکتا ہے چور آپ کے گھر بھی ساتھ والے گھر سے چھلانگ

کر آیا ہو۔"

"کون چور۔" قریبی کمرے کے کھلے دروازے سے خوبصورت سی لڑکی برآمد ہوئی جس نے وائٹ یونیفارم پہن رکھا تھا۔

"مانا۔ان صاحب کو لگتا ہے ان کے گھر میں جو ڈاکہ پڑا ہے وہ ڈاکہ ہمارے گھر سے ان کے گھر کود کر ڈالا گیا ہے۔"

"اوہ۔ہ۔ہ۔بہت زیادہ نقصان ہو گیا کیا آپ کا؟" وہ لڑکی جسے چشمش نے مانا کہا تھا افسردہ سا چہرہ بنا کر بولی۔

"اف! کہاں پھنس گیا صبح ہی صبح۔" شہزاد نے بیزاری سے سوچا۔

"ویسے بیلا کہہ تو یہ محترم ٹھیک ہی رہے ہیں ڈاکہ ہمارے گھر سے ہی کود کر ڈالا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" چشمش سمیت شہزاد کے بھی کان کھڑے ہوئے۔

"وہ کل دوپہر میں تمہارے آنے سے پہلے ایک آدمی آیا تھا الیکٹریشن بن کر کہنے لگا وہ ساتھ والے فلیٹ کی الیکٹرسٹی پرابلم کو سیٹ کرنے آیا تھا مگر اپنی ضروری چیزیں اندر بھول گیا جن صاحب کا یہ فلیٹ ہے وہ بھی اب جا چکے ہیں اور ان کا سیل نمبر بھی بند ہے اس لیے میں آپ کی بالکونی سے جا سکتا ہوں تو۔"

مانا نے بات ادھوری چھوڑ کر رابیل کی شکل دیکھی جو غصے سے سرخ پڑتی جا رہی تھی کیونکہ رابیل صاحبہ کی ہدایت تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں گھر کا دروازہ کسی دستک پر نہیں کھلے گا پر مانا ایسا کر چکی تھی۔

"تو؟"

"تو یہ کہ میں نے اسے اندر آنے دیا۔وہ ہماری بالکونی سے آپ کی بالکونی چلا گیا اور میں چائے بنانے کچن۔جب میں چائے بنا کر واپس یہاں آئی تو وہ میرا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔میں چلتی ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ بات مکمل کرتی بیگ سنبھالتی جلدی سے باہر کی طرف بھاگی مگر رابیل کا پھینکا گیا جوتا عین نشانے پر لگا تھا۔

"رک کمینی، میں بتاتی ہوں تجھے۔" وہ دانت پیستی اس کے پیچھے بھاگی مگر مانا ایک جوتا کھا کر روپوش ہو چکی

تھی۔اس کے لفٹ میں غائب ہوتے ہی رابیل واپس مڑی۔شہزاد بھی ان کے پیچھے ہی فلیٹ سے نکل آیا تھا۔

"سوری شہزاد صاحب میں نے منع بھی کیا تھا کہ کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولا کریں پر۔آئی ایم رئیلی سوری ہماری وجہ سے آپ کا نقصان ہوا۔"

"اٹس او کے۔اس میں آپ کا قصور نہیں۔"

"قصور تو واقعی نہیں ہے ہمارا پر چور چوری ہمارے گھر سے بھی تو کرسکتا تھا پھر آپ کے۔"

"اٹس ریلیٹنگ ٹو مائی آفیشل میٹر۔"

"اوہ اچھا آپ کیا کرتے ہیں؟" رابیل کو تجسس ہوا۔

"میں چلتا ہوں آپ کو یونیورسٹی سے دیر ہو رہی ہے۔" وہ کہتا جلدی سے اپنے فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

رابیل کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ چند قدم آگے جا کر مڑا۔

"کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"رابیل۔رابیل سکندر۔" وہ ہاں میں سر ہلاتی جلدی سے بولی۔

"نائس نیم۔" وہ مسکرا کر کہتا اپنے فلیٹ میں گم ہو گیا۔اس کے غائب ہوتے ہی رابیل بھی مسکراتی ہوئی اپنے فلیٹ چل دی۔

۞.......۞.......۞

"تم۔تم نے مجھے انفارم کیوں نہیں کیا؟" محتشم دکھ اور غصے سے چیخا تھا۔

"کر تو دیا ہے اب کر لو جو کر سکتے ہو۔" شہزاد لاپرواہی سے کہتا سگریٹ کا کش لینے لگا۔

محتشم اور شہزاد اس وقت محتشم کے آفس میں بیٹھے تھے اور شہزاد نے ابھی کل اس کے فلیٹ میں ہوئی کارروائی سے محتشم کو آگاہ کیا تھا۔

"اب۔اب کیا ہوگا شہزاد۔ہماری پورے سال کی محنت ضائع ہو گئی۔" وہ ٹیبل پر پنسل مارتا اپنا اندرونی اضطراب نکال رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا اب اس سب سے ہمیں یہ سبق ملا ہے کہ انسان کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔" وہ منہ سے دھواں نکالتا مسکرا کر بولا۔

"بی سیریس شہزاد۔"

"آئی ایم سیریس محتشم۔"

"تم ایس پی کمال سے رابطہ کرو پہلے بھی انہوں نے ہمیں ملک سلطان کے پرانے کیسز کے ثبوت فراہم کیے تھے اگر اب بھی۔"

"ہوں کرتا ہوں کچھ۔ انتہائی مکار شخص ہے یہ ملک سلطان دل تو چاہتا ہے سیدھا جا کر گولی مار دوں اس کو۔"

"وہ اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں ہے جو کر چکا اب تک اس کا حساب چکا کر ہی جائے گا اس دنیا سے تو ٹینشن مت لے۔ میں چلتا ہوں اب ایک دو کام نپٹانے ہیں مجھے۔" شہزاد نے تسلی کے انداز میں اس کے کندھے پر دھپ ماری۔

"ہوں۔" محتشم کے سر ہلانے پر شہزاد اس سے ہاتھ ملاتا چلا گیا۔

محتشم نے مزید دو دن ہر طرح سے ضائع ہوئے ثبوت پھر سے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس کی ساری کوششیں بیکار گئیں کیونکہ ملک سلطان نے صرف محتشم اور شہزاد کے حاصل کردہ ثبوت ضائع نہیں کیے تھے بلکہ ہر جگہ سے وہ اپنے پیسے کے بل بوتے پر تمام ثبوت ختم کروا چکا تھا۔

محتشم کے ہاتھ اتنی محنت کے بعد بھی خالی تھے جس کی اذیت برداشت کرنا محتشم کے لیے مشکل تھا اسی لیے وہ ضبط کے آخری مراحل پر پہنچتا ملک انڈسٹریز میں ملک سلطان کے آفس پہنچ گیا تھا۔

✿......✿......✿

ملک سلطان کی سیکرٹری نے ملک سلطان کی اجازت کے بعد محتشم کو ان کے آفس جانے دیا تھا۔

محتشم مستحکم چال چلتا ملک سلطان کے آفس میں داخل ہوا۔ ملک سلطان سگار منہ میں دبائے اپنی چیئر پر آگے پیچھے جھول رہے تھے جبکہ ان کا چچا احمد سیال بھی کچھ فاصلے پر موجود صوفے پر براجمان تھا۔

"آئیں آئیں محتشم ابراہیم صاحب! آپ نے کیسے اپنی مصروفیت میں سے ہم چھوٹے لوگوں کے لیے

وقت نکال لیا۔" وہ سگار کا کش لیتے طنزیہ بولے۔

"آپ نے مان ہی لیا ملک صاحب کہ آپ کا شمار چھوٹے لوگوں میں ہوتا ہے۔" محتشم نے ہاتھ سے چھوٹے ہونے کا اشارہ کیا۔

"تم جو چاہے کہہ سکتے ہو محتشم ابراہیم! میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مناؤں گا۔"

"اونہہ۔ برا نہیں منائیں گے۔" محتشم نے ایک خون آلود نگاہ ملک سلطان کے دھواں چھوڑتے چہرے پر ڈالی تھی۔

"آپ۔ ملک صاحب آپ ایک انتہائی گرے ہوئے انسان ہیں۔ میں یہاں آپ کو دھمکی دینے نہیں آیا صرف اتنا بتانے آیا ہوں کہ اوپر والا آپ کو ڈھیل دے کر آپ کی رسی دراز کر رہا ہے مگر یہ مت بھولیے گا کہ جب وہ رسی کھینچتا ہے تو آپ جیسے درندے پر بھی نہیں ہلا سکتے اور میں اب منتظر رہوں گا کہ کب قدرت آپ سے ان سب معصوم لڑکیوں کی لوٹی گئی عصمتوں کا حساب لے گی جو اپنی مجبوریوں کے تحت آپ کے پاس چند پیسے کمانے آتی تھیں اور آپ ان کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انہی پیسوں کی عوض انہیں اپنی ہوس، اپنی درندگی کا شکار بناتے تھے۔" محتشم نے رک کر پھر سے نفرت زدہ نظروں سے ملک سلطان کو دیکھا جو آنکھیں سکیڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"اور یہی نہیں ملک صاحب! آپ نے تو اپنے نفس کی گندگی میں دوستی جیسے عظیم رشتے کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔ ہاشم عباسی کو اپنا جگری دوست کہتے تھے ناں آپ اور اسی جگری یار کے گھر کی خوشیوں کو بھی کھا گئے۔ کس قدر گندی ذہنیت کے مالک ہیں آپ۔ آپ نے ہاشم عباسی کے آؤٹ آف کنٹری جانے کا فائدہ اٹھا کر سنبل عباسی کا ریپ کیا۔" وہ دکھ سے بولا۔

"اور صرف ریپ پر اکتفا نہیں کیا آپ نے اس معصوم عورت کو بے عصمت کرنے کی تصویریں بھی لیں اور انہی تصویروں سے آپ نے اس پر بدکرداری کا دھبہ لگایا صرف اس لیے کہ اس عورت نے آپ کی آئندہ ہوس پوری نہ کرنے اور سب کو آپ کی اصلیت بتانے کی دھمکی دی تھی۔ آپ نے بازی اسی بیچاری عورت پر الٹ دی۔ اس کی بیگناہ عورت کی خودکشی آپ کے سر ہے ملک صاحب۔ ڈریئے اس دن سے جب سب مل کر آپ کا

گریبان دبوچیں گے تو کیا کریں تب آپ؟"

"آپ جیسا نیچ گندہ اور گھٹیا دل ودماغ کا انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا جس نے دوست تو دوست اپنے بیٹے کی خوشیوں کو بھی ڈس لیا۔" محتشم آج سارے حساب بیباک کر کے جانا چاہتا تھا وہ قانونی طور پر نہ سہی لیکن زبانی طور پر ملک سلطان کو ان کے کیے گئے گناہوں اور جرموں کی فہرست یاد کروا کر ہی وہاں سے جانا چاہتا تھا۔

"جو کھیل آپ نے سنبل عباسی کیساتھ کھیلا وہی کھیل آپ نے دس سال بعد اس کی بیٹی کیساتھ کھیلا اور اس کھیل میں آپ کا کانوں کا کچا اور آنکھوں کا اندھا بیٹا بھی انجانے میں ملوث ہے۔ آپ کا خون تھا تو آپ کا اثر تو لینا ہی تھا اسنے بھی۔ آپ لوگوں نے میبہ کے پاک وجود کو میرے وجود سے منتقی کر کے جو کیچڑ اچھالا تھا میں نے اسی کا بدلہ لینے کے لیے پورے ایک سال کی محنت سے آپ کے خلاف اتنے ثبوت اکٹھے کیے تھے کہ اس ملک کے سوئے قانون دانوں کو جگا کر آپ کو ہتھکڑی لگوا سکوں مگر افسوس اس بار بھی آپ جیت گئے۔ مگر یاد رہے قدرت کی لاٹھی بے آواز ہے اور مجھے یقین ہے یہ لاٹھی بہت جلد آپ پر برسے گی اور اس قدر برسے گی کہ پناہ کی کوئی صورت نہیں ہوگی آپ کے پاس۔ نہ زندوں میں رہیں گے اور نہ ہی مردوں میں۔ اپنے کیے کا بھگتان بھگت کر ہی آپ اس دنیا سے جائیں گے۔ جتنی زندگیاں آپ برباد کر چکے ان کا حساب اس دنیاوی عدالت میں نہ سہی اخروی عدالت میں ضرور پائیں گے کیونکہ آپ انسانیت سمیت سب رشتوں پر ایک دھبہ ہیں ملک صاحب ایک بھیانک دھبہ۔"

وہ ایک ہی سانس میں ساری باتیں سنا کر راستے میں پڑی چیئر کو ٹھوکر مارتا ان کے آفس سے نکل گیا۔

"بڑی لمبی زبان ہے اس کی۔" احمد سیال نے ملک سلطان کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔" انہوں نے مندے مندے لہجے میں ہوں کہہ کر سر ہلایا کہ پیچھے سے الحان آفس میں داخل ہوا۔

"محتشم ابراہیم جو کہہ کر گیا ہے کیا وہ سچ ہے؟" وہ ملک سلطان کے ٹیبل کے عین سامنے آ کھڑا ہوا جہاں سے ابھی محتشم گیا تھا۔ ملک صاحب بیٹے کی سرخ رنگت دیکھتے چیئر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم الحان بیٹا۔"

"مت کہیں مجھے بیٹا۔ مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے کیا محتشم ابراہیم نے جو کہا وہ سچ تھا؟ کیا واقعی آپ اتنے گرے ہوئے انسان ہیں؟"

"الحان۔ن۔"

"پلیز۔ پلیز ملک صاحب۔ اب مزید کوئی غلط بیانی نہیں آپ نے جو کرنا تھا کر چکے۔ اپنے دوست سے اس کی محبوب بیوی چھین چکے۔ مجھ سے میری محبت چھین لی۔ اور نجانے کتنی لڑکیوں کی زندگی برباد کر چکے ہیں آپ۔ آپ ملک صاحب آپ تو انسان کہلوانے کے بھی لائق نہیں۔ محتشم نے ٹھیک کہا آپ انسانیت سمیت ہر رشتے پر بہت بھیانک دھبہ ہیں۔ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ سنا آپ نے۔ میں الحان ملک، ملک سلطان آپ سے اپنا ہر رشتہ ختم کرتا ہوں۔ نہ میرا کوئی باپ ہے اور نہ ہی میں کسی کا بیٹا۔ آج کے بعد مجھ سے کسی قسم کے رابطے کی کوشش مت کیجیے گا۔ سمجھے آپ۔" غصے سے اس کے گلے کی نسیں پھول چکی تھیں۔ ایک قہر آلود نظر ملک سلطان کے پتھریلے چہرے پہ ڈالتا وہ آفس سے نکل گیا۔

پیچھے ملک سلطان ساکت وجود لیے کھڑے تھے وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پائے تھے۔

الحان اسی دن ابیرہ کو لے کر ملک ہاؤس سے اپنے فلیٹ میں شفٹ ہو گیا تھا۔ چند دن تنہائی میں اپنے اجڑنے کا اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں اجاڑنے کا سوگ منایا۔ وہ عیشہ سے مل کر اپنے کیے گئے گناہ کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔ وہ انجانے میں ایک پاکباز عورت پر تہمت لگا کر جو گناہ کر بیٹھا تھا وہ ناقابل معافی تھا جس کا کوئی کفارہ بھی ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ سب کچھ وہ خود گنوا بیٹھا تھا۔ شک نے اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی تھی کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا اپنی محبت کو خود ہی ٹھکرا چکا تھا۔

اس کا شک اس کے عزیز ترین رشتے کو چھین چکا تھا۔ عیشہ نے کتنی بار کہا تھا اس سے کہ الحان ملک وہ سب مت بولو کہ بعد میں تمہیں اپنے بولوں پر پچھتاوا ہو مگر تب وہ شک میں اندھا ہوتا جو منہ میں آئے بکتا اسے اپنی زندگی سے بیدخل کر گیا تھا اور اب وہ اپنے کہے گئے الفاظ پر واقعی پچھتا رہا تھا۔ بلکہ شاید اسے اب پچھتانا ہی تھا۔

کیونکہ وقت......! وقت اب وہ نہیں رہا تھا بلکہ اسے شرمندگی اور پچھتاوؤں کے اندھے کنویں میں

دھکیلا گزر چکا تھا۔

چند دن سوگ منانے کے بعد الحان نے اپنے ننھیال سے ملی جائیداد کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنا بزنس شروع کر لیا تھا۔ چونکہ اس کی ماں اکلوتی تھی اس لیے اس کے نانا اپنی جائیداد کا وسیع حصہ اپنی زندگی میں ہی اپنے نواسے کے نام کر چکے تھے۔

آہستہ آہستہ وہ اپنے بزنس میں ترقی پاتا گیا تھا۔ وہ خود کو آفس اور بزنس میں اس حد تک مگن کر چکا تھا کہ ایبرہ اور گھر بالکل بیک ورڈ میں کہیں چھپ گئے تھے۔ اس دوران ملک سلطان نے کئی دفعہ اس سے ملنے کی کوشش کی مگر الحان نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے پورا ایک سال کا عرصہ ان سے ملے بغیر گزار دیا تھا۔

ایک سال کچھ ماہ بعد اسے ملک سلطان کے ایکسیڈنٹ کی خبر ملی۔ جس ایکسیڈنٹ میں وہ اپنی دونوں ٹانگوں اور ایک بازو سے محروم ہو گئے تھے اور اس کے ساتھ ہی ان پر فالج اٹیک بھی ہوا تھا۔ یہ سب سن کر وہ نا چاہتے ہوئے بھی باپ سے ملنے چلا گیا تھا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ نہیں بڑھا وہ چند دن بعد ایک آدھ گھنٹے کے لیے چلا جاتا۔

کئی ماہ ہوسپٹل گزار کر ملک سلطان کے آدھ مرے وجود کو گھر شفٹ کر دیا گیا تھا۔

قدرت کی لاٹھی واقعی بے آواز ہے اور جب برستی ہے تو اچھے اچھوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ ملک سلطان کو بھی اب اپنی بے بسی پر ان سب کی بے بسی یاد آتی تھی جن کو وہ بیدردی سے برباد کر چکے تھے۔ وہ ان دنوں کو واپس لا کر سب سے معافی مانگنا چاہتے تھے مگر نہ وہ دن رہے تھے اور نہ ہی معاف کرنے والے۔

ملک سلطان کو اب اپنے کیے کی سزا بھگتنا تھی آخری سانس تک۔ وہ نہ زندوں میں تھے اور نہ ہی مردوں میں بلکہ ان دونوں کیفیات کے بیچ لٹک رہے تھے۔ اور یہ قدرت کا انتقام تھا اس شخص سے جو زمین پر اتنے فساد اتنے ظلم کر چکا تھا اور بے شک قدرت کا انتقام بہت منصفانہ ہوتا ہے۔

ملک سلطان اس قابل نہ تھے کہ اپنے بزنس کو سنبھال پاتے اس لیے انہوں نے الحان سے کہا تھا ان کے آفس کو دیکھنے کو مگر الحان کی طرف سے ملے کورے جواب پر وہ افسردہ ہو گئے تھے۔ چند ماہ بعد مکمل ٹریٹمنٹ سے ان کا فالج ٹھیک ہوا تو ان کے منہ کو لقوہ اٹیک ہو گیا جو باوجود ٹریٹمنٹ کے اب تک بھی ٹھیک نہیں ہو پایا تھا۔

وہ گھنٹوں اپنی زبان سے متکبرانہ باتیں نکالنے والا اب ایک بات بھی اٹکے بنا کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

مزید ایک سال کے عرصے میں ان کا سارا بزنس ڈوب چکا تھا وہ بزنس جسے آگے بڑھانے کی خاطر انہوں نے ہر غلط کام کیا تھا اور ان کے بزنس کو تباہ کرنے میں زیادہ حصہ احمد سیال نے ہی لیا تھا جو ملک سلطان کا سگا چچہ تھا۔ مگر وہ صرف تب تک ان کا چچہ تھا جب تک ان کی حکومت تھی جیسے ہی ان پر مشکل آئی تو وہ بھی ان کا ساتھ چھوڑ گیا۔

احمد سیال نے بزنس سے کروڑوں روپے کا غبن کیا اور اپنی فیملی سمیت ملک سے باہر چلا گیا ہمیشہ کے لیے۔

احمد سیال کے علاوہ ملک سلطان کا باقی عملہ بھی سنسیئر نہیں نکلا تھا سب اپنی اپنی باری پر لوٹتے سمیٹتے سائیڈ پر ہوتے گئے۔ الحان ان کارروائیوں سے آگاہ تھا مگر کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا اس کے باپ نے یہ بزنس جیسے طریقے سے بڑھایا تھا اب ویسے ہی اسے ختم بھی تو ہونا تھا پھر پرواہ کسے تھی۔ سو ایک سال کے مختصر عرصے میں زمین کو اپنے پیروں تلے روند کر چلنے والا زمین کو اپنی جاگیر سمجھنے والا اسی زمین پر بنے چند کنال کے ملک ہاؤس کی چار دیواری تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

اب وہ تھا، اس کے گناہ تھے، اس کا پچھتاوا تھا اور اذیت ناک ڈستی ہوئی تنہائی تھی۔

حال

پوری رات ٹینشن میں گزارنے کی وجہ سے عیبہ بیہوش ہو گئی تھی۔ ڈاکٹرز نے ریلیکسیشن کا انجیکشن دے دیا تھا اور اب وہ آرام کر رہی تھی۔

محتشم کو بھی ہوش میں آنے پر روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ اس کی کنڈیشن آؤٹ آف ڈینجر تھی پر فی الحال وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

عیبہ بیدار ہوتی سیدھی محتشم کے روم میں آئی تھی۔ اسے کمرے میں آتا دیکھ کر وہاں موجود محتشم کی فیملی باہر چلی گئی تھی اب کمرے میں محتشم تھا اور وہ تھی۔ آنکھوں میں آئی نمی کو اندر دھکیلتی وہ بیڈ کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ چند منٹ محتشم کے پٹیوں میں جکڑے چہرے کو دیکھ کر وہ آنسو پیتی بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گئی۔

''کک۔کیسے ہیں محتشم۔مم۔میرا بھی نہیں سوچا کہ کیا گزری ہو گی مجھ پے۔'' آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے گالوں کو بھگوتے جا رہے تھے۔

''محتشم۔''

محتشم کی مندی مندی آنکھوں کو دیکھتی وہ اس کے سینے پر سر رکھے سسک اٹھی۔

''پلیز محتشم! مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں۔اپنے ماضی میں کھو کر خود کو اور آپ کو اذیت دیتی رہی۔آپ تو مسیحا تھے میرے، میری زندگی کے ساتھی۔میرے جسم و جاں کے مالک۔جسے میرے رب نے میرے مشکل وقت میں میرے لیے چنا تھا اور میں نا سمجھ اس پر شکرانہ بھی نہ ادا کر پائی۔الٹا اپنی قسمت کو اپنے نصیب کو کوستی رہی۔مجھے معاف کر دیں محتشم۔اب۔اب ایسا کچھ نہیں ہو گا۔میں ہوں گی، آپ ہوں گے اور ہماری صرف ہماری زندگی ہو گی۔پلیز محتشم کچھ بولیں ناں میں۔میں آپ کی آواز سننا چاہتی ہوں یہ ایک دن اور ایک رات مجھ پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی پلیز محتشم بولیں کہ آپ ٹھیک ہیں اور آپ نے مم۔مجھے معاف کر دیا ہے۔

محتشم! میں وعدہ کرتی ہوں اب کبھی اپنے ماضی کو یاد نہیں کروں گی۔میں آپ سے محبت کرتی ہوں محتشم صرف آپ سے۔آپ ہی وہ شخص ہیں جس پر میں اپنی محبت آخری دم تک نچھاور کرنا چاہتی ہوں۔محتشم پلیز بولیں ناں کچھ۔''

عیبہ کی باتوں کو سن کر محتشم بمشکل ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر کھینچ لایا۔

''مم۔میں۔ٹھیک۔ہوں۔میری جاں۔'' وہ اٹک اٹک کر کہتا عیبہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔عیبہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ محتشم کے ہاتھ میں تھمایا۔محتشم نے اس کا ہاتھ تھاما اور کپکپاتے ہوئے اپنے ہونٹوں تک لے کر گیا۔

''مم۔میں۔تم سے۔کبھی۔خف۔خفا نہیں ہو سکتا۔بی۔بیا۔تم۔تم تو میری زندگی ہو۔میرے جینے کی وجہ۔پھر کیوں کر۔میں تم سے ناراض ہوں گا۔مجھے تمہارا کوئی بھی عمل۔کبھی بھی برا نہیں لگا۔میں نے تمہیں۔تمہارے ماضی سمیت۔قبول کیا تھا بیا کیوں کہ میں۔میں تم سے محبت کرتا تھا، کرتا ہوں اور آخری دم تک

http://sohnidigest.com

کرتا رہوں گا۔"

عنیہ یہی سب تو سننا چاہتی تھی۔ محتشم کے ہونٹوں سے نکلتے الفاظ نے اس کی ذات کو معتبر کر کے اس میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اس نے محتشم کی زبان سے اظہارِ محبت سنتے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر مزید بولنے سے منع کیا۔ وہ بہت تکلیف سے اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں محتشم اور آخری دم تک کرتی رہوں گی۔" اس نے مسکرا کر پہلی دفعہ کھلے الفاظ میں محتشم سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ محتشم کے چہرے پر بھی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

عنیہ نے محتشم کے ہونٹوں پر ابھرتی مسکان دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہاتھ کی پشت کو آہستگی سے چھوا پھر ہاتھ اٹھا کر اس نے محتشم کی آنکھوں پر رکھا اور جھک کر ہاتھ کی پشت کو نرمی سے چھوا۔

"گیٹ ویل سون مائی ڈیئر ہزبینڈ۔" وہ آنکھوں میں آئے پانی کو رگڑتی سیدھی ہوئی۔

"مم۔ میں۔ ٹھیک۔ ہوں۔ ما۔ مائی۔ ڈیئر۔ وائف۔"

"گڈ۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر مسکرائی۔ "آپ ریسٹ کریں میں کچھ دیر کے لیے گھر جا رہی ہوں آپ کے لیے سوپ بنانے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں میرے ہاتھ کا بنا سوپ پی کر آپ بہت جلد پہلے جیسے ہو جائیں گے۔"

وہ آنکھیں پٹپٹا کر کہتی محتشم کو بہت اچھی لگی تھی۔

"اب آنکھیں بند کریں اور سو جائیں۔" اس نے محتشم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بند کیں اور اس کے ہاتھ کا بوسہ دیتی کمرے سے نکل آئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

انہیں پانچ دن ہو گئے تھے ہوسپٹل میں۔ محتشم کے زخم کافی حد تک مندمل ہو گئے تھے مگر ڈاکٹرز نے مزید دو دن ہوسپٹل میں رہنے کا کہا تھا۔

ان پانچ دنوں میں عنیہ نے محتشم کی بالکل ایک بچے کی طرح کیئر کی تھی۔ وہ پہلے بھی محتشم کے ذرا سا زکام ہونے پر پریشان ہو جایا کرتی تھی مگر اس بار اس کی فکر اور پریشانی محتشم کو بہت بھلی لگ رہی تھی جو دنیا و مافیہا بھلائے بس اسی کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔

اب بھی صبیحہ محتشم کو سوپ پلا رہی تھی اور محتشم کی آنکھیں بہت غور اور محبت سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

''محتشم۔'' وہ محتشم کا منہ نیپکن سے تھپتھپاتی مصروف سا بولی۔

''ہوں۔''

''شہزاد بھائی اور رابیل کا کپل کتنا اچھا ہے ناں؟''

''ہمارے کپل سے زیادہ نہیں۔'' محتشم اس کی لٹ پیچھے کرتا بولا۔

شہزاد اور رابیل دونوں نہیں جانتے تھے کہ ایک ذرا سی ملاقات انہیں اتنا قریب لے آئے گی کہ جس کے بعد قدرت ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے ایک کر دے گی۔ شہزاد کے والدین حیات نہیں تھے۔ ایک بڑی بہن اور ایک بڑا بھائی تھے جو اپنی اپنی فیملی لائف میں سیٹلڈ تھے جبکہ رابیل سکندر گاؤں سے شہر اپنی تعلیم مکمل کرنے آئی تھی۔ دونوں کے فلیٹ ساتھ ساتھ تھے مگر دل دور دور۔ پر ایک سرسری سی ملاقات دونوں کے دلوں کو قریب لے آئی تھی۔ رابیل ایک اچھی لڑکی تھی اور شہزاد کو گھر بسانے کے لیے اچھی لڑکی ہی درکار تھی سو اس نے افیئر چلانے کی بجائے سیدھے سبھاؤ رابیل سے بات کرنے کے بعد اس کے گھر اپنا پرپوزل بھیج دیا۔ رابیل کے گھر والوں کو اتنے اچھے پرپوزل پر انکار زیب نہیں دیتا تھا سو پرپوزل ایکسیپٹ ہوتے ہی منگنی اور رابیل کے ماسٹرز مکمل کرنے پر شادی طے پائی۔ یوں وہ کچھ سال پہلے شادی جیسے خوبصورت بندھن میں بندھ کر ایک ہو چکے تھے۔

''ہماری شادی کے پورے ایک سال بعد ان کی شادی ہوئی تھی اور بالکل بھی نہیں لگتا کہ ان کی شادی کو چار سال ہو گئے ہیں۔'' وہ مسکرائی۔

''ہماری شادی کو بھی تو پانچ سال ہو گئے ہیں تمہیں لگتا ہے کہ اتنا عرصہ گزر گیا؟''

''بہت جلدی گزر جاتے ہیں ناں اچھے دن۔'' وہ اداس ہوئی۔

''ہوں۔ مگر ہمارے ابھی اور اس سے بھی زیادہ اچھے دن باقی ہیں سویٹ ہارٹ۔''

''ان شاء اللہ۔'' وہ محتشم کے بال انگلیوں سے سنوارتی بولی۔

''ان شاء اللہ۔'' محتشم نے اس کے ہاتھ کو تھام کر آہستگی سے چھوا۔

"اچھا بس کریں اب یہ بیڈ ریسٹ۔ میں تھک چکی ہوں آپ کو ایک ہی جگہ لیٹے دیکھ کر۔"

"تم دیکھ کر تھک چکی ہو مجھے دیکھو جو ایک ہی جگہ ریسٹ کر کر کے اکتا چکا ہوں۔" محتشم نے برا سامنہ بنایا۔

عیبہ محتشم کے فیس ایکسپریشنز دیکھ کر مسکرا دی۔

"کچھ دن اور صبر کرلیں جناب۔ اچھا یہ تو پی لیں پورا مجھے باتوں میں لگا کر ڈنڈی مار رہے ہیں۔" عیبہ نے سوپ کے باؤل کی طرف اشارہ کیا جو ابھی آدھا باقی تھا۔

"میں یہ پھیکا ابلا سوپ پی پی کر بھی اکتا چکا ہوں بس کرو اب۔" محتشم نے باؤل عیبہ کے ہاتھ سے لے کر قریبی ٹیبل پر رکھا۔

"کوئی نہیں بس جلدی سے فنش کریں یا پھر یوں کہیں میرے ہاتھ کا بنا سوپ آپ کو بدمزا لگ رہا ہے۔"

"تمہارے ہاتھ کا بدمزا سوپ تو کیا میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی کھانے کو تیار ہوں۔"

"ہمم۔ میں جانتی ہوں اس معاملے میں میں بہت لکی ہوں۔"

عیبہ کی بات پر وہ سرشار سا مسکرا دیا۔

عیبہ باؤل اٹھا کر پھر سے محتشم کو سوپ پلانے لگی۔ وہ تیسرا چمچ اس کے منہ کی طرف لے گئی تھی کہ دروازہ ہلکا سا ناک ہوا۔ وہ پیچھے ہٹی اور لیس کہنے کیساتھ ہی نیپکن سے محتشم کا منہ تھپتھپانے لگی۔

دروازہ ہلکے سے کھلا تھا چونکہ عیبہ کی دروازہ کی جانب پشت تھی اس لیے وہ آنے والوں کو دیکھ نہیں پائی تھی مگر محتشم کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت کا تاثر ابھرا تھا جسے دیکھ کر عیبہ بھی پیچھے مڑی اور دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے وجود کو دیکھ کر ساکت تھی۔

✿......✿......✿

دروازے میں الحان ملک کھڑا تھا جس کے آگے وہیل چیئر پر ملک سلطان پشیمان سے بیٹھے تھے۔ اس سے پہلے کہ عیبہ غصے سے بھری کچھ بولتی محتشم نے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈال کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔

"کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟"

الحان کے پوچھنے پر عیبہ نے کڑی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

”جی ضرور۔“ محتشم کے ہاں میں سر ہلانے پر عیبہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔ محتشم نے آنکھ کے اشارے سے عیبہ کو کول رہنے کی تنبیہ کی۔ الحان وہیل چیئر دھکیلتا آگے بڑھ آیا۔

”کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟“ چند منٹ کی خاموشی کے بعد الحان ملک نے بات کا آغاز کیا۔

”اللہ کا شکر ہے۔“ محتشم نے آہستگی سے کہتے ہوئے بیڈ کی بیک سے ٹیک لگالی۔

”ڈیڈ کافی عرصے سے عیبہ اور آپ سے ملنا چاہتے تھے۔“

”مگر میں کسی سے ملنا نہیں چاہتی اس لیے برائے مہربانی آپ خود سمیت اپنے ڈیڈ کو لے کر چلے جائیں یہاں سے۔“

”عیبہ۔“

محتشم کی تنبیہ کو سنی ان سنی کر کے وہ آنکھوں میں غصہ لیے الحان کو وہاں سے دفعان ہونے کا کہہ رہی تھی۔

”عیبہ۔ بی۔ بیٹا۔“

”مت کہیں مجھے بیٹا۔ میں آپ کی کچھ نہیں لگتی سمجھے ملک صاحب آپ۔ خدا کا واسطہ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں ورنہ۔“

”مم۔ مجھے۔ معاف کر۔ دو عیبہ۔“

”اونہہ۔ معافی۔“ وہ استہزائیہ ہنسی۔

”کیسی معافی ملک صاحب۔ کس جرم کی معافی۔ آپ نے آج تک میری ماں کیساتھ میرے باپ کیساتھ اور میرے ساتھ جو بھی کیا وہ سب تو ٹھیک تھا سچ تھا پھر معافی کیوں۔ کس لیے؟“

”مم۔ میں۔ ما۔ نتا۔ ہوں۔ میں اب۔ اب تک۔ بہت بڑے۔ بڑے گناہ۔ کر چکا۔ ہوں۔ جو نا قابل معافی ہیں۔ مگر۔ مگر میں۔ میں۔ چاہتا۔ ہوں۔ تم۔ عیبہ۔ بیٹا تم۔ مجھےمعاف۔ کر دو گی۔ تو۔ میرا آدھے۔ سے۔ زیادہ۔ بوجھ کم۔ ہو جائے گا۔“ ملک سلطان اٹک اٹک کر بمشکل بول پائے تھے۔

”نہیں ملک صاحب نہیں آپ جو کچھ کر چکے ہیں اور جتنوں کیساتھ کر چکے ہیں ان میں سے کسی ایک کی معافی بھی آپ کا بوجھ کم نہیں کر سکتی ہے ملک صاحب میں تو ویسے بھی اپنا اور اپنی ماں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر چکی

ہوں۔"

عیبہ کی بات پر ملک صاحب کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ابھری تھی۔

"نن۔نہیں۔عیبہ۔تم۔تم مجھے۔معاف کردو۔گی۔تو۔تو اللہ بھی۔مم۔مجھے۔معاف کردے گا۔تمہیں۔خدا کا۔واسطہ ہے۔مم۔مجھے۔اوپر والے کی عدالت سے بچالو۔" ان کی آنکھوں سے خوف اور ندامت کے آنسو ایک سمندر کی مانند رواں تھے۔

"ہوں۔" وہ استہزائیہ ہوئی۔

"آپ کو لگتا ہے ملک صاحب میرے معاف کردینے سے آپ اس عدالت سے بچ جائیں گے؟"

"تم۔معاف۔کردو گی تو۔میری سزا۔میں کچھ تو۔کمی آ۔جائے گی عیبہ۔میرے پاس۔اب وہ۔وہ لوگ موجود۔نہیں ہیں جن کے ساتھ۔میں زیادتیاں۔کر چکا ہوں کہ۔ان کے۔سامنے جا کر۔معافی مانگ سکوں۔میں نے۔میں نے تم سے۔تمہاری ماں۔چھین لی۔باپ چھین لیا اور۔اور تمہارا گھر۔بھی۔"

"وہ گھر میرا کبھی بھی نہیں تھا ملک صاحب۔بہر حال آپ نے مجھ سے جو بھی چھینا میرے رب نے مجھے اس سے بڑھ کر نوازا ہے میں اس پاک ذات کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔" عیبہ پرسکون سی بولی تھی۔

"مم۔مجھے معاف کردو عیبہ۔میں تمہارا۔احسان مند رہوں گا بیٹا۔بس ایک بار۔صرف ایک بار کہہ دو کہ تم نے مم۔مجھے معاف کیا۔"

ندامت اور شرمندگی کے آنسو ملک سلطان کی آنکھوں سے بہہ کر ان کا چہرہ بھگوتے جارہے تھے۔وہ اس وقت بہت قابل رحم لگ رہے تھے جس کی نہ دونوں ٹانگیں موجود تھیں جن سے وہ متکبرانہ چال چلتے تھے نہ ایک بازو تھا اور منہ کا دایاں حصہ بھی لقوے کی وجہ سے بگڑ کر اپنی جگہ سے کھسک چکا تھا۔لڑکھڑاتی زبان، کپکپاتے ہونٹوں اور جسم سے ہاتھ باندھ کر وہ سر جھکائے روتے ہوئے بالکل بھی پانچ سال پہلے والے ظالم و جابر ملک سلطان نہیں لگ رہے تھے۔عیبہ نے ایک نظر ان کے بوڑھے اور بیمار لرزتے وجود پر ڈال کر محتشم کو دیکھا جس نے آنکھوں میں ہاں کا اشارہ دیتے ہوئے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر۔اگر آپ کو لگتا ہے ملک صاحب کہ میرے معاف کردینے سے آپ کی سزا کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا تو

میں آپ کو اپنے ساتھ کی گئی زیادتیاں معاف کرتی ہوں۔"

ایک آنسو چپکے سے عیبہ کی آنکھ سے گر کر گریبان میں جذب ہو گیا۔

"میں معاف کرتی ہوں آپ کو ملک صاحب۔" وہ اپنے آنسو اور ہچکیاں دباتی منہ پر ہاتھ رکھے کمرے سے نکل گئی۔ محتشم نے ایک نظر الحان کو دیکھا جو اس سارے عمل میں چپ چاپ سر جھکائے سرخ چہرے کیساتھ ایک طرف کھڑا تھا۔ محتشم کی نظروں کو بھانپتے ہوئے الحان نے آہستگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اگر ہو سکے تو مجھے اور ڈیڈ کو معاف کر دینا محتشم۔ ہم عیبہ کے علاوہ تمہارے بھی گنہگار ہیں۔" وہ شرمندگی سے سر جھکائے آہستگی سے کہہ کر ملک سلطان کی چیئر دھکیلتا واپس مڑ گیا۔

محتشم نے افسردہ نظروں سے الحان کے جھکے کندھوں اور ملک سلطان کے جھکے سر کو دیکھ کر آنکھیں موند لیں اور سر بیڈ کی پشت سے ٹکا دیا۔

"میں نے تم دونوں کو معاف کیا الحان ملک۔" اس کے نرم دل سے صدا ابھری تھی۔

بسا اوقات معاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسے گلے سے لگا لیا جائے، اسے دوست بنا لیا جائے بلکہ ایک عہد کرنا ہوتا ہے کہ اس نے جو اذیت مجھے دی وہ میں نے اسے نہیں دینی۔ محتشم نے بھی یہی عہد کرتے ہوئے الحان ملک کو اس کے باپ سمیت دل بڑا کر کے معاف کر دیا تھا۔

✿.........✿.........✿

عیبہ گرل کیساتھ لگی اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی جب قدموں کی چاپ اس کے قریب آ کر رک گئی۔

"عیبہ۔"

الحان ملک کی پکار پر عیبہ بنا پلٹے کھڑی رہی۔

"عیبہ میں۔ میں تمہارا مجرم ہوں تمہارا گنہگار۔ میں وہ بدقسمت مرد ہوں جس نے خود اپنے ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ ان گزرے ماہ و سال میں، میں زندہ ہونے کی رسم نبھا رہا ہوں ورنہ میں تو اسی دن مر گیا تھا جس دن تم پر شک کرنا شروع کیا تھا۔ بہت تکلیف میں گزارے ہیں میں نے یہ دن۔ تم۔ تمہاری یادیں ایک لمحے کے لیے مجھے نہیں بھولی ہیں عیبہ میں۔" وہ سانس لینے کو رکا۔

’’میں چاہ کر بھی تمہاری محبت اپنے دل سے نکال نہیں پایا یا شاید نکالنا ہی نہیں چاہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ کی گئی زیادتی مجھے ایک پل کو چین نہیں لینے دیتی ہے عیبہ اور یہی میری سزا تھی اب تک جو میں سہہ رہا تھا مگر آج...... آج میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ تم۔ تم جو چاہے سزا دے دو میں اف بھی نہیں کروں گا عیبہ تم۔ مجھے۔‘‘

’’میں نے تمہیں آزاد کیا الحان ملک۔‘‘ وہ اس کی بات کاٹ کر سپاٹ لہجے میں بولی۔

’’تمہاری ہر سوچ، ہر یاد کو اپنی یادوں اپنی محبت سے آزاد کیا۔ تم چلے جاؤ واپس اور باقی کی زندگی اس طرح سے گزارو کہ کسی بھی ذی روح کو تمہارے وجود سے تکلیف نہ ہو۔ باقی اوپر والا تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرے۔‘‘

وہ بڑے دل سے اپنے مجرم کا ہر جرم ہر گناہ معاف کرتی واپس کمرے کی طرف چل دی جہاں محتشم اس کا منتظر تھا۔

جسے میں چھوڑ دیتی ہوں اسے میں بھول جاتی ہوں
پھر اس ہستی کی جانب میں کبھی دیکھا نہیں کرتی

الحان نے دھندلائی آنکھوں سے عیبہ کی دور سے دور ہوتی پشت کو دیکھا۔

بعض یادیں اس لیے بھی آنکھوں میں نمی لے آتی ہیں کہ ہم ان کو دوبارہ جی نہیں سکتے۔ الحان نے آنکھوں میں آئی نمی کو اندر اتارا۔

’’تم محتشم کی سنگت میں سدا خوش رہو عیبہ تمہیں زندگی کی ہر وہ خوشی ہر وہ سکھ ملے جس کی تم حقدار ہو۔‘‘ وہ دل سے دعا دیتا بوجھل اعصاب کیساتھ واپس پلٹ گیا۔

وفا کے قید خانوں میں
سزائیں کب بدلتی ہیں؟
بدلتا دل کا موسم ہے
ہوائیں کب بدلتی ہیں؟

میری ساری دعائیں

تم سے ہی منسوب ہیں ہمدم

محبت ہو اگر سچی

دعائیں کب بدلتی ہیں؟

کوئی پا کر نبھاتا ہے

کوئی کھو کر نبھاتا ہے

نئے انداز ہوتے ہیں

وفائیں کب بدلتی ہیں؟

⁂

کہتے ہیں انسان اپنا پہلا پیار کبھی نہیں بھولتا پھر بھی اکثر بدقسمت لوگ اپنے والدین کو بھول جاتے ہیں۔ ارحم ابصار بھی انہی بدقسمت لوگوں میں شامل تھا۔ جس نے باپ کی زندگی میں تو قدر نہ کی تھی اور اب جبکہ باپ نہیں رہا تھا تو اس کی قدر آ گئی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں بابا۔ مجھے معاف کر دیں میں بہت بڑا گنہگار ہوں میں نے آپ کی نافرمانی کی ہے بابا۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔ بس ایک بار صرف ایک بار مجھے میرے نام سے پکار کر کہہ دیں کہ آپ نے مجھے معاف کیا پھر۔ پھر۔ دوبارہ کبھی بھی آپ سے کوئی بدتمیزی نہیں کروں گا بس ایک بار پکار لیں۔" ارحم ابصار اپنے باپ ابصار علی کی قبر پر سر رکھے زار و قطار رو کر معافی کی فریاد کر رہا تھا۔ وہ روزانہ یہاں آتا تھا بلاناغہ۔ اپنی مصروفیت سے وقت نکال کر جو پہلے نہیں تھا پر اب مصروفیت میں بھی فرصت ہی فرصت تھی۔

مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی اتنی دیر کہ معاف کرنے والا منوں مٹی تلے جا سویا تھا ہر فکر سے آزاد ہو کر کبھی واپس نہ آنے کے لیے اور ارحم ابصار کے لیے صرف پچھتاوا رہ گیا تھا۔

تکلیف دہ پچھتاوا، اذیت ناک پچھتاوا، ڈستا ہوا پچھتاوا!

⁂

”ابصار انکل بہت اچھے انسان تھے مجھے بہت دکھ ہوا ان کے جانے کا محتشم۔“ عیبہ نے اس کے کندھے پر سر رکھے افسردگی سے کہا۔

”ہوں۔ وہ بہت اچھے تھے بہت قابل احترام ہستی تھے میرے لیے۔“ محتشم نے بوجھل لہجے میں کہہ کر جھکا سر مزید جھکا دیا۔ عیبہ نے محتشم کو دیکھا جو کافی تھکا اور افسردہ لگ رہا تھا۔

”ہم سب کو ایک نہ ایک دن جانا ہے محتشم۔ آپ پلیز اس طرح سے افسردہ نہ ہوں۔“

”ہوں۔ ہم سب کو اپنا اپنا وقت پورا کر کے جانا ہے۔“ وہ منہ پر ہاتھ پھیرتا ہلکا سا مسکرایا۔ ”تم نے پیکنگ کمپلیٹ کر لی؟“

”میری ہو چکی ہے آپ کی رہتی ہے۔“ عیبہ اس کے کندھے سے سر اٹھاتی جھٹ سے بولی۔

”میری کیوں رہتی ہے؟“ وہ مصنوعی غصے سے گھور کر بولا۔ محتشم کے گھورنے پر وہ مسکرا دی۔

”مجھے کیا پتہ آپ ساتھ کیا کیا لے کر جانا چاہتے ہیں اس لیے سوچا کہ آپ کی موجودگی میں آپ سے پوچھ کر کر دوں گی پیکنگ۔“

”ہوں فائن۔ پہلے ایک کپ چائے پلا دو اپنے خوبصورت ہاتھوں کی پھر کر لینا میری پیکنگ۔“ محتشم نے اس کے ہاتھوں کی نرماہٹ کو چھوتے ہوئے کہا۔

”ابھی لاتی ہوں۔“ عیبہ ہاتھ چھڑوا کر مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ وہ اور محتشم ہر سال کی طرح اس سال بھی عمرے کے لیے جا رہے تھے۔

اسے اتنا بتا دینا
میں اس سے دور ہو کر بھی
بہت مجبور ہو کر بھی
دکھوں سے چور ہو کر بھی
اسی کو یاد کرتا ہوں۔

''میں عیبہ کو کبھی بھول نہیں سکتا چاہ کر بھی نہیں یہ ناممکن سا ہے میرے لیے کہ میرے مضطر دل کو کبھی چین نصیب ہو۔'' الحان ہنکارا ابھر کر ضبط سے بولا تھا۔

''سوچا تھا جب کبھی وہ روبرو ہوئی تو اس سے اپنے کیے کی سزا طلب کروں گا شاید اس کی دی ہوئی سزا سے ہی میری بے چینی میں کچھ کمی واقع ہو مگر اس نے تو معاف کر کے بات ہی ختم کر ڈالی۔ وہ کیا تھی۔ اور میں کیا سمجھ بیٹھا تھا اسے۔ اس کی دی ہوئی معافی سے میرے ضمیر کا بوجھ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ چکا ہے ابیرہ۔ کیونکہ میں یہ بھول گیا تھا کہ کسی پاکباز عورت پر تہمت لگانے کی سزا کبھی کم نہیں ہوتی۔ یہ گلٹ یہ پچھتاوا تاعمر ساتھ رہتا ہے۔ لیکن اب۔ اب عیبہ سے مل کر جان چکا ہوں میں کہ میرے دل مضطر کو کبھی سکون نہیں مل سکتا کبھی نہیں۔'' الحان نے نفی میں سر ہلایا۔

''اس کی دی ہوئی معافی سے بھی نہیں۔ وہ جانتی تھی یہ سب اسی لیے تو اپنے مجرم کو بنا سزا کے ہی معاف کر دیا۔''

''تمہیں پتہ ہے ابیرہ۔ اس نے کہا کہ وہ میرے لیے آسانیوں کی دعا کرے گی۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ وہ مجھے اپنی دعا میں شامل کرے۔ اس نے تو۔ اس نے تو مجھے اپنی بددعا کے قابل بھی نہیں جانا تھا۔'' وہ تڑپ کے بولا تھا۔

''وہ میری تھی اب نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ہو سکتی ہے۔ وہ محتشم ابراہیم کی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ۔ وہ اس کے ساتھ خوش رہے مجھے اور کیا چاہیے۔''

وہ سر گھٹنوں میں گرا کر بیٹھ گیا۔ ابیرہ لب کاٹتی ہوئی اس کے سامنے زمین پر بیٹھی اسے سن رہی تھی۔ اس کی بھیگتی آنکھوں اور گرتے اشکوں کو دیکھ رہی تھی۔

مرد جب کسی عورت کے لیے روتا ہے تو وہ اس عورت کے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ ابیرہ یہ بات پہلے سے جانتی تھی کہ عیبہ الحان کی زندگی میں کیا ہے اور اس وقت الحان کی حالت دیکھتے ہوئے اسے عیبہ سے حسد کی بجائے رشک آ رہا تھا۔ بہت کم عورتوں کو سچی محبت کرنے والے مرد نصیب ہوتے ہیں اور عیبہ ان خوش قسمت عورتوں میں شامل تھی۔ کیا ہوا جو الحان نے اسے اپنی زندگی سے نکال دیا مگر وہ آج بھی اس کے دل میں موجود

ہے۔وہ ہر لحاظ سے ایک لکی عورت تھی اور ہے جسے دوسرا مرد بھی محبت کرنے والا ملا جبکہ میں۔میں نے تو صرف ایک مرد کی چاہ کی تھی بس۔اور اس چاہ کے نتیجے میں مجھے کیا ملا ایک آدھا ادھورا خالی مرد۔جو مجھ سے سمجھوتا تو کر سکتا ہے پر محبت نہیں۔کبھی بھی نہیں۔عیبہ تم الحان کی زندگی سے جا کر بھی نہیں گئی ہو۔اور میں۔مجھے دیکھو جو اپنی محبت پا کر بھی نہیں پا سکی۔اور تم کھو کر بھی نہیں کھو پائی وہ آج بھی تمہارا ہے اور شاید آگے بھی تمہارا ہی رہے گا۔

الحان ملک تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جیسی محبت تم عیبہ سے کرتے ہو میں ویسی ہی محبت تم سے کرتی ہوں اسی لیے تو اب تک تمہیں چاہ کر بھی چھوڑ نہیں پائی۔میری بدقسمتی دیکھو کہ تمہاری بھیک میں ملی توجہ کے چند سکے ہی اپنے کشکول میں ڈال کر اپنی متاع حیات جان کر جیتی جا رہی ہوں۔اس امید کیساتھ کہ شاید کبھی تمہیں میری محبت کا خیال آ جائے۔

آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر ابیرہ کی گالوں پر پھسلے تھے۔

''میں تو۔میں تو تمہاری بھیک میں ملی محبت بھی قبو لنے کو تیار بیٹھی ہوں الحان ملک کبھی نظر اٹھا کر تو دیکھو مجھے۔'' وہ الحان کے جھکے سر کو دیکھتی سوچتی جا رہی تھی جب الحان کے وجود نے ہولے سے حرکت کی۔ابیرہ نے گالوں پر آئے آنسو فوراً سے صاف کیے اور نظریں جھکا دیں۔الحان نے گھٹنوں سے سر اٹھا کر ابیرہ کو دیکھا۔چند منٹ بعد اس نے اپنی سرخ سوجی آنکھوں کو بیدردی سے رگڑ ڈالا اور گلے میں ابھرتی گلٹیوں کو دباتا آہستگی سے بولا۔

''اس نے کہا ہے میں اپنے سے وابستہ لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنوں۔'' وہ رکا اور لمبی سی سانس لی۔''میں یہ نہیں کہتا کہ میرے دل سے عیبہ کی محبت نکل چکی ہے مگر یہ کوشش ضرور کروں گا کہ اس کی محبت میرے دل میں جہاں بھی موجود ہے مجھ پر حاوی نہ ہونے پائے۔اب تک جو بھی وقت گزر گیا میں اسے واپس نہیں لا سکتا مگر آنے والے وقت کو بہتر بنانے کا وعدہ کر سکتا ہوں۔''

''کیا تم پچھلا سب کچھ بھلا کر میرے ساتھ اپنی زندگی آگے بڑھانے کو تیار ہو ابیرہ؟'' الحان نے ابیرہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے آہستگی سے پوچھا تھا۔ابیرہ نے حیرت سے الحان کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں نظر آتے سچ کو دیکھ کر آنکھوں میں نمی لیے مسکرا دی۔

”عنیبہ تمہاری بدولت ہی سہی شاید وہ وقت آ ہی گیا ہے جس کی میں پچھلے پانچ سال سے منتظر تھی۔ مجھے تمہاری بھیک میں ملی محبت اور توجہ بھی قبول ہے الحان ملک۔“ ایبرہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آستین سے آنکھیں رگڑیں اور الحان کا ہاتھ تھاما۔

”میں۔میں ہمیشہ سے آپ کے ساتھ تھی الحان اور آگے بھی آپ کے ساتھ ہی اپنی زندگی کو آگے بڑھانا چاہتی ہوں۔“

ایبرہ کی گالوں پر بکھرتے شکر کے آنسوؤں کو الحان نے اپنی پوروں پر چنا اور اس کے نازک وجود کے گرد بازوؤں کا حصار باندھ کر آہستگی سے اسے اپنے ساتھ لگایا اور اس کے مومی چہرہ پے جھک گیا۔ کھڑکی کے اس پار چودھویں کے چاند نے یہ خوبصورت منظر دیکھا اور شرما کر بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔

جو ادھورا رہ جائے وہ کبھی مکمل نہیں ہو پاتا خواہ وہ کہانی ہو، خواب ہوں، زندگی ہو یا پھر انسان۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سمجھوتے سے کس کے دل مضطر کو چین نصیب ہو پائے اور کون اپنے ادھورے پن کو مکمل کر پائے الحان ملک یا پھر ایبرہ الحان۔

⁂......⁂......⁂

وہ دونوں اس وقت خانہ کعبہ کے خارجی دروازے کے پاس موجود سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ کل ہی انہوں نے عمرہ ادا کیا تھا ساری رات وہیں عبادت میں گزار کر اب وہ واپس ہوٹل جا رہے تھے۔

عنیبہ زینے پر بیٹھی اپنے سینڈل پہن رہی تھی جبکہ محتشم نے اپنے شوز کے تسمے کس کر اسے دیکھا۔

”کیا دعا مانگی تم نے؟“ رازداری سے پوچھا گیا۔

”اٹس سیکرٹ۔ میرا اور اللہ جی کا۔“ عنیبہ نے گھوری دے کر کہا۔

”تو مجھے بھی شامل کر لو اپنے سیکرٹ میں۔“

”اوہ۔ہ۔ہ۔ تو آپ اپنی دعا بتا کر مجھے اپنے سیکرٹ میں شامل کر لیں۔“ وہ محتشم کی نقل اتارتی بولی۔

”فائن۔“ محتشم کندھے اچکا کر اس کی طرف کھسکا اور رازداری سے اس کے کان کے قریب جھکا۔

”میں نے اللہ میاں سے پیاری پیاری ڈھیر ساری بیٹیاں مانگی ہیں۔“

”اف۔ پیاری اور وہ بھی ڈھیر ساری۔“ عنیبہ نے ہلکا سا بلش کرتے ہوئے محتشم کی دعا دہرائی۔

”کیوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“ محتشم نے بھنویں اچکائیں۔

”نہیں۔ اعتراض تو نہیں مگر لفظ ڈھیر ساری۔“ وہ جھرجھری لے کر رکی۔ اس کی جھرجھری لے کر سر ہلانے پر محتشم مسکرا دیا۔

”چلو جتنی اوپر والا دے گا اتنی ہی سہی۔ اب خوش؟“

”ہوں۔“

”اب اپنا سیکرٹ بتاؤ۔“

”آپ نے صرف یہی ایک دعا مانگی ساری رات؟“ عنیبہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

”میں اپنا ایک سیکرٹ بتا چکا اب تمہاری باری ہے۔“

”اوہ۔ ہ۔ اوکے۔“ عنیبہ نے غور و فکر کے بعد سیکرٹ بتانے کی رضامندی دی۔

”میں نے۔ میں نے۔ محتشم۔ میں نہیں بتا رہی۔“ وہ ضدی بچوں کی طرح پاؤں زمین پر مارتی بڑبڑائی۔

”اٹس ان فیئر عنیبہ۔“

”ضروری ہے کیا؟“

”بالکل۔“

”میں نے۔ میں نے اللہ جی سے کہا کہ وہ مجھے بیٹا دے جو بالکل آپ کے جیسا ہو۔“ وہ اپنا سیکرٹ بتاتی چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔ اس کی دعا اور انداز پر محتشم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

”ریئلی؟“ وہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرتا بولا۔

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔“ وہ محتشم کی ہنسی دباتی سرخ رنگت پر خفا ہوتی کھڑی ہوئی۔

”ارے یار اٹس ریئلی ریئلی امیزنگ سیکرٹ فار می۔“ اس نے آنکھ دباتے ہوئے عنیبہ کے دونوں ہاتھ تھامے۔

”آپ بالکل اس قابل نہیں تھے کہ میں آپ سے اپنی مانگی گئی دعا شیئر کرتی۔ اب چھوڑیں میرے ہاتھ میں

جا رہی ہوں۔" وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑواتی خارجی راستے سے ہو کر باہر کی جانب بڑھی۔

"ارے رکو تو۔ میرا اگلا سیکرٹ تو سن لو۔" محتشم اس کی تیز ہوتی رفتار پر بلند آواز سے کہہ کر اس کے پیچھے لپکا۔

"نمیرہ۔"

"نمیرہ۔"

"یار رکو تو۔" اس نے سامنے آ کر راستہ روکا۔

وہ باہر روڈ پر آ چکے تھے صبح صادق کا وقت ہونے کی وجہ سے گنے چنے لوگ ہی ارد گرد موجود تھے۔

"ارے یار خفا ہو کر جا رہی ہو۔"

"محتشم پلیز۔ مجھے تنگ مت کریں میں آلریڈی بھوک کی وجہ سے تنگ ہوں۔ کل دوپہر سے پانی اور جوس کے سوا کچھ نہیں کھایا اور آپ۔ آپ کو ایک بار بھی خیال نہیں آیا کہ میں بھوکی ہوں۔" وہ روہانسی شکل بنا کر بولی۔

"محترمہ اگر آپ بھول چکی ہیں تو یاد کروا دیتا ہوں میں نے کل دوپہر سے اب تک جتنی بار بھی آپ سے کھانے کا پوچھا تو آپ نے ہر بار یہ کہہ کر منع کیا کہ محتشم پلیز مجھے ڈسٹرب مت کریں میں یہاں کھانے پینے نہیں بلکہ اپنے رب سے ملاقات کرنے آئی ہوں لہٰذا خاموش رہیں۔"

"ہاں تو وہ۔ اچھا چھوڑیں اب چلیں اس سے پہلے کہ میں بھوک سے بے ہوش ہو جاؤں۔"

"چلو۔" محتشم نے اس کی رونی شکل دیکھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور ہوٹل کی جانب چل دیا جہاں وہ لوگ ٹھہرے تھے۔

۞......۞......۞

نمیرہ نے مغرب کی نماز پڑھی اور کمرے میں موجود ونڈو کی طرف آئی جہاں سے خانہ کعبہ کا خوبصورت روح افزا منظر نظروں کے سامنے تھا۔

"میرے مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے اتنا اچھا ہمسفر عطا کیا جو ہر سال یہاں تیرے گھر تیری بارگاہ میں لانے کی میری خواہش نہیں بھولتا۔ وہ ہر سال اسی مہینے اسی ہفتے اسی ہوٹل کے اس ہی کمرے میں لے کر

آتا ہے مجھے۔ایک بار صرف ایک بار میں نے کہا تھا۔

محتشم! میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ میں اپنے محرم کیساتھ ہر سال عمرے پر ضرور جایا کروں اور پتہ ہے کمرہ بھی وہ ہائیر کروں جہاں سے خانہ کعبہ کا منظر بالکل قریب اور نظروں کے سامنے ہو۔میری خواہش پر وہ مسکرا دیا تھا اور اب۔اب ہر سال انہی دنوں میں وہ مجھے یہاں لے آتا ہے تیرے گھر تیری بارگاہ میں۔" عیبہ نے دائیں ہاتھ سے گالوں پر پھسلتے آنسو رگڑے۔

"میرے مالک۔یہ۔یہ شخص تیرا مجھ ناچیز پر بہت بڑا احسان ہے اس پر جتنا بھی شکر ادا کرتی رہوں کم ہے۔ میں۔میں اپنا ہر سانس اس کی سانسوں کیساتھ اپنا ہر قدم اس کے قدموں کیساتھ ملا کر چلنا چاہتی ہوں۔اس کا ساتھ ہمیشہ میرے ساتھ رکھنا میرے مالک۔میں۔میں اس کے ساتھ۔" وہ رکی۔

I want to growt old with him my...Lord

میں اس کے ساتھ بوڑھی ہونا چاہتی ہوں میرے مالک۔" وہ آنسو پونچھتی ہلکا سا مسکرائی۔

"ارے میری دور کی رشتہ دار اکیلی کھڑی اتنے قیمتی آنسوؤں کیساتھ اپنی خوبصورت مسکراہٹ کیوں لٹا رہی ہیں۔" محتشم نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے عیبہ کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا کر پوچھا۔

"آپ۔کب آئے؟"

"جب آپ نے دیکھ لیا۔" اس نے مسکراتے ہوئے عیبہ کو کندھوں سے تھام کر سامنے کیا۔

"واٹ ہیپنڈ مائی لائف؟" محبت سے پوچھا گیا۔

"محتشم۔محتشم۔آپ بہت اچھے ہیں۔میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں بہت زیادہ۔" وہ روتی ہوئی محتشم کے سینے سے لگ گئی۔عیبہ کے اظہار اور انداز پر محتشم دھیما سا مسکرا دیا۔

"میں بہت بری ہوں ناں محتشم۔" چند منٹ بعد وہ محتشم سے الگ ہوتی معصومیت سے بولی۔

"تم کیا ہو مجھ سے میرے دل سے پوچھو میری جاں۔" محتشم نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لے کر انگوٹھوں سے اس کے آنسو پونچھے۔

"اچھا بتاؤ روکیوں رہی تھی۔"

”میں اللہ میاں سے دعا مانگ رہی تھی۔“

”کیا؟“ محتشم نے بھنویں اچکائی۔ عیبہ اس کے ایکسپریشنز پر مسکرائی۔

”یہی کہ میں اپنے ڈیئریسٹ ہزبینڈ کیساتھ سفید بالوں والی بوڑھی بی بی بننا چاہتی ہوں۔“

”ہاہاہا۔“ عیبہ کے دعا بتانے کے انداز پر محتشم نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

”تمہیں یاد ہے؟“

”بھول سکتی ہوں کیا؟“

”میں تو یہی سمجھا تھا کہ تم بھول چکی ہوگی یاد ہے شادی کی پہلی رات یہ کہا تھا میں نے۔“

”جب آپ میری کوئی بات کوئی خواہش نہیں بھولتے تو میں کیوں بھول جاتی۔“ عیبہ اس کے گریبان کے بٹن بند کرتی کھولتی خفا سی بولی۔

”دیٹس گریٹ۔ سویٹ ہارٹ۔“ محتشم نے پیار سے اس کی سرخ ناک کھینچی۔

”چلو پھر آج اکٹھے ایک ساتھ مل کر یہی دعا مانگتے ہیں۔“

محتشم نے کہتے ہوئے عیبہ کا رخ پھر سے ونڈو کی طرف کیا جہاں سے وہی روح افزا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ عیبہ کو حصار میں لیتے ہوئے محتشم نے اپنے ہاتھوں میں اس کے ہاتھ لے کر دعا کے انداز میں بلند کیے۔

I want to growt old with my dearest wife my Lord

&

I want to growt old with my dearest husbad my Lord

دونوں با آواز بلند اپنی اپنی خواہش اپنی اپنی دعا اپنی اپنی محبت اپنے مالک تک پہنچا کر ایک دوسرے کو دیکھتے سرشار سا مسکرا دیے۔ بیشک آنے والے دنوں میں ایک خوبصورت، مکمل اور خوشگوار زندگی ان کی منتظر تھی۔

سنو! اے ہمسفر میری

مجھے تم سے یہ کہنا ہے

http://sohnidigest.com

مجھے تم سے محبت تھی
مجھے تم سے محبت ہے
میرے دن رات میں تم ہو
میری ہر بات میں تم ہو
خوشی کے جتنے موسم بھی
تمہارے ساتھ دیکھے ہیں
میرے جیون کا حاصل ہیں
تمہارے نام کے جگنو
تمہارے لمس کی خوشبو
تمہارے پیار کا جادو
میری رگ رگ میں شامل ہے
تمہارا ساتھ پیارا ہے
میرے ہر پل میں رہتی ہو
جو میرا دل ہے پاگل سا
اسی پاگل میں رہتی ہو
سنو! تم سے یہ کہنا ہے
کہ میری زندگانی کہ
سبھی رستے جو سچ پوچھو
تمہاری سمت آتے ہیں
میں تم سے دور رہ پاؤں
یہ اب ممکن نہیں جاناں

سنو! عہد محبت کی
مجھے تجدید کرنی ہے
پرانی بات ہے لیکن
مجھے پھر بھی یہ کہنی ہے
مجھے تم سے محبت تھی
مجھے تم سے محبت ہے
سنو! اے ہمسفر میری۔

......ختم شد......

http://sohnidigest.com
سوہنی ڈائجسٹ